وَ كُلُّ مَنْ كَانَ فَوْقَ مُرْتَفِعٍ سَقَطَ مِنْهُ وَ اَنَا كُنْتُ جَالِسَةً فَوْقَ سَرِيْرِيْ فَهَوَيْتُ مِنْ عَلَيْهِ فَاَصَابَنِيْ السَّرِيْرُ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ يَا صَفِيَّةُ اِنَّ عَلِيًّا لَمَّا غَضِبَ وَ هَزَّ الْحِصْنَ غَضِبَ اللّٰهُ لِغَضَبِ عَلِيٍّ فَزَلْزَلَ السَّمٰوٰتُ كُلُّهَا حَتّٰى خَافَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ وَقَعُوْا عَلٰى وُجُوْهِهِمْ وَ كَفٰى بِهَا شُجَاعَةً رَبَّانِيَّةً ۔ (انوارِ نعمانیہ ص ۵۶، جلد اوّل طبع جدید تذکرہ شجاعت علی)

(انوارِ نعمانیہ ص ۱۷، طبع قدیم تذکرہ شجاعتِ علی)

نوٹ: انوارِ نعمانیہ مصنف نعمت اللہ الحسینی پر نمبر صفحات نہیں ہیں لیکن فقیر نے اپنی دلملوکہ کتاب پر جو نمبر لگائے ہیں اس کے حساب سے ہے ۔

ترجمہ: بری نے اپنی کتاب میں فتح خیبر کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مرحب کے قتل ہو جانے کے بعد جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور خوشخبری سننے کے بعد ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ خوشخبری کیسی ہے تو جبرئیل بولے یارسول اللہ جب حضرت علی نے مرحب کو قتل کرنے کے لیے تلوار اٹھائی تھی ۔ اللہ تعالیٰ نے اسرافیل اور میکائیل دو فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ حضرت علی کے بازو ہوا میں روک دیں تاکہ تلوار پوری قوت سے نہ ماریں ۔ اس کے باوجود مرحب اس کی زرہ اور اس کا گھوڑا دو ٹکڑے ہو گئے ۔ تلوارِ علی زمین میں گھس گئی تو اللہ نے مجھے کہا اے جبرئیل زمین کی طرف جلدی سے جاؤ اور علی کی تلوار کو کاٹ سے روک دو تاکہ وہ زمین کی تہ تک نہ پہنچ جائے اور زمین زیر و زبر نہ ہو جائے میں جلدی سے آیا اور اس تلوار کو روک دیا ۔ میں نے اپنے پروں پر اس کی

قوت کا زور اتنا محسوس کیا کہ قومِ لوط کی سات بستیوں سے بھی زیادہ وزنی تھا۔ میں نے ان کو ساتویں زمین سے اکھیڑا اور ایک ہی پر کے اوپر رکھ کر آسمان کی گولائی تک لے گیا۔ وہاں اٹھائے اللہ کے حکم کا منتظر رہا یہاں تک کہ سحر کا وقت ہو گیا تو مجھے اللہ نے اسے اوندھا گرانے کا حکم دیا تو مجھے ان سات بستیوں کی زمین کو اتنی دیر اٹھانے میں اتنا بوجھ محسوس نہ ہوا جتنا اس تلوار کو رد کرنے میں مجھے قوت صرف کرنا پڑی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ تم نے فوراً وہ زمین نیچے کیوں نہیں گرا دی۔ جبرئیل کہنے لگا کہ اس قوم کا ایک بوڑھا سفید ریش آدمی چت لیٹا ہوا تھا اور اس کی داڑھی جانب آسمان تھی اللہ تعالیٰ کو اس سے حیا آئی۔ جب وقت سحر ہوا وہ بوڑھا سوتے میں پلٹ گیا تو اللہ نے مجھے عذاب دینے کا حکم دے دیا۔

اسی دن (فتح خیبر) جب قلعہ فتح ہوا اور عورتوں کو قیدی بنا لیا گیا۔ ان عورتوں میں "صفیہ" نامی عورت بھی تھی جو قلعہ کے حاکم کی بیٹی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور اس کے چہرہ پر زخم کے نشانات تھے حضور نے دریافت فرمایا کہ ان کی کیا وجہ تھی۔ کہنے لگی جب علی نے قلعہ کا رُخ کیا اور کچھ مشکلات نظر آئیں تو انہوں نے اس کے ایک برج سے پکڑ کر اس قوت سے ہلایا کہ قلعہ اور اس کے رہائشی سب ہلنے لگے اور جو لوگ اس کے اندر اونچی جگہ پر تھے وہ گر گئے۔ میں اپنے تخت پر بیٹھی تھی۔ اس سے گر پڑی اور مجھے اس وقت یہ چوٹ آئی جو آپ دیکھ رہے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے صفیہ! بے شک جب علی کو غصہ آیا، اور انہوں نے قلعہ کو جنبش دی اس وقت اللہ بھی غضب میں آگیا۔ آسمانوں پر کپکپی طاری ہو گئی یہاں تک کہ فرشتے خوف سے اپنے چہروں کے

بل گر پڑے ۔ یہ شجاعت ربانی کافی ہے ۔

شان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

واقعہ ۱ : حضرت علی نے لاٹھی کو اژدھا بنا کر حضرت عمر پر مسلط کر دیا

کتاب الخرائج قطب راوندی (متوفی ۵۷۳ھ) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے معجزات کے ضمن میں ذکر کیا ہے :

وَ مِنْهَا مَا رُوِیَ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّ عَلِیًّا بَلَغَهٗ عَنْ عُمَرَ ذِکْرُ شِیْعَتِهٖ فَاسْتَقْبَلَهٗ فِیْ بَعْضِ طُرُقِ بَسَاتِیْنِ الْمَدِیْنَةِ وَ فِیْ یَدِ عَلِیٍّ قَوْسٌ فَقَالَ یَا عُمَرُ بَلَغَنِیْ عَنْكَ ذِکْرُكَ شِیْعَتِیْ فَقَالَ ارْبَعْ عَلٰی ظَلْعِكَ فَقَالَ اِنَّكَ لَهٰهُنَا ثُمَّ رَمٰی بِالْقَوْسِ عَلَی الْاَرْضِ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ كَالْبَعِیْرِ فَاغِرًا فَاهُ وَ قَدْ اَقْبَلَ نَحْوَ عُمَرَ لِیَبْتَلِعَهٗ فَصَاحَ عُمَرُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ یَا اَبَا الْحَسَنِ لَا عُدْتُ بَعْدَهَا فِیْ شَیْءٍ جَعَلَ یَتَضَرَّعُ اِلَیْهِ فَضَرَبَ بِیَدِهٖ اِلَی الثُّعْبَانِ فَعَادَتِ الْقَوْسُ كَمَا كَانَتْ فَمَضٰی عُمَرُ اِلٰی بَیْتِهٖ مَرْعُوْبًا ۔

(کتاب الخرائج والجرائح مطبوعہ بمبئی ص ۲۰-۲۱)

ترجمہ : حضرت علی رضی اللہ عنہ کے معجزات میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے جس کو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے ۔ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کو خبر ملی کہ عمر نے ان (علی) کے ساتھیوں کا ذکر کیا ہے ۔ اتفاق سے مدینہ

کے باغات کے راستہ میں دونوں کا آمنا سامنا ہوا۔ اس وقت علی کے ہاتھ میں ایک کمان تھی۔ پوچھا۔ اے عمر! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میرے شیعوں کے بارے میں ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہو۔ حضرت عمر نے کہا اپنی جان پر رحم کرو یہ سن کر حضرت علی کہنے لگے میں یہیں تیری خبر لیتا ہوں۔ پھر کمان کو زمین پر پھینکا تو وہ ایک بہت بڑا اژدھا بن گئی۔ وہ اژدہا اونٹ کی طرح منہ کھولے عمر کی طرف بڑھا۔ حضرت عمر نے چیخ ماری اور اللہ اللہ کرنے لگے اور کہنے لگے اے ابوالحسن! میں ایسی حرکت پھر کبھی نہ کروں گا۔ پھر منت سماجت کی۔ تو حضرت علی نے اس اژدھا پر جونہی اپنا ہاتھ رکھا۔ وہ پھر سے کمان کی شکل بن گئی۔ تو حضرت عمر یہ سب کچھ دیکھ کر خوفزدہ حالت میں گھر چلے گئے۔

واقعہ ۲: حضرت علی نے بول و براز بند کر کے لوگوں سے اپنی خلافت منوائی

آثارِ حیدری | بعد ازاں علی نے دعا کی کہ اے اللہ ان لوگوں کو پھر اپنی نشانیاں دکھا کہ یہ امر تیرے نزدیک سہل ہے تاکہ تیری حجت ان پر اور زیادہ تاکید کرے۔ الغرض جب وہ لوگ اپنے گھروں کی طرف واپس گئے تو اندر داخل ہونا چاہا۔ زمین نے ان کے پاؤں پکڑ لیے اور ان کو اندر جانے سے روک دیا اور آواز دی کہ ہمارے اندر تم کو قدم رکھنا حرام ہے جب تک کہ ولایت علی ابن ابی طالب پر ایمان نہ لاؤ۔ تب انھوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور یہ کہہ کر گھروں میں داخل ہوئے۔ پھر اندر جاکر دوسرے کپڑے بدلنے کے لیے اپنا لباس اتارنے کا ارادہ کیا تب وہ لباس ان پر بھاری ہو گئے اور وہ ان کو نہ اتار سکے اور کپڑوں نے ان کو آواز دی کہ تم پر ہمارا اتارنا آسان نہ ہوگا جب تک کہ ولایت علی بن ابی طالب کا اقرار نہ کرلو۔ پھر کھانا کھانے لگے اس وقت

لقمہ ان کے لیے بھاری ہو گیا اور جو لقمے بھاری نہ ہوئے تھے وہ ان کے منہ میں جا کر پتھر بن گئے اور ان کو آواز دی کہ تم پر ہمارا کھانا حرام ہے کہ جب تک کہ ولایت علی ابن ابی طالب کا اقرار نہ کر لو۔ تب انہوں نے ولایت علی کا اقرار کیا۔ بعد ازاں وہ پیشاب (پاخانہ کی ضروریات کو رفع کرنے لگے تب وہ عذاب میں مبتلا ہوئے اور ان کا دفیعہ ان کو متعذر ہوا اور ان کے پیٹوں اور آلات تناسل نے آواز دی کہ ہمارے ہاتھ سے خلاصی پانا تم کو حرام ہے کہ جب تک کہ ولایت علی بن ابی طالب کا اقرار نہ کر لو۔ اس وقت انہوں نے اس ولی خدا کی ولایت کا اقرار کیا۔

(آثار حیدری اردو ترجمہ تفسیر حضرت امام عسکری مطبوعہ امامیہ کتب خانہ لاہور ص ۵۵۶، ۵۵۷)

واقعہ ۳ : حضرت علی کے حکم سے فرشتوں نے حضرت عمر معاویہ اور یزید کو پیش کیا

آثارِ حیدری | اور امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ایسا ہی معجزہ جناب امیر علیہ السلام سے بھی ظہور میں آیا جب کہ آپ نے جنگ صفین سے مراجعت فرمائی اور ہمراہیوں کو اس پانی سے سیراب کیا جو ایک بڑے پتھر کے نیچے سے نکلا تھا جس کو آپ نے اس غرض سے اٹھا تھا کہ اس کی آڑ میں بیٹھ کر رفع حاجت کریں گے آپ کے لشکر کے کسی منافق نے کہا کہ میں اسکی شرمگاہ اور اس چیز کو جو اس سے نکلتی ہے دیکھوں گا کیونکہ وہ نبی کے مرتبہ کا دعویٰ کرتا ہے پھر اپنے ساتھیوں کو اس کے جھوٹ سے خبردار کروں گا۔ تب جناب امیر نے قنبر کو حکم دیا کہ اے قنبر! اس درخت اور اس کے سامنے کے درخت کے پاس جاؤ (اور ان دونوں میں ایک فرسخ سے زیادہ کا فاصلہ تھا) اور جا کر کہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وصی تم کو حکم دیتا ہے کہ دونوں آ کر باہم مل جاؤ۔ قنبر نے عرض کی کہ یا حضرت! کیا میری آواز ان

دونوں درختوں تک پہنچے گی ؛ فرمایا جو تمہاری نظر کو آسمان تک پہنچاتا ہے جو تم سے پانچ سو برس کی راہ ہے وہی تمہاری آواز کو بھی ان دونوں درختوں تک پہنچا دے گا۔ آخر کار قنبر نے جاکر ان کو آواز دی اور وہ ایک دوسرے کی طرف اس تیزی سے دوڑے گویا دو دوست ہیں جو مدت سے بچھڑے ہوئے ہیں اور ملنے کا نہایت اشتیاق ہے اور دونوں آکر باہم مل گئے ۔ یہ معجزہ دیکھ کر لشکر کے منافقوں کا ایک گروہ کہنے لگا کہ علی اپنے آپ کو (معاذ اللہ) سحر وجادو میں رسولِ خدا کی مثل گمان کرتا ہے ۔ نہ وہ رسول تھا نہ یہ امام ہے ۔ بلکہ حقیقت میں دونوں کے دونوں جادوگر ہیں لیکن ہم اس کے گرد چکر لگائیں گے تاکہ اس کی شرم گاہ اور جو کچھ اس میں سے نکلتا ہے اس کو دیکھیں ۔ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے اس کلام کو حضرت کے کان میں پہنچا دیا اور آپ نے کھلم کھلا قنبر سے فرمایا کہ منافقوں نے وصیِ رسول سے مکر و فریب کا ارادہ کیا ہے اور ان کا گمان یہ ہے کہ میں ان کے سامنے صرف دو درختوں ہی کی آڑ کر سکتا ہوں اور کچھ تدبیر نہیں کر سکتا اس لیے تم ان درختوں سے کہدو کہ وصیِ رسول تم کو حکم دیتا ہے کہ تم اپنی اپنی جگہ واپس چلے جاؤ ۔ قنبر نے ایسا ہی کیا اور وہ دونوں درخت اپنی اپنی جگہ واپس چلے گئے اور اس طرح ایک دوسرے سے جدا ہوئے جیسے کوئی بزدل شخص کسی دلیر اور شجاع بہادر سے ڈر کر بھاگتا ہے

پھر جناب امیر علیہ السلام نے جاکر بیٹھنے کے لیے اپنے کپڑے کو اٹھایا اور منافقوں کی ایک جماعت ان کی طرف تکنے کے لیے گئی ۔ جب حضرت نے اپنا کپڑا اٹھایا وہ سب کے سب نابینا ہو گئے اور ان کو کچھ بھی نظر نہ آیا ۔ تب انہوں نے اپنے منہ ادھر سے پھیر لیے اور ان کی آنکھیں اسی طرح روشن ہو گئیں جیسی پہلے تھیں ۔ پھر انہوں نے حضرت کی طرف نگاہ

کی اور اندھے ہو گئے اور برابر ایسا ہی وقوع میں آتا رہا کہ جب آپ کی طرف نظر اٹھاتے تھے۔ اندھے ہو جاتے تھے اور جب منہ پھیر لیتے تھے۔ دکھائی دینے لگتا تھا یہاں تک کہ حضرت رفع حاجت کر کے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے مقام پر تشریف لے آئے اور اسی دفعہ ہر ایک کو ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ اس کے بعد انہوں نے ارادہ کیا کہ اس جگہ جا کر دیکھیں کہ کیا چیز خارج ہوئی ہے۔ تب وہ اپنی جگہ کھڑے کے کھڑے رہ گئے اور وہاں سے قدم نہ اٹھا سکے اور جب واپس آنے کا ارادہ کیا تو قدم اٹھنے لگے اور سو بار ایسا ہی وقوع میں آیا۔ یہاں تک کہ وہاں سے کوچ کرنے کا حکم صادر ہوا اور وہاں سے روانہ ہوئے اور اپنی مراد کو نہ پہنچے اور اس بات سے ان منافقوں کو سوا اس کے اور کچھ حاصل نہ ہوا کہ ان کی سرکشی اور نافرمانی زیادہ ہوئی اور کفر و عناد بڑھ گیا۔

القصہ وہ منافق باہم ذکر کرنے لگے کہ دیکھو یہ بات کس قدر عجیب و غریب ہے کہ باوجود ان معجزات و آیات کے معاویہ اور عمر اور یزید کے مقابلہ سے رہا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ بات امیر المومنین کے کان تک پہنچائی اور حضرت نے حکم دیا کہ اے میرے پروردگار کے فرشتو! معاویہ اور عمر اور یزید کو لے آؤ اور ان منافقوں نے ہوا میں دیکھا کہ فرشتے حبشی چارپایوں کی صورت میں ہیں اور ایک ایک نے ان تینوں میں سے ایک ایک کو پکڑ رکھا ہے۔ پھر ان فرشتوں نے ان تینوں کو حضرت کے روبرو پیش کیا ناگاہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک تو معاویہ ہے اور ایک عمر اور ایک یزید ہے جناب امیر نے ان منافقوں سے فرمایا تم ان کو دیکھو اگر میں چاہتا تو ان کو قتل کرتا مگر میں نے

خود ہی ان کو چھوڑ رکھا ہے۔

آثار حیدری اُردو ترجمہ و تفسیر امام حسن عسکری امامیہ کتب خانہ لاہور

ص ۱۴۵ - ۱۴۶)

واقعہ ۴۱ بچپن میں حضرت علی شیر پر سوار ہو کر مکہ پہنچے تو قریب تھا کہ خوف سے شہر تباہ ہو جاتا

کتاب الانوار میں ہے،

آثار حیدری

جب سن شریف امیر المؤمنین کا کسی قدر زیادہ ہوا تو ایک روز لڑکوں میں کھیل رہے تھے کہ ناگاہ جبرئیل امین آپ کو اٹھا کر روضۂ ابراہیم خلیل پر کوہ حرئی میں لے گئے وہاں جبرئیل، اسرافیل اور میکائیل و دیگر ملائکہ نے لوار الحمد ورایۃ النصر کو جسے ذوالعقاب بھی کہتے ہیں۔ آپ کے سر مبارک پر کھولا اور مبارک باد دی۔ بعد ازاں آپ کی قدر و منزلت کو دس نبیوں کی قدر و منزلت کے ساتھ وزن کیا تو پلہ آپ کی شان کا بھاری نکلا۔ دس اوصیاء کو اس میں شامل کیا تب بھی آپ ہی بھاری نکلے۔ پس حضرت جبرئیل نے کہا کس لیے رازِ خدا کے درپے ہوئے ہو۔ یہ تحقیق کہ اگر تمام دنیا کو سوائے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک طرف رکھو گے اور اس فرزند ارجمند کو ایک طرف البتہ فضیلت و بزرگی اس کی راجح ہو گی۔ پس جبرئیل وجملہ ملائکہ جانبِ آسمان پرواز کر گئے اور حضرت امیر اسی مقام پر تنہا رہے اس وقت نیند آپ پر غالب آئی اور سو رہے۔ جانورانِ صحرا نے جو بوئے دلنواز نفس رسول کی اس دشت میں پائی۔ جوق در جوق اس طرف متوجہ ہوگئے۔ حق تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو اپنے ولی اور اپنے نبی کے وصی کی حفاظت کے لیے مقرر کیا۔ پس وہ فرشتہ آکر نزدیک حضرت کے بیٹھ گیا اور دستہ

ریحان ہاتھ میں لے کر مروحہ جنبائی کرتا تھا تا اینکہ آپ خواب راحت سے بیدار ہوئے پس فرشتہ آسمان کو چلا گیا۔ جانوران وحشی جو آپ کے گرداگرد حلقہ زن تھے۔ ان میں سے ایک شیر عظیم الخلقت کہ سرداران کا تھا آگے بڑھا اور سر کو قدموں پر شیر اللہ کے رکھ کر روتا تھا اور کہتا تھا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اے مولیٰ میرے اور امام میرے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بعد محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) ولیٔ خدا اور امام الورٰی ہیں اور باپ ہیں جملہ حجج خدا اَئمہ ہدٰی کے پس کرم کیجیے اور میری پشت پر سوار ہو بیٹھیے تاکہ میں حضرت کو درِ دولت تک پہنچاؤں اور اس امتیاز پر اپنے ہم چشموں میں عزت و فخر حاصل کروں پس امیر خیبر گیر پشتِ شیر پر سوار ہو کر گھر کو روانہ ہوئے۔ جملہ وحشیانِ صحرا آپ کے جلو میں تھے۔ یہاں کی کیفیت یہ تھی اور ادھر ابوطالب نے اپنے لختِ جگر کو نہ پایا اور ادھر ادھر ڈھونڈتے پھرنے لگے۔ والدہ ماجدہ جدا بیقرار تھیں انہوں نے فراق میں اپنے نوردیدہ کے جیب قمیص کو چاک کیا۔ یہ حالات دیکھ کر تمام بنی ہاشم میں تہلکہ مچ گیا۔ حمزہ وعباس وزبیر وحارث نے ابوطالب سے کہا ہم اپنی جان ومال نثار کرنے کو موجود ہیں۔ ابوطالب نے کہا کہ میرا فرزند کل صبح سے غائب ہے۔ کچھ پتہ اور نشان اس کا نہیں ملتا۔ ڈرتا ہوں ساحروں اور کاہنوں سے کہ عجائب اور معجزات اس کے دیکھ کر اس کے دشمن ہو رہے ہیں کوئی گزند اس کو نہ پہنچے۔ پس ابوطالب گھوڑے پر سوار ہو گئے اور حمزہ وعباس وغیرہ اولاد عبدالمطلب وبنی ہاشم سب آپ کے ساتھ سوار ہو گئے۔ تمام شہر ونواحِ شہر ڈھونڈ ڈالا مگر کہیں نشان آنحضرت کا نہ پایا۔ تب خانہ کعبہ کی طرف واپس آ گئے اور پردہ خانہ کعبہ کو پکڑ کر رونے اور گریہ وزاری کرنے لگے اور دعائیں مانگتے تھے کہ اے پروردگار!

میرے! بحق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ تیرے نبی اور برگزیدہ اور بحق اس خانۂ کعبہ کے کہ تیرا گھر ہے، میرے فرزند دلبند کو مجھ سے ملا دے۔ پس ناگاہ ایک ندا غیب سے آئی کہ اے ابوطالب! اندیشہ نہ کرو تمہارے فرزند کو کچھ خوف نہیں تھوڑی دیر میں تمہارا نورِ عین تم سے آملتا ہے۔ القصہ امیر المؤمنین شیر زیر پر سوار پیچھے جانورانِ صحرائی قطار در قطار آ رہے تھے۔ جبرئیل نے آکر لوائے الحمد و رأیۃ النصر کو سر مبارک پر سے کھولا۔ فرشتے پس و پیش یمین و یسار تہلیل و تسبیح خواں رواں تھے اور سواری کی شکوہ و شان بیرون از بیان رحمت اس وقت جنبش میں آئی۔ حورانِ بہشت نے نظارۂ جمالِ بے مثال ولی ذی الجلال کے لیے سر غرفوں سے باہر نکال دیے۔ درختانِ جنت جھومنے لگے اور مرغانِ خوش الحان شاخہائے درختاں پر چہچہاتے تھے۔ المختصر جب اس کر و فر سے امام عالی مقام داخل مکہ ہوئے تو شدتِ خوف و اضطراب سے ارکانِ شہر میں زلزلہ پڑ گیا بحدیکہ اگر قدم عطوفت شیم حضرت رسالت مآب پناہ کا درمیان نہ ہوتا تو نزدیک تھا کہ شہر الٹ جائے۔ یارے سواری محلہ بنی ہاشم میں پہنچی جونہی نظر مبارک حضرت امیر المؤمنین کی حضرتِ رسول خدا پر پڑی تو براہِ تعظیم شیر سے اتر کر سلام بجالائے۔ شیر نے جو حضرت خاتم الانبیاء کو دیکھا تو نزدیک جاکر دو زانو بیٹھ گیا اور کلمہ شہادتین پڑھتا اور امامت و ولایت امیر المؤمنین کا اقرار کرتا تھا۔

(تہذیب المتین فی تاریخ امیر المؤمنین جلد اول مطبوعہ یوسفی دہلی۔ ص ۳۲ - ۳۴)

واقعہ ۵ :

جناب علی علیہ السلام نے اپنے بعض خطبات میں ارشاد فرمایا ہے۔ میں وہ ہوں جس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں بعدِ رسول میرے بعد کوئی نہیں جانتا۔ میں وہ ذوالقرنین ہوں جس کا ذکر مصحفِ اولیٰ میں ہے۔ میں خاتم سلیمان کا مالک ہوں۔ میں یوم حساب کا مالک ہوں۔ میں صراط اور میدانِ حشر کا مالک ہوں۔ میں قاسم جنت و النار ہوں۔ میں اوّل آدم ہوں۔ میں اوّل نوح ہوں میں جبار کی آیت ہوں۔ میں اسرار کی حقیقت ہوں۔ میں درختوں کو پتوں کا لباس دینے والا ہوں۔ میں پھلوں کا پکانے والا ہوں۔ میں چشموں کا جاری کرنے والا ہوں۔ میں نہروں کو بہانے والا ہوں۔ میں علم کا خزانہ ہوں۔ میں حلم کا پہاڑ ہوں۔ میں امیر المؤمنین ہوں۔ میں سرچشمۂ یقین ہوں۔ میں زمینوں اور آسمانوں میں حجت خدا ہوں۔ میں مینہ نازل کرنے والا ہوں۔ میں صاعقہ ہوں۔ میں حقانی آواز ہوں میں قیامت ہوں ان کے لیے جو قیامت کی تکذیب کریں۔ میں وہ کتاب ہوں جس میں کوئی ریب نہیں۔ میں وہ اسمائے حسنہ ہوں جن کے ذریعہ خدا نے دُعا قبول کرنے کا حکم دیا ہے۔ میں وہ نور ہوں جس سے موسیٰ نے اقتباس کیا میں صور کا مالک ہوں۔ میں قبروں سے مردوں کو نکالنے (زندہ) کرنے والا ہوں میں یوم النشور کا مالک ہوں۔ میں نوح کا ساتھی اور اس کو نجات دینے والا ہوں۔ میں ایوب بلا رسیدہ کا صاحب اور اس کو شفا دینے والا ہوں۔ میں نے اپنے رب کے امر سے آسمانوں کو قائم کیا۔ میں صاحب ابراہیم ہوں۔ میں کلیم کا بھید ہوں۔ میں ملکوت کو دیکھنے والا ہوں۔ میں وہ حی ہوں جسے موت نہیں۔ میں تمام مخلوقات پر ولی حق ہوں۔ میں وہ ہوں جس کے سامنے بات

نہیں بدل سکتی۔ مخلوقات کا حساب میری طرف سے ہے۔ میں وہ ہوں جسے امر مخلوق تفویض کیا۔ میں خلیفۃ اللہ ہوں۔

(جلاء العیون مترجم جلد دوم ص ۱۰۰ - ۱۰۱ مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایجنسی انصاف پریس۔ لاہور)

واقعہ نمبر ۶: حضرت علی نے حضرت خالد کے گلے میں چکی کا پاٹ ڈال دیا جسے کوئی نہ توڑ سکا

جلاء العیون

ارشاد القلوب میں جابر بن عبد اللہ انصاری اور عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ ہم ابوبکر کی خلافت کے زمانہ میں ان کے پاس بیٹھے تھے۔ اس وقت خوب دن چڑھ گیا تھا کہ ناگاہ خالد بن ولید مخزومی ایک ایسے بڑے لشکر کے ساتھ آئے جس کے گھوڑوں کے سموں سے غبار آسمان تک چڑھ گیا تھا اور ان کے ہنہنانے سے زمین کا میدان گونج رہا تھا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کلاں چکی کا پاٹ خالد کی گردن میں پہنا ہوا ہے۔ جب خالد سامنے اپنے گھوڑے سے اتر کر مسجد کے اندر گئے اور ابوبکر کے روبرو کھڑے ہوئے لوگوں نے ان پر نظریں ڈالیں اور اس بات کو اپنے دلوں میں خوب سمجھ گئے اس دم خالد نے کہا کہ اے ابو قحافہ کے بیٹے اب تم انصاف کرو کہ خدا نے تم کو ایسی جگہ پر بٹھایا ہے جس کے تم سزاوار نہ تھے۔ تم اس مرتبہ ایسے بلند ہوگئے جیسے مچھلی پانی پر ابھر آتی ہے اور جب ہی ابھرتی ہے جب اس میں چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رہتی۔ پھر خالد نے طائف سے اپنے واپس آنے کی حالت اور حضرت علی کے راہ میں ملنے کی کیفیت کو بیان کرنے کے بعد کہا اے ابوبکر! علی نے اپنا ہاتھ میرے حلقوم پر مارا اور میرا گلا پکڑ کر گھوڑے سے نیچے گرا دیا اور مجھ کو گھسیٹتے ہوئے دور تک لے گئے

وہاں حارث بن کلاہ ثقفی کی کول چکی منگوائی اور اس کو بہت بڑا اور موٹا سا ایک پاٹ اٹھالیا اور میری گردن میں دونوں ہاتھوں سے اس طرح لپیٹ دیا جیسے کہ گرم کی ہوئی لاکھ کسی چیز سے لپٹ جاتی ہے اور سب ہمراہی میرے کھڑے ہوئے تماشا دیکھتے رہے۔ کسی کو حوصلہ نہ ہوا کہ کچھ بھی جرأت کر سکیں خدا ان کو اس خیانت کی سزا دے۔ یہ لوگ حضرت علی کو ایسی خائفانہ نظر سے دیکھتے تھے جیسے کوئی ملک الموت کو دیکھتا ہو۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کیا۔ ہر چند کہ قریب سو آدمیوں کے بلکہ زیادہ نہایت طاقتور پہلوان عرب لوگ اس پاٹ کے جدا کرنے کے واسطے جمع ہوئے لیکن کسی سے وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ اب ہم کو لوگوں کے مجبور ہونے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ علی نے جادو کیا ہے یا ان میں فرشتوں کی قوت ہے۔ ازاں بعد ابوبکر نے عمر کو طلب کیا اور قیس بن عبادہ انصاری کو بلا کر چکی کے پاٹ جدا کرنے کا حکم دیا۔ جب قیس بھی عاجز ہوا اور اس سے بھی علیحدہ نہ ہو سکا اور کچھ تدبیر نہ پڑی تو خالد اسی حالت سے کہ پاٹ اس کی گردن میں پڑا ہوا تھا۔ مدت دراز تک مدینہ میں پھرتے رہے۔ چند روز کے بعد پھر ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ حضرت علی ابھی سفر سے تشریف لائے ہیں اور ان کی پیشانی پر عرق آرہا ہے اور چہرے کا رنگ سرخ ہے۔ یہ خبر پاکر ابوبکر نے اقرع بن سراقہ باہلی اور اشوش بن اشمع ثقفی کو بھیجا کہ حضرت علی کو ہمارے پاس مسجد میں بلا لاؤ۔ وہ دونوں اسی دن حضرت کے پاس گئے اور پیام دیا کہ ابوبکر آپ کو کسی خاص کام کے لیے بلاتے ہیں جس کے سبب سے وہ بہت متردد ہیں۔ اس وقت وہ چاہتے ہیں کہ آپ ان کے پاس مسجد نبوی میں چلیں۔ حضرت علی نے اس بات کا کچھ جواب نہ دیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ

ہمارے سوال کا جواب نہیں دیتے جس کے لیے ہم آپ کے پاس آئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا تمہارا کیا بُرا طریقہ ہے مسافر پہلے تو اپنے گھر جاتا ہے۔ پھر ستا کر کسی سے ملتا جلتا ہے۔ یہ سن کر وہ دونوں ناکام واپس لوٹ آئے اس کے بعد جب حضرت علی کی نظر خالد پر پڑی فرمایا اے ابو سلیمان تمہاری گردن میں کیا اچھا ہار پڑا ہوا ہے۔ بہر حال دونوں طرف سے بڑی دیر تک گفتگو رنجش آمیز کدورت آمیز ہوتی رہی۔ جب ایسی گفتگو باہم ہونے لگی تب ابو بکر نے کہا کہ ہم اس لیے نہیں آئے ہیں بلکہ ہم آپ سے یہ عرض کرتے ہیں کہ خالد کی گردن میں سے اس لوہے کو کھول لو کہ اس کے بوجھ سے ان کو سخت تکلیف ہے اور ان کے حلقوم پر بھی اس کا اثر ہو گیا ہے۔ اب تو آپ نے اپنے سینے کی سوزش بجھالی۔ حضرت علی نے فرمایا کہ اگر ہم اپنے سینے کی سوزش بجھانا چاہتے تو ہماری ذوالفقار تابدار میں ان کی بیماری کا پورا علاج تھا اور یہ لوہا جو خالد کی گردن میں ہے ہم اس کو ہرگز جدا نہ کریں گے وہ خود ہی اس کو اپنی قوت سے جدا کر لیں یا دیکھیں تو تم میں سے کوئی ایسا طاقتور ہے جو اس کو جدا کر سکے۔ اس وقت بریدہ اسلمی اور عامر بن اشجع اور عمار یاسر نے بہت خوشامدیں درآمدیں کر کے التجائیں کیں مگر آپ نے کسی کے معروضہ پر خیال نہ فرمایا۔ آخر کار جب ابو بکر نے کہا کہ اے علی خدا کے واسطے اور اپنے بھائی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے خالد کی حالتِ زار پر رحم کیجیے اور اس طوق آہنی گراں سنگ کو ان کے حلق سے جدا کر دیجیے۔ جب ابو بکر نے بہت کچھ لجاجت و سماجت کی تب حضرت علی شرمندہ ہو گئے کیوں کہ آپ میں شرم و حیا بہت تھی۔ پھر آپ نے خالد کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا اور اس طوق کا ایک ٹکڑا توڑ کر اپنے ہاتھ پر پیٹے جاتے تھے۔ وہ موم کی طرح پٹتا جاتا تھا پہلے ٹکڑے

کو آپ نے خالد کے سر پر مارا۔ بعد اس کے دوسرا ٹکڑا کھول کر پھر خالد کے سر پر مارا تو خالد نے آہ کر کے کہا یا امیر المومنین: اس پر حضرت علی نے فرمایا کہ گو تم ناخوشی سے ہم کو امیر المومنین کہتے ہو۔ اگر اس لفظ کو نہ کہتے تو تیسرا ٹکڑا ہم تمہارے نیچے سے نکال لیتے اور وہ ویسے ہی برابر لوہے کو توڑتے رہے یہاں تک کہ کل پاٹ توڑ ڈالا۔ جب حاضرین نے یہ زور و توان دیکھا سب کے سب تعجب میں رہ گئے۔

(منظر الغرائب مصنفہ عمدۃ المناظرین بن مولوی محمد جہانگیر خان مطبوعہ مطبع اکبری آگرہ ص ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲)

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

مذکورہ قوت و شان علی کے واقعات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھتے ہی حضرت عمر کا رنگ پھیکا پڑ جاتا اور تادم آخر یہی کیفیت رہی۔

۲۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اتنے شہ زور تھے کہ عرب کے نامی پہلوان خالد بن ولید کو دو انگلیوں سے دبایا تو ان کے حواس گم ہو گئے اور ابوبکر و عمر کو یہ دیکھ کر چھڑانے کی ہمت تک نہ ہوئی۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دیا گیا تو جان چھوٹی۔

۳۔ خالد بن ولید باوجود لشکر کثیر ساتھ ہونے کے حضرت علی کو تکلیف دینے کی خواہش پوری نہ کر سکے بلکہ الٹا حضرت علی نے ان کے گلے میں لوہے کی سلاخ اس طرح موڑ کر لگا دی کہ کوئی بھی اسے کھول نہ سکا۔ بالآخر منت و سماجت کے بعد حضرت علی نے خود ہی اسے کھولا۔

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اتنی خداداد قوت کے مالک تھے کہ جب مرحب پر وار کیا تو تلوار مرحب

اس کی زرہ اور اس کے گھوڑے کو کاٹ کر زمین میں گھس گئی۔ اگر جبرئیل نہ روکتے تو ساتوں زمینیں کاٹ دیتی۔

۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا غصہ، غضبِ خدا کی دعوت تھا یہاں تک کہ مقرب فرشتے منہ کے بل گر گئے۔

۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اللہ نے یہ اعزاز عطا کیا کہ کمان ان کے ہاتھوں اژدہا بن گئی جس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بغیر معافی مانگنے کے اور کچھ نہ سوجھا۔

۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت منوانے کے لیے اللہ نے منکرین کے کپڑے چارپائیاں، کھانے کے لقمہ جات یہاں تک بول و براز کو پابند کر دیا اور آلہائے تناسل سمیت ان تمام اشیاء نے جب تک ولایتِ علی کا اقرار نہ کروالیا۔ ان کی بندش دور نہ ہوئی۔

۸۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم پر درخت آئے پھر واپس بھی گئے اور ان کے کہنے پر فرشتے عمر، معاویہ اور یزید کو اٹھا کر ہوا میں اڑا کر ان کے سامنے لے آئے اور آپ نے کہا اگر میں چاہتا تو ان کو قتل کر دیتا۔ مگر میں نے خود انہیں معاف کر دیا

۹۔ فرشتوں نے حضرت علی کو ایک پلڑے میں اور انبیاء کرام کو دوسرے پلڑے میں رکھا۔ لیکن حضرت علی کا پلڑا پھر بھی بھاری رہا اور آپ شیر نر پر بیٹھ کر مکہ شہر میں آئے تو اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں نہ ہوتے تو ان کے خوف سے مکہ الٹ جاتا۔

۱۰۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ زمین و آسمان کا تمام نظام میرے تصرف میں ہے۔ کائنات کو بسانا اجاڑنا میرے اختیار میں ہے۔

۱۱۔ حضرت علی نے خالد بن ولید کے گلے میں چکی کا پاٹ ڈال دیا جسے مدتِ دراز تک کوئی بھی نہ اتار سکا۔ لہٰذا ابوبکر صدیق بمع بہت سے ساتھیوں کے حضرت علی کے گھر گئے۔ بہت منت و سماجت کے بعد آپ راضی ہوئے اور ایک دو ٹکڑے

حضرت خالد کے سر پہ لٹے اور جب امیر المؤمنین کا لفظ سنا تو سر پر مارنا چھوڑ دیا اور پاٹ آثار دیا۔

لمحہ فکریہ :

ناظرین کرام : یہ چند واقعات خود شیعہ کتب کے حوالہ سے نقل کرنے کے بعد میں آپ سے انصاف چاہتا ہوں کہ ایسا صاحب قوت، صاحب معجزہ، صاحب تصرف اور یگانہ روزگار جس کی ماتحتی میں اسرافیل و میکائیل ایسے فرشتے ہوں اور جس کی ضرب سے تحت الثریٰ تک زمین اور آسمانوں کے فرشتے لرز اٹھیں۔ ان کے گلے میں رسی ڈال کر لوگ کھینچتے ہوئے ابوبکر صدیق کے پاس لے جائیں اور قتل کے خوف سے مجبوراً بیعت کر لیں۔ یہ کیسے ممکن ہے ؟ اور یابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی " کے الفاظ سے اپنی کمزوری، بے بسی اور مجبوری کا اظہار فرما کر ازروئے " تقیہ " ابوبکر صدیق کی بیعت کرنا کب ممکن ہے ؟ ان مذکورہ دس واقعات اور بیعت مکرہ میں کیا نسبت ہو سکتی ہے۔

اہل علم جانتے ہیں کہ نسبت کی چار ہی اقسام ہیں۔

۱۔ تباین۔
۲۔ توافق۔
۳۔ عموم خصوص مطلق۔
۴۔ عموم خصوص من وجہ

ان چار اقسام میں سے یہاں صرف تباین ہی ہو سکتی ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جس طرح پتھر اور انسان اکٹھے ہو نہیں سکتے۔ اسی طرح شجاعت علی اور شان علی کے واقعات مذکورہ کے ساتھ بیعت مکرہ کا کوئی اتحاد نہیں۔ اگر واقعی بیعت مکرہ تھی تو مذکورہ واقعات

غلط، اور اگر واقعات درست تو بیعت مکرہ خود ساختہ عقیدہ اور من گھڑت افسانہ۔

حق یہ ہے کہ حضرت علی کی شجاعت ضرب المثل ہے اور ایسے شجاع و بہادر کا مجبوراً بیعت کر لینا ثابت کرنا بہت بڑا دجل و فریب ہے جب کہ حضرت علی نے فرمایا "اگر پوری دنیا بھی میرے سامنے آجائے تو بھی حق کہنے سے نہیں روک سکتی بلکہ میں ان کی گردنیں اتارنے میں جلدی کروں گا" اب شیعہ حضرات کو دعوتِ غور و فکر دیتا ہوں اور شہیدِ کربلا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ خدارا انصاف سے کام لو اور ان واقعات کی روشنی میں بیعتِ مکرہ کے وجود بلکہ تصور کو بھی شانِ علی کے خلاف سمجھو۔

اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ

باب سوم

صحابہ کرام کے کامل الایمان اور جنتی ہونے کے قرآن اور کتبِ شیعہ سے دلائل

☆

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق اہل سنت وجماعت اور شیعہ حضرات کے عقائد

اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمام کے تمام "کامل الایمان" تھے اور ان مقدس شخصیات کے ذریعہ ہم تک قرآن پہنچا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بھی انہی کے ذریعہ دور دراز ممالک میں پھیلیں بلکہ انہی کے واسطے ہمیں دین و ایمان ملا۔ انہی کی پیروی نجات کا ذریعہ ہے۔ اللہ نے دیدار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی عظیم نعمت سے انہیں مشرف فرمایا جو ان کے بعد آنے والے کسی کو میسر نہ ہو سکی۔ سفر و حضر میں امن و جنگ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کو محفوظ کیا اور اپنی زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں سمو دی۔ اسی لیے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ

میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جس کی تم نے اقتدا کی ہدایت پا گئے۔

ادھر ان کے مخالفین اور بغض وعناد رکھنے والوں کے متعلق فرمایا:

مَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰهَ

جس نے انہیں دکھ پہنچایا اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی۔

اس سے واضح ہوا کہ صحابہ کرام کو اذیت دینے والا دراصل اللہ اور اس کے رسول کی اذیت کے درپے ہے۔

برخلاف اس کے اہلِ تشیع کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد صرف تین چار افراد صحیح مسلمان تھے باقی تمام صحابہ (معاذ اللہ) مرتد ہو گئے تھے۔ شیعہ مصنف اور محقق "محمد ابن عمر والکشی" کی تحریر دیکھیے:

عقائد شیعہ میں سوائے تین صحابہ کرام کے معاذاللہ سب مرتد تھے

رجال کشی

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ "ع" قَالَ كَانَ النَّاسُ اَهْلَ الرِّدَّةِ بَعْدَ النَّبِیِّ اِلَّا ثَلٰثَةٌ فَقُلْتُ وَمَنِ الثَّلَاثَةُ؟ فَقَالَ اَلْمِقْدَادُ بْنُ الْاَسْوَدِ، اَبُوْ ذَرِّ الْغِفَارِیْ، سَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ۔

۱۔ رجال الکشی ص ۱۲ مطبوعہ کربلا، سلمان فارسی

۲۔ تہذیب المتین فی تاریخ امیر المؤمنین ذکر مصیبت عظمیٰ و الکبریٰ۔

۳۔ احتجاج طبرسی جلد اول ص ۱۱۳ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید

ترجمہ: امام ابو جعفر جناب امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد تین آدمیوں کے سوا سب مرتد تھے

میں نے پوچھا وہ تین کون ہیں ، فرمایا مقداد بن الاسود ، ابوذر غفاری اور سلمان فارسی۔

ملا باقر مجلسیؒ نے بھی اس شیعی عقیدے کو تحریر کیا ۔ وہ لکھتا ہے :

حیات القلوب | عیاشی بسند معتبر از حضرت امام محمد باقر روایت کردہ است کہ چوں حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم از دنیا رحلت نمود مردم ہمہ مرتد شوند بغیر چہار نفر علی ابن ابی طالب ومقداد و سلمان و ابوذر۔

(حیات القلوب جلد دوم مطبوعہ نامی نولکشور ص ۱۰۲۳ ، باب پنجاہ وہشتم در فضائل بعض از اکابر صحابہ)

ترجمہ : عیاشی معتبر روایت کے ساتھ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے پردہ فرما گئے تو چار آدمیوں کو چھوڑ کر باقی سب مرتد ہو گئے تھے ۔ وہ چار حضرت علی بن ابی طالب، مقداد، سلمان اور ابوذر ہیں۔

ان دو عبارتوں سے تین یا چار صحابہ کرام کے علاوہ باقی سب کا مرتد (معاذ اللہ) ہونا ذکر ہوا ۔ اس عمومی عقیدے میں اگرچہ عمر بن الخطاب بھی آ جاتے ہیں لیکن خاص کر ان کے بارے میں جو عقیدہ ان کا مذکور ہے وہ بھی دیکھیں ۔

حیات القلوب | اے عزیز ! آیا از بعد ازیں حدیث کہ ہم عامہ روایت کردہ اند ہیچ را مجال آں ہست کہ شک کند در کفر عمر ، وکفر کسی کہ عمر را مسلمان داند۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۱۷۷ باب شست دوم در وصیت آنحضرت)

ترجمہ : اے دوست ! اس حدیث کے بعد جسے تم نے روایت کیا کیا کسی کو مجال ہے کہ عمر کے کفر میں شک کرے اور اس شخص کے کافر ہونے میں جس نے "عمر" کو مسلمان سمجھا " (معاذ اللہ)

جب آپ نے اہلِ سنت اور اہلِ تشیع کا صحابہ کرام کے بارے میں ایک عقیدہ ملاحظہ کر لیا تو ہم اس کے متعلق چند دلائل پیش کرنے کی جسارت کر رہے ہیں جن کو دیکھ کر اہلِ حق اور اہلِ باطل کا فرق بالکل واضح ہو جائے گا اور صحابہ کرام کے متعلق ایمان یا عدم ایمان کے بارے میں دلائل کی روشنی میں ہر شخص حق کو پہچان کر اسے قبول کرنے پر آمادہ ہو جائے گا۔

صحابہ کرام کے کامل الایمان اور جنتی ہونے پر دلائل

دلیل اوّل

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ۔ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ۔ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۔ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۔

(پ ۱۱ ۔ ع ۲)

ترجمہ: اور مہاجرین اور انصار میں سب سے پہلے (ایمان کی طرف) سبقت کرنے والے اور وہ لوگ جنہوں نے نیکی میں ان کی پیروی کی۔ خدائے تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ خدائے تعالیٰ سے راضی ہو گئے اور ان کے لیے ایسے باغ تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے

یہی سب سے بڑی کامیابی ہے اور تمہارے آس پاس کے بدوؤں میں سے بعض منافق ہیں اور بعض اہلِ مدینہ میں سے (بھی) نفاق پر اڑے ہوئے ہیں (اے رسول) تم ان کو نہیں جانتے۔ ہم ان کو خوب جانتے ہیں۔ عنقریب ہم ان کو دوہرا عذاب دیں گے۔ پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹ جائیں گے۔

(ترجمہ مقبول)

پہلی آیت میں "و السابقون الاولون" سے مراد ہجرت اور نصرت (مدد) کی طرف سبقت کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی سبقت کو اجمالی طور پر بیان فرمایا جس کی تفصیل کی ضرورت تھی تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ یہاں سبقت سے کیا مراد ہے تو اس اجمال کو "من المھاجرین و الانصار" سے دور فرما کر اس کی تفصیل و تشریح کر دی۔ جس سے سبقت کرنے والوں اور ان کے متبعین کا تعین واضح ہوا یعنی سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور سب سے پہلے مہاجرین کی امداد کرنے والے پھر ان کے بعد ہجرت اور نصرت سے موصوف ہونے والے سب جنتی ہیں۔ ان تمام "سابقین" میں سے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تو "رئیس المہاجرین" ہیں اور ان کی ہجرت اللہ تعالیٰ نے بطریقِ شخصی ذکر فرمائی"

اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" پ ۱۰ ع ۱۲

جب کہ ان لوگوں نے جو کافر ہو گئے تھے۔ اُسے ایسے وقت میں نکالا تھا کہ وہ دو میں کا دوسرا تھا جس وقت کہ وہ دونوں غار میں تھے اس وقت تمہارا رسول اپنے ساتھی کو کہہ رہا تھا کہ غم نہ کیجیے۔ بے شک اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔ (ترجمہ مقبول)

بلکہ بعض مفسرین نے اس مقام پر مہاجرین کی تفسیر یوں بھی بیان کی ہے۔

الذین ھاجروا من مکۃ الی المدینۃ و الی

الحبشة (مجمع البیان جلد ۳ ص ۶۴، جز ۵)

وہ لوگ جنہوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف اور حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

اعتراض :

بعض دشمنانِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان آیات کی تفسیر میں کچھ اور لکھا ہے جس سے (معاذاللہ) صحابہ کرام کا مومن ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ وہ اس طرح کہ " وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ " (تمہارے اردگرد کے دیہاتیوں میں سے کچھ منافق ہیں اور بعض اہلِ مدینہ بھی نفاق پہ اڑے ہوئے ہیں) سے مراد صحابہ کرام ہیں جن کا ایمان صرف ظاہری تھا تو ان کے لیے دوہرا عذاب بیان ہوا اور " السابقون الاولون " سے مراد " ایمان " میں سبقت کرنے والے ہیں اور ایمان میں اولیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حاصل ہے تو معلوم ہوا اس آیتِ کریمہ میں حضرت علی کی شان اور باقی صحابہ کی (معاذاللہ) مذمت بیان ہوئی ہے۔

جواب اوّل :

جہاں تک " السابقون الاولون " سے مراد انہوں نے صرف علی المرتضیٰ کی ذات لی ہے تو یہ " لغتِ عرب " کے سراسر خلاف ہے کیوں کہ یہ دونوں لفظ جمع مذکر کے ہیں جن کا مصداق صرف ایک شخص نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح " السابقون " میں سبقت سے مراد سبقت فی الایمان " لینا نص صریح کے مخالف ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سبقت کی تفسیر و تفصیل " من المہاجرین والانصار " کے الفاظ سے خود بیان فرمائی جس سے سبقت فی الہجرت والنصرت، مراد ہے۔

رہا یہ سوال کہ " و ممن حولکم من الاعراب الخ " سے دشمنانِ صحابہ کرام نے جو

اعتراض وسوال کی شکل بنائی ہے تو یہ سراسر غلط اور باطل ہے کیوں کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ منافقین کچھ تو بادیہ نشین مدینہ کے گرد و نواح میں رہائش رکھتے ہیں اور کچھ مدینہ شہر کے باسی ہیں لیکن اہل مکہ چاہے وہ مہاجرین کی صورت میں ہوں یا انصار کی شکل میں یہ لوگ منافقین نہیں تھے۔ اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان اور ان کی نصرت کا ذکر فرمایا۔ ملاحظہ ہو خود شیعہ تفسیر کا حوالہ،

منہج الصادقین | واز انانکہ گرداگرد شہر شمااند از اہلِ بادیہ منافقانند چوں اسلم واشجع وغفار وقوم او از جہنیہ ومزنیہ واشاں ایشاں کلمہ شہادت میگویند وبروزہ ونماز قیام مے نمایند واز اہلِ شہر شما نیز قومی اند کہ خو کردہ اند بر وجہ رسوخ اقامت کردہ اند بر نفاق تا در منافقی بمرتبہ مہارت دارند کہ تو کہ محمدی باوجود کمال فطنت وصدق فراست خود نیدانی ایشاں را یعنی کفر را در سویدائے دل خود پنہاں دارند و آثار ایماں واسلام بظہور می آرند پس تو ایشاں را با میان نمی شناسی۔ ما میدانیم ایشاں را کہ بر سر دل ایشاں مطلعیم زود باشد کہ عذاب کنیم ایشاں را دو مرتبہ یکے بفضیحت وقتل در دنیا ودیگر بعذابِ قبر واخذِ زکوٰۃ از ایشاں وتکلیف بجہاد واز ابن عباس مروی است کہ عذاب ایشاں در دنیا یکے آنکہ رسول روز جمعہ بر منبر خود خطبہ خواند بعد ازاں اشارہ کرد باہل نفاق وگفت فلاں فلاں از مسجد بیروں روید کہ از اہلِ نفاق اید۔ وچوں جمعے انام بر دینفاق ایشاں گواہ داد رسوا شدند واز مسجد بیروں رفتند وایں فضیحت ورسوائی یک عذاب است۔ ودوم عذاب قبر بعد ازاں باز گردانیدہ شوند در قیامت بعذابے بزرگ کہ آتش دوزخ است۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد چہارم ص ۳۳۰ وتفسیر خلاصہ منہج)

تفسیر خلاصہ المنہج تفسیر منہج الصادقین جلد دوم ص ۲۰۲ زیر آیت والسابقون پ ۱۱ ع ۲

ترجمہ: اور ان بادیہ نشینوں میں سے جو آپ کے شہر مدینہ کے ارد گرد بستے ہیں کچھ لوگ منافق ہیں جیسا کہ اسلم، اشجع، غفار اور اس کی قوم جہنیہ ومزنیہ اور ان کی طرح دوسرے

لوگ، یہ منافق کلمہ شہادت ادا کرتے ہیں اور نماز روزہ بھی کرتے ہیں اور آپ کے شہر مدینہ کے کچھ لوگ بھی ایسے ہیں جنہوں نے نفاق کو اپنے اندر راسخ کر رکھا ہے اور وہ منافقیت میں اس قدر ماہر ہیں کہ آپ باوجود پیغمبر ہونے کے اور صدق وفراست کے ساتھ موصوف ہوتے ہوئے بھی ان کو نہیں جانتے اور کفر کو اپنے دلوں کی گہرائیوں میں چھپا رکھا ہے اور ایمان واحسان کی علامات لوگوں کو دکھلاتے ہیں تو آپ انہیں شخصی طور پر نہیں پہچانتے۔ ہم ان کو خوب جانتے ہیں کیوں کہ ان کے دل کے بھید ہم سے مخفی نہیں۔ عنقریب انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے۔ ایک عذاب تو ان کو رسوائی اور قتل وشکست کا اس دنیا میں ہوگا اور دوسرا عذاب، عذاب قبر، اور ان سے زکوٰۃ کی وصولی اور جہاد کے لیے تیاری کی صورت میں ہوگا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کا دنیا میں عذاب ایک یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جمعہ کے دن مسجد کے منبر پر خطبہ دیا اور اس کے بعد کچھ حاضرین کا نام لے لے کر انہیں مسجد سے نکل جانے کو کہا کیوں کہ یہ لوگ منافق تھے۔ جب آپ نے بہت سے لوگوں کے نام لیے اور ان کے منافق ہونے کی گواہی دی تو وہ ذلیل ورسوا ہو گئے اور مسجد سے باہر نکل گئے تو ان کی یہ رسوائی ایک عذاب ہے۔ دوسرا عذاب قبر کا ہوگا۔ پھر اس کے بعد کل قیامت کو ایک بہت بڑے عذاب یعنی دوزخ کی آگ میں دھکیل دیے جائیں گے۔

اعلان ملا فتح اللہ کاشانی" کی اس تفسیر میں اس نے منافقین کے قبائل کا بھی ذکر کیا ہے، اور انکے ساتھ ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت بھی پیش کی ہے جن دونوں سے معلوم ہوا کہ منافق مخصوص قبائل میں سے تھے اور ایک مرتبہ منافقین کا نام لے کر " اخرج یا فلان اخرج یا فلان"، کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ذلیل ورسوا کر کے مسجد سے نکال دیا تھا تو تمام شیعہ حضرات کو میں اعلان وچیلنج کرتا ہوں کہ وہ کسی حوالہ سے یہ ثابت کر دکھائیں کہ ان

نکالے جانے والوں میں خلفائے ثلاثہؓ کو بھی بوجہ نفاق نکال دیا گیا تھا۔ تو نقد بیس ہزار روپیہ انعام دوں گا اور شیعہ بن جاؤں گا۔

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جنتی ہونے کی پیش گوئی فرمائی ہے اور ان لوگوں کا رد بھی فرمایا جو معاذ اللہ صحابہ کرام کو منافق بکتے لکھتے ہیں اور دوزخی تک کہنے کی جسارت کرتے ہیں۔

جواب نمبر۲:

فَإِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَإِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِی الْاَرْضِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۔

(توبہ پ ۱۰ ع ۱۶)

ترجمہ: پس اگر وہ توبہ کریں گے تو ان کے لیے بہتر ہوگا اور اگر وہ روگرداں ہوں گے تو اللہ ان کو دردناک عذاب سے معذب کرے گا اور زمین میں نہ ان کا کوئی حامی ہوگا اور نہ مددگار۔

(ترجمہ مقبول)

اس آیت کریمہ کی تفسیر صاحب منہج الصادقینؒ نے یوں کی ہے:

منہج الصادقین (فان یتولوا) واگر برگردند از توبہ وصر باشند بر نفاق (یعذبهم الله) عذاب کند خدا ایشاں را (عذابا الیما) عذابے دردناک (فی الدنیا) در دنیا بکشتن (و الاخرة) ودر آخرت بسوختن در

مالہم فی الارض) ونیست ایشاں را در زمین (من ولی) ہیچ دوستی ومتولی (ولا نصیر) ونہ یاری ومددگاری کہ عذاب از ایشاں بازدارد

(تفسیر منہج الصادقین جلد چہارم ص ۲۹۹ مطبوعہ تہران)

ترجمہ : اور اگر منافقین نے توبہ سے روگردانی کی اور نفاق پر ہی ڈٹے رہے تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں قتل اور آخرت میں جلانے کا سخت عذاب دے گا اور زمین میں ان کا کوئی دوست اور صاحبِ اختیار اور نہ ہی کوئی مددگار ہے جو ان سے اس عذاب کو دور کر سکے ۔

استدلال :

آیت مذکورہ میں شیعہ مفسر نے منافقین کے دنیوی اور اخروی عذاب کو اس طرح بیان کیا کہ دنیوی عذاب قتل کی شکل میں اور اخروی عذاب دوزخ میں جلائے جانے کی شکل میں ہو گا اور اس عذاب کے واقع ہونے سے کوئی بھی ان کا حامی اور دوست اس کو روک نہ سکے گا یعنی وہ عذاب یقینی ہے اہلِ انصاف جانتے ہیں کہ ان دونوں عذابوں سے ایک بھی تمام صحابہ کرام کو عموماً اور خلفائے ثلاثہ کو خصوصاً نہیں دیا گیا ۔ اگر بقول شیعہ صرف تین چار افراد ہی خالص مومن تھے تو ان میں سے کوئی نہ کوئی کسی زمانہ میں بقیہ صحابہ کرام سے لڑتا اور انہیں بموجب تفسیر قتل کر دیتا لیکن احادیث وتاریخ اس کے بالکل برعکس گواہی دیتے ہیں کہ صحابہ کرام میں بمعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کسی نے خلفائے ثلاثہ کی مخالفت نہیں کی اور نہ ہی ان سے جہاد کیا بلکہ ان کی اتباع کی ۔ ان کے پیچھے نمازیں ادا کیں ۔ ان کے ساتھ ان کی ماتحتی میں جنگ کی اور انہیں اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا جیسا کہ گزشتہ اوراق میں "نہج البلاغہ" احتجاج طبرسی اور تفسیر قمی " سے ہم ثابت کر چکے ہیں تو معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام اور خلفائے ثلاثہ خصوصاً کامل الایمان تھے بلکہ خلفائے ثلاثہ کاملین کے پیشوا اور امام تھے ۔

جواب نمبر۳ :

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيْلًا مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ـ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ـ

(احزاب پ۲۲ ع۵)

ترجمہ : اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں جھوٹی خبریں اڑانے والے باز نہ آئے تو ہم ضرور تم کو ان کے درپے کردیں گے۔ پھر وہ اس شہر میں تمہارے پڑوس میں نہ رہیں گے مگر بہت ہی کم اور ہر طرف سے ان پر لعنت ہوتی رہے گی اور وہ جہاں کہیں جائیں گے پکڑے جائیں گے اور ایسے قتل کیے جائیں گے جیسا کہ قتل کیے جانے کا حق ہے۔ اللہ کا قاعدہ ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے (یہی تھا) اور تم اللہ کے قاعدہ میں ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے۔

(ترجمہ مقبول)

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے صاحب مجمع البیان یوں رقمطراز ہے :

مجمع البیان

(اَلْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ) وَهُمُ الْمُنَافِقُوْنَ اَيْضًا الَّذِيْنَ كَانُوْا يُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ بِالْاَخْبَارِ الْكَاذِبَةِ الْمُضْعِفَةِ لِقُلُوْبِ الْمُسْلِمِيْنَ بِاَنْ يَقُوْلُوْا اِجْتَمَعَ الْمُشْرِكُوْنَ فِيْ مَوْضِعِ كَذَا قَاصِدِيْنَ لِحَرْبِ الْمُسْلِمِيْنَ وَ نَحْوَ ذَالِكَ وَيَقُوْلُوْنَ لِسَرَايَا الْمُسْلِمِيْنَ اِنَّهُمْ قُتِلُوْا وَهُزِمُوْا وَ

فِی الْکَلَامِ حَذْفٌ وَ تَقْدِیْرُہٗ لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ ھٰٓؤُلَآءِ عَنْ اَذَی الْمُسْلِمِیْنَ وَعَنِ الْاِرْجَافِ بِمَا یَشْغَلُ قُلُوْبَھُمْ (لَنُغْرِیَنَّکَ بِھِمْ) اَیْ لَنُسَلِّطَنَّکَ عَلَیْھِمْ یَا مُحَمَّدُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ الْمَعْنٰی اَمَرْنَاکَ بِقَتْلِھِمْ حَتّٰی تَقْتُلَھُمْ وَ تَخْلُوَ عَنْھُمُ الْمَدِیْنَۃُ۔

(تفسیر مجمع البیان جزء ۸ جلد چہارم ص ۳۷۰۔۳۷۱)

ترجمہ: مدینہ میں مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لیے جھوٹی خبریں اڑانے والے بھی منافقین ہی تھے اور وہ کبھی تو یہ کہتے کہ فلاں جگہ مشرکین، مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے اکٹھے ہو رہے ہیں اور کبھی یہ کہتے کہ مسلمانوں کے فلاں لشکر کو شکست ہو گئی اور وہ قیدی بھی بنا لیے گئے۔ اللہ کے اس کلام میں کچھ الفاظ محذوف ہیں۔ اصل کلام اس طرح ہے "لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ ھٰٓؤُلَآءِ عَنْ اَذَی الْمُسْلِمِیْنَ وَعَنِ الْاِرْجَافِ بِمَا یَشْغَلُ قُلُوْبَھُمْ، (لَنُغْرِیَنَّکَ بِھِمْ) یعنی اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کا معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ ہم نے آپ کو انہیں قتل کرنے کا حکم دے دیا ہے لہٰذا آپ انہیں ضرور تہ تیغ کریں گے اور مدینہ کی فضاؤں کو ان سے پاک و شفاف فرما دیں گے۔

(ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَکَ فِیْھَآ اِلَّا قَلِیْلًا مَّلْعُوْنِیْنَ) کے تحت ملا فتح اللہ کاشانی نے یہ لکھا ہے:

(…ی الصادقین …) ہر آئینہ ترا بر قتال ایشاں تحریص کنیم۔ وبعد از آن مجاورت وہمسائگی نکنند با تو، (فیھا) در مدینہ (الا قلیلا) مگر زمانی اندک و یا مجاوری اندک چہ در اندک فرصتی مستاصل گردند۔ (تفسیر منہج الصادقین جلد ۷، ص ۳۳۴)

ترجمہ: ہم بہر صورت آپ کو ان کے قتل کرنے پر آمادہ کریں گے اور اس کے بعد مدینہ شہر میں وہ آپ کے ہمسایہ تھوڑی دیر یا تھوڑی ہمسائیگی ہی کر سکیں گے۔ کیوں کہ بہت جلد وہ تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

"علامہ طبرسی" (سُنَّۃَ اللّٰہِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ) کے ضمن میں یوں بیان کرتا ہے۔

مجمع البیان | وَ الْمَعْنیٰ سَنَّ اللّٰہُ فِی الَّذِیْنَ یُنَافِقُوْنَ الْاَنْبِیَاءَ وَ یُرْجِفُوْنَ بِھِمْ اَنْ یُقَتَّلُوْا حَیْثُمَا ثُقِفُوْا عَنِ الزَّجَاجِ (وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا) اَیْ تَحْوِیْلًا وَ تَغْیِیْرًا اَیْ لَا یَتَھَیَّأُ لِاَحَدٍ تَغْیِیْرُھَا وَ لَا قَلْبُھَا مِنْ جِھَتِھَا لِاَنَّہٗ سُبْحَانَہٗ اَلْقَادِرُ الَّذِیْ لَا یَتَھَیَّأُ لِاَحَدٍ مَنْعُہٗ مِمَّا اَرَادَ فِعْلَہٗ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جزء ۸ ص ۳۷۱)

ترجمہ:

(گزشتہ قوموں میں اللہ کی سنت) کا معنی یہ ہے کہ جن لوگوں نے انبیاء کرام سے منافقت کی اور ان کو جھوٹی خبریں سناتے رہے ان کی سزا اللہ کی طرف سے یہ ہے کہ جہاں کہیں ملیں قتل کر دیے جائیں (سنت اللہ کی تبدیلی) کا معنی یہ ہے کہ کسی کو بھی یہ میسر نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے طریقہ میں تغیر و تبدل کر سکے کیوں کہ اللہ سبحانہ وہ قادر مطلق ہے کہ اس کے ارادے سے اسے کوئی بھی باز نہیں کر سکتا۔

"تفسیر صافی" میں اس مقام کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

تفسیر صافی | سَنَّ اللّٰہُ ذٰلِکَ فِی الْاُمَمِ الْمَاضِیَۃِ وَ ھُوَ اَنْ یُقْتَلَ

الَّذِيْنَ نَافَقُوا الْاَنْبِيَاءَ وَسَعَوا فِيْ وَهْنِهِمْ بِالْاِرْجَافِ وَنَحْوِهِ (اَيْنَمَا ثُقِفُوْا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيْلًا) لِاَنَّهٗ لَا يُبَدِّلُهَا وَلَا يَقْدِرُ اَحَدٌ عَلٰى تَبْدِيْلِهَا۔

(تفسیر صافی جلد دوم ص ۳۶۷)

ترجمہ: گزشتہ امتوں میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو پیغمبروں سے منافقت کرتے رہے اور انہیں جھوٹی خبروں سے کمزور کرنے کے حربے استعمال کرتے رہے اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ چلا آ رہا ہے کہ جہاں کہیں وہ ملتے انہیں قتل کر دیا جاتا رہا۔ اور آئندہ کے لیے اللہ کے اس طریقہ میں ہرگز تبدیلی نہیں پاؤ گے کیوں کہ اللہ کے طریقہ کو نہ تو کوئی تبدیل کر سکتا ہے اور نہ کسی کو اس پر قدرت حاصل ہے۔

شیعہ مفسرین کے حوالہ سے مذکورہ آیت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱: منافقین جب تنبیہ کے بعد بھی اپنی روش سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ وعدہ فرمایا کہ وہ آپ کو ان پر تسلط عطا فرمائے گا اور آپ کے ہاتھوں کیفرِ کردار تک پہنچیں گے۔

۲: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی اللہ نے وعدہ فرمایا کہ وہ منافقین مدینہ میں اب چند دن کے مہمان ہیں۔ اس کے بعد ہلاکت ان کا مقدر بن چکی ہے۔

۳: انبیاء سابقین کے ساتھ منافقت کرنے والوں کے بارے میں اللہ کا یہی طریقہ کار فرما رہا کہ بالآخر ان کے نہ رکنے پر انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا۔

۴: اللہ نے اپنے طریقہ کے بارے میں واضح فرما دیا کہ اے میرے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ میرے اس طریقہ میں ہرگز تبدل و تغیر نہ پائیں گے کیوں کہ ایسا کوئی بھی نہیں جو میرے

ارادہ کو پورا کرنے میں آڑے آئے۔

ان امورِ مذکورہ سے بالکل عیاں ہے کہ حضور کے زمانہ کے منافقین اس وقت چند دن کے مہمان تھے، پھر انہیں مدینہ میں ٹھہرنا نصیب نہ ہوا اور بالآخر قتل ہو کر اپنے انجام کو پہنچ گئے جس طرح پہلے سے ہوتا رہا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم تو ساری زندگی مدینہ میں قیام پذیر رہے۔ نہ حضور نے انہیں مدینہ بدر کیا اور نہ انہیں آپ نے قتل کروایا۔ لہٰذا ان حضرات پر منافقت کا الزام لغو اور بے ہودہ ہے بلکہ یہ حضرات تو اللہ کے اس انعام کے مصداق ہیں جو اس نے "والذین ھاجروا فی اللہ من ما ظلموا الخ" آیت کریمہ میں بیان فرمایا۔

ہماری نہ مانیے، ذرا اپنوں کی سن لیجیے

"علامہ طبرسی" نے لکھا ہے:

مجمع البیان (والذین ھاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا) معناہ والذین فارقوا اوطانھم ودیارھم واھالیھم فرارا بدینھم واتباعا لنبیھم فی اللہ ای فی سبیلہ لابتغاء مرضاتہ من بعد ما ظلمھم المشرکون وعذبوھم بمکۃ وبخسوھم حقوقھم (لنبوئنھم فی الدنیا حسنۃ) ای بلدۃ حسنۃ بدل اوطانھم وھی المدینۃ عن ابن عباس وقیل لنعطینھم حالۃ حسنۃ وھی النصر والفتح وقیل ھی ما استولوا علیہ من البلاد وفتح لھم من الولایات۔

(تفسیر مجمع البیان جلد سوم جز ششم ص ٣٦١)

ترجمہ: آیت مذکورہ کا معنی یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنے دین کی خاطر اپنے وطن،

شہر اور اپنا گھر بار چھوڑا اور اپنے نبی کی اتباع کرتے ہوئے اور خدا کی رضا چاہتے ہوئے انہوں نے ایسا کیا جب کہ مشرکین نے ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے اور مکہ میں ان کو تکالیف پہنچائیں اور ان کے حقوق پامال کیے تو ان تمام تکالیف و مصائب کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم ان کو دنیا میں ان کے شہروں کے بدلہ "مدینہ" عطا کریں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم انہیں پہلی حالت سے زیادہ بہتر حالت عطا کریں گے اور وہ نصرت و فتح ہو گی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بہت سے شہروں کا قبضہ اور مختلف حکومتوں کو زیر نگیں کرنا مراد ہے۔

خلاصۂ کلام :

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین سے دو وعدے فرمائے ہیں۔ ایک دنیا میں اور دوسرا آخرت کے ساتھ ہے دنیاوی وعدہ تو بلاشک پورا ہو گیا کیوں کہ مہاجرین کو بہترین شہر مدینہ عطا ہوا اور بقول ابن عباس بہترین فتح اور مدد بھی ان کو عطا ہوئی اور مختلف ممالک اور شہروں پر اللہ نے انہیں اقتدار بھی عطا فرمایا اور سب سے بڑی "حسنہ" تو یہ کہ خلفائے ثلاثہ میں سے شیخین رضی اللہ عنہما کو بعد از وصال بھی روضۂ رسول میں حضور کی معیت حاصل ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

نوٹ: مکہ یا مدینہ میں افضلیت کے بارے میں تو علماء کا اختلاف ہے لیکن روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم" کی افضلیت میں سب متفق ہیں۔ کائنات تو کیا بلکہ عرش و کرسی و لوح و قلم سے بھی علی الاطلاق افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شیخین کریمین کو بعد از وصال وہ جگہ عطا فرمائی جو سب اشیاء سے افضل و اعلیٰ ہے اور یہ معیت قیامت تک

اور قیامت کے بعد بھی قائم رہے گی۔

اہلِ ایمان و انصاف غور فرمائیں کہ انبیاء کرام کے علاوہ اس مقام و مرتبہ کا دوسرا اور کون ہو سکتا ہے؟ اس لیے امت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ "افضل البشر بعد الانبیاء" صدیق اکبر ہیں۔ اور ان کے بعد فاروقِ اعظم پھر عثمان غنی اور اس کے بعد شیرِ کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

صحابہ کرام کے کامل الایمان اور جنتی ہونے کی

دلیل دوم

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ (پ۲۶ الفتح)

ترجمہ: اور جو اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا۔ اللہ اس کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جو روگردانی کریگا اسے دردناک عذاب میں معذب فرمائے گا۔ بے شک اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب کہ وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے۔ اور جو کچھ ان کے دلوں میں ہے وہ اس سے آگاہ ہے۔ پھر اس نے تسکین ان پر نازل فرمائی اور ان کو ایک قریب کی فتح سے بدلہ عطا فرمائے گا۔ (ترجمہ منقول)

شیعہ مفسرین سے مذکورہ آیت کی تفسیر

منہج الصادقین | دہمہ اصحاب بیعت کردند برآنکہ مطلقاً راہ گریز نجویند تاآں کہ کشتہ شوند یا فتح نمایند۔ وحضرت فرمود یک کس بدوزخ نرود ازاں مومناں کہ زیر درخت ثمرہ بیعت کردند وایں بیعت را بیعت رضواں نام نہادند بجہت آنکہ حق سبحانہٗ درحق ایشاں فرمود (لقد رضی اللہ) بتحقیق کہ خدائے تعالیٰ خوشنود گشت (عن المؤمنین) از گرویدن اصحاب (اذ یبایعونک) وقتی کہ بیعت کردند باتو (تحت الشجرۃ) در زیر درخت (فعلم) پس خدائے میداند (ما فی قلوبھم) آنچہ در دلہائے ایشاں است از خلوص عقیدت وصفا نیت در زیر درخت و وفا وصداقت نسبت تو

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۸ ص ۳۶۵، ۳۶۶)

ترجمہ: اس بات پر تمام صحابہ کرام نے بیعت کی کہ ہم یا تو شہید ہو جائیں گے یا فتح سے ہمکنار لیکن آپ سے کبھی کنارہ کش نہ ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہ جائے گا جنہوں نے اس درخت کے نیچے مجھ سے بیعت کی۔ اس بیعت کو "بیعت رضوان" کہتے ہیں۔ کیوں کہ ان بیعت کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی کا اس طرح ذکر فرمایا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی ہو گیا جب کہ انہوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور وہ بیعت کیکر کے درخت کے نیچے ہوئی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان کی خلوص عقیدت اور صفائی نیت کو جو انہوں نے بوقت بیعت کی اور اللہ ان کی صداقت اور وفا کو بھی بخوبی جانتا ہے۔

"علامہ طبری ؒ نے اس آیت کی تفسیر یوں بیان کی ہے۔

مجمع البیان (لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ) يَعْنِي بَيْعَةَ الْحُدَيْبِيَةِ وَتُسَمّٰى بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ لِهٰذِهِ الْاٰيَةِ وَرِضَاءُ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ عَنْهُمْ هُوَ اِرَادَتُهٗ تَعْظِيْمَهُمْ وَاِثَابَتَهُمْ وَهٰذَا اِخْبَارٌ مِنْهُ سُبْحَانَهٗ رَضِيَ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَايَعُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحُدَيْبِيَةِ تَحْتَ الشَّجَرَةِ الْمَعْرُوْفَةِ وَهِيَ شَجَرَةُ السَّمُرَةِ (فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ) مِنْ صِدْقِ النِّيَّةِ فِي الْقِتَالِ وَالْكَرَاهَةِ لَهٗ لِاَنَّهٗ بَايَعَهُمْ عَلَى الْقِتَالِ عَنْ مُقَاتِلٍ وَقِيْلَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْيَقِيْنِ وَالصَّبْرِ وَالْوَفَاءِ (فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ) وَهِيَ اللُّطْفُ الْقَوِيُّ لِقُلُوْبِهِمْ وَالطُّمَانِيْنَةُ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد پنجم جز نہم ص ۱۱۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ یقیناً ان مومنوں سے راضی ہو گیا جن کی تعداد متعدد روایاتِ مشہورہ کے مطابق ۱۵۲۵ تھی جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت حدیبیہ کی جسے "بیعت رضوان" کہتے ہیں کیوں کہ اللہ نے ان سے اپنی "رضا" کا وعدہ فرمایا اور اس کی رضا در اصل ان کی تعظیم کے ارادے اور ان کی ثابت قدمی کے ذریعہ ظاہر فرمائی تھی اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خبر ہے کہ اللہ ان مومنوں سے راضی ہوا جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر حدیبیہ میں ایک درخت کے نیچے بیعت کی اور وہ درخت کیکر کا درخت مشہور ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی صدق نیت کو جانتا ہے جو جہاد کے بارے میں ان کے سخت رد میں

تھی۔ کیوں کہ ان کی بیعت لڑائی کی خاطر تھی۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ ان کے دلوں میں جو یقین، صبر اور وفا تھے۔ اللہ کو ان کا بخوبی علم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر سکینہ نازل فرمائی جو ان کے قلوب کی مضبوطی اور طمانیت کا ذریعہ بنی۔

اس تفسیر سے یہ امور ثابت ہوئے:

---

۱ : ۱۵۲۵ صحابہ کرام جنہوں نے حدیبیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر بیعت کی۔ وہ تمام روئے زمین کے انسانوں سے افضل تھے۔

۲ : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ان حضرات میں سے کوئی بھی دوزخی نہیں بلکہ سب جنتی ہیں۔

۳ : اس بیعت کو "بیعتِ رضوان" اس لیے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بیعت کرنے والوں کو اپنی خوشنودی کا مژدۂ جانفزا سنایا۔

۴ : اللہ کی خوشنودی کی وجہ یہ تھی کہ اللہ ان کی صفائی نیت اور خلوصِ عقیدت، صبر، صداقت اور وفاداری کو بخوبی جانتا تھا۔

۵ : اس کی رضا کا اظہار اور اس سے مراد ان حضرات کی عظمت کو چار چاند لگانا ہے۔

خلاصۂ کلام :

"بیعتِ رضوان" میں شریک تمام حضرات اس وقت دنیا کے افضل ترین انسان تھے اور ان میں سے کوئی بھی دوزخی نہ تھا اور ان کی نیت، عقیدت، صبر، یقین، وفا اور صداقت اللہ کو معلوم تھی۔ تو ان امور سے معلوم ہوا کہ یہ سب حضرات کامل الایمان اور جنتی ہیں۔ لہٰذا ان لوگوں کو شرم آنی چاہیے جو پھر بھی ڈھٹائی کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ تین چار صحابہ کے علاوہ کوئی بھی مومن نہ ... نت میں نہیں جائے گا۔

اگر وہ بقول شیعہ مرتد تھے (معاذ اللہ) تو کیا مرتد جنتی ہوتا ہے اور اللہ کی رضا اس کے شاملِ حال ہوتی ہے ؟

خدا کہے میں راضی ہوا، نبی کہے وہ جنتی ہیں۔ تم کو ان کا ایمان ہی سرے سے نہیں تو تمہاری بیہودہ اور لغو کلام کوئی مانے یا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی خبر پر یقین کرے ؟ لہٰذا تمہیں اور تمہارے متبعین کو اس مردود عقیدے سے توبہ کرنی چاہیے اور خلوصِ نیت سے صحابہ کرام سے عقیدت رکھنی چاہیے۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

نوٹ: بیعتِ رضوان کا مختصر واقعہ یوں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ شریف میں قریش مکہ سے گفتگو کرنے کے لیے بھیجا کہ ہمارا ارادہ لڑنے کا نہیں بلکہ حج اور عمرہ کی نیت سے آئے ہیں تو قریشِ مکہ نے حضرت عثمان کو قید کر لیا۔ ادھر خبر اڑی کہ حضرت عثمان شہید کر دیے گئے تو اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان کا بدلہ لیے بغیر میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ لوگوں کو بیعت کے لیے طلب فرمایا تو سب سے پہلے حضرت عثمان کے بدلہ لینے کے معاملہ میں بیعت کرنے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے۔

تفسیر صافی میں یوں مذکور ہے:

تفسیر صافی | عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كَتَبَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى مُعَاوِيَةَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ بَايَعَ رَسُولَ اللهِ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

(تفسیر صافی جلد دوم ص ۵۰۲)

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے کیکر کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر (عثمان کا بدلہ لینے کے بارے میں) بیعت کی۔

صحابہ کرام کے کامل الایمان اور جنتی ہونے پر
دلیل سوم

آیت :

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ
الَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا. لَهُمْ
مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ -

(انفال پ ۱۰ ع ۲)

ترجمہ : اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے راہ خدا میں ہجرت کی اور جہاد کیے اور جنہوں نے جگہ دی اور نصرت کی۔ برحق مومن وہی ہیں بخشش اور عزت کی روزی انہی کے لیے ہے۔

(ترجمہ مقبول)

شیعہ مفسرین سے مذکورہ آیت کی تفسیر

"تفسیر صافی" میں مذکور ہے :

تفسیر صافی | لِاَنَّهُمْ حَقَّقُوْا اِیْمَانَهُمْ بِالْهِجْرَةِ وَالنُّصْرَةِ وَالْاِنْسِلَاخِ
مِنَ الْاَهْلِ وَالْمَالِ وَالنَّفْسِ لِاَجْلِ الدِّیْنِ -

(تفسیر صافی جلد اول ص ۶۷۹)

ترجمہ : اس لیے کہ انہوں نے ہجرت کر کے نصرت و امداد کے ذریعہ اور مال و گھر والوں سے جدائی کر کے اپنے ایمان کی حقانیت اور صداقت کو پختہ کر دکھایا کیوں کر

ان کا یہ سب کچھ دین کی خاطر تھا۔

علامہ طبرسیؒ اسی آیت کے ذیل میں یوں رقمطراز ہیں:

مجمع البیان | ثُمَّ عَادَ سُبْحَانَهُ اِلٰی ذِکْرِ الْمُهَاجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَمَدْحِهِمْ وَ الثَّنَاءِ عَلَیْهِمْ فَقَالَ (وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ) اَیْ صَدَّقُوْا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ هَاجَرُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اَوْطَانِهِمْ یَعْنِیْ مِنْ مَکَّةَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ وَجَاهَدُوْا مَعَ ذَالِکَ فِیْ اِعْلَاءِ دِیْنِ اللّٰهِ (وَ الَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْا) اَیْ ضَمُّوْهُمْ اِلَیْهِمْ وَ نَصَرُوْا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ۔ (اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا) اَیْ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ حَقَّقُوْا اِیْمَانَهُمْ بِالْهِجْرَةِ وَ النُّصْرَةِ بِخِلَافِ مَنْ اَقَامَ بِدَارِ الشِّرْکِ وَ قِیْلَ مَعْنَاهُ اِنَّ اللّٰهَ حَقَّقَ اِیْمَانَهُمْ بِالْبِشَارَةِ الَّتِیْ بَشَّرَهُمْ بِهَا وَ لَمْ یَکُنْ لِّمَنْ لَّمْ یُهَاجِرْ وَلَمْ یَنْصُرْ مِثْلُ هٰذَا۔

(تفسیر مجمع البیان جلد دوم جزو رابع ص ۵۶۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے پھر مہاجرین و انصار کی مدح و ثنا شروع فرمائی اور کہا اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یعنی (ایمان لانے کا معنیٰ) انہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور اپنے وطن مکہ سے مدینہ ہجرت کی اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ کے دین کی بلندی کی خاطر جہاد بھی کیا۔ اور وہ لوگ جنہوں نے ان مہاجرین مجاہدین کو اپنے ہاں جگہ دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی۔ یہ لوگ حقیقی مومن ہیں یعنی کچھ حضرات نے ہجرت کے ذریعے

اور دوسروں نے ان کی نصرت کے ذریعے اپنے ایمان کی حقانیت واضح کر دی۔ برخلاف ان کے جو "دارالشرک" میں ٹھہرے رہے (اور ہجرت وجہاد نہ کیا) اور اس کا معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بشارت کے ذریعہ جو انہیں دی گئی۔ ان کے ایمان کی تصدیق کر دی اور جن لوگوں نے ہجرت بھی نہ کی اور مہاجرین کی مدد بھی نہ کی ان کے لیے ایسی بشارت نہیں۔

"تفسیر مجمع البیان" میں ہی "لهم مغفرة ورزق كريم" کے تحت مذکور ہے

لَا يَشُوْبُهُ مَا يَنْقُصُهُ وَقِيْلَ الرِّزْقُ الْكَرِيْمُ هٰهُنَا طَعَامُ الْجَنَّةِ لِاَنَّهُ لَا يَسْتَحِيْلُ فِيْ اَجْوَافِهِمْ نَجْوًا بَلْ يَصِيْرُ كَالْمِسْكِ رِيْحًا۔

ترجمہ: "رزق کریم" ایسا رزق ہے جس میں کمی کا شائبہ تک نہ ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ "رزق کریم" سے یہاں جنتی کھانا مراد ہے۔ کیوں کہ جنتیوں کے پیٹ میں (جنتی کھانا کھانے کی وجہ سے) پاخانہ کا وجود ناممکن ہے بلکہ وہ کھانا پیٹ میں جاکر خوشبو ہی خوشبو ہو جائے گا۔

مذکورہ آیت کے تحت شیعہ تفاسیر سے چند امور ثابت ہوئے

۱: مہاجرین نے اہل وعیال اور گھر بار چھوڑ کر اپنے ایمان کو سچا کر دکھایا اور انصار نے انہیں اپنے ہاں جگہ دے کر اور ہر قسم کے تعاون کے ذریعہ اپنے ایمان کو سچا کر دکھایا۔

۲: مہاجرین کا اپنے اہل وعیال اور گھر بار کا چھوڑنا صرف اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے تھا۔

۳: اللہ نے ان کے خلوص نیت کی بنا پر ان کے ایمان کی تصدیق فرمائی۔

۴ : یہ انعام ان مومنین کو نہ مل سکا جو ایمان تو لائے لیکن مکہ میں ہی رہے۔
۵ : اللہ تعالیٰ مہاجرین و انصار دونوں کو ان کی خدمات و ایثار کی وجہ سے جنت میں رزق عطا کرے گا جو پیٹ میں گندگی کی بجائے خوشبو پیدا کرے گا۔

خلاصۂ کلام :

ان تمام امورِ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ مہاجرین و انصار نے جہاں اپنے رویہ سے اپنے ایمان کی تصدیق کر دی وہاں اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے خلوص نیت کو دیکھتے ہوئے انہیں مومن حقیقی کہا اور پھر انہیں جنت میں پہنچانے وہاں "رزق کریم" دینے کا مژدہ بھی سنایا تو نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ یہ حضرات کامل الایمان تھے۔ اور کل قیامت کو ان کا مسکن جنت ہو گا۔ کیا کوئی مرتد بھی اللہ سے ایمان کی تصدیق کروا سکتا ہے؟ اور کیا مرنے کے بعد وہ جنت میں جائے گا؟ ہرگز نہیں۔

لہٰذا یہ عقیدہ بالکل باطل ہے کہ تین چار کو چھوڑ باقی سب صحابہ (معاذ اللہ) مرتد ہو گئے تھے، اس سے توبہ کریں اور خدا سے ڈریں۔

صحابہ کرام کے کامل الایمان اور جنتی ہونے پر

دلیل چہارم

آیت :

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَ الَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا

يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا۔

(پ ۲۶ - ع ۱۲)

ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ ان کے ساتھی کفار کے لیے سخت اور باہمی بہت نرم ہیں تم انہیں رکوع سجود میں اللہ کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرتے پاؤ گے۔ ان کے ماتھوں پر آثار سجدہ نمایاں ہیں۔ یہ مثال ان کی توراۃ میں ہے اور انجیل میں ان کی مثال ایک کھیتی کی طرح ہے کہ اس نے اپنی کونپل نکالی پھر اپنے تنے پر کھڑی ہو گئی۔ اب کھیتی والے کو خوش کرتی ہے تاکہ ان سے کفار کو غیظ و غضب دلائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں ایمان والوں اور نیک کام کرنے والوں سے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

شیعہ تفاسیر:

مجمع البیان

۱: "مجمع البیان" میں اس آیت کے تحت اس کی تفسیر یوں مرقوم ہے:

(مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ) نَصَّ سُبْحَانَهٗ عَلٰى اِسْمِهٖ لِيُزِيْلَ كُلَّ شُبْهَةٍ تَمَّ الْكَلَامُ هُنَا۔ ثُمَّ اَثْنٰى عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ فَقَالَ (وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّاءُ

عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ) قَالَ الْحَسَنُ بَلَغَ مِنْ تَشَدُّدِهِمْ عَلَى الْكُفَّارِ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَتَحَرَّزُوْنَ مِنْ ثِيَابِ الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى لَا تَلْتَزِقَ بِثِيَابِهِمْ وَ عَنْ اَبْدَانِهِمْ حَتّٰى لَا تَمَسَّ اَبْدَانَهُمْ وَ بَلَغَ تَرَاحُمُهُمْ فِيْمَا بَيْنَهُمْ اَنْ كَانَ لَا يَرٰى مُؤْمِنٌ مُؤْمِنًا اِلَّا صَافَحَهٗ وَ عَانَقَهٗ وَ مِثْلُهٗ قَوْلُهٗ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ (تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا) هٰذَا اِخْبَارٌ عَنْ كَثْرَةِ صَلَاتِهِمْ وَمُدَاوَمَتِهِمْ عَلَيْهَا (يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا) اَيْ يَلْتَمِسُوْنَ بِذٰلِكَ زِيَادَةَ نِعَمِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ وَيَطْلُبُوْنَ مَرْضَاتِهٖ (سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ) اَيْ عَلَامَاتِهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنْ تَكُوْنَ مَوَاضِعُ سُجُوْدِهِمْ اَشَدَّ بَيَاضًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَطِيَّةَ قَالَ شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ يَكُوْنُ مَوَاضِعُ سُجُوْدِهِمْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَقِيْلَ هُوَ التُّرَابُ عَلَى الْجِبَاهِ لِاَنَّهُمْ يَسْجُدُوْنَ عَلَى التُّرَابِ لَا عَلَى الْاَثْوَابِ عَنْ عِكْرِمَةَ وَسَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَ اَبِي الْعَالِيَةِ وَقِيْلَ هُوَ الصُّفْرَةُ وَ النُّحُوْلُ عَنِ الضَّحَّاكِ قَالَ الْحَسَنُ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ مَرْضٰى وَمَا هُمْ بِمَرْضٰى ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۵ جزء ۹ ص ۱۲۷ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نصاً ذکر فرمایا تاکہ ہر قسم کے شبہ کا ازالہ کر دیا جائے۔ یہ مکمل جملہ ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مومنین کی تعریف کی اور فرمایا جو رسول اللہ کے ساتھی ہیں وہ کفار کے لیے سخت اور آپس میں نرم دل ہیں "حسن" کہتے ہیں کہ ان کا کفار کے لیے سخت ہونا اس قدر تھا کہ ان مشرکین کے کپڑوں کی طرح کپڑے بھی نہ پہنتے تھے اور ان کے بدن سے اتنی نفرت تھی کہ بدن کے ساتھ بدن لگنا گوارا نہ تھا۔ لیکن آپس میں ان کی شفقت اس قدر تھی کہ اگر ایک مومن دوسرے کو دیکھ لیتا تو اس سے مصافحہ اور معانقہ کیے بغیر نہ رہتا۔ یہی مضمون اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ان الفاظ میں ذکر فرمایا "اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ" (تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا) ان کو رکوع و سجود میں دیکھنا در اصل ان کی کثرتِ نماز اور پابندیٔ نماز کا ذکر ہے (يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا) یعنی نماز کی پابندی کے سبب اللہ تعالیٰ سے زیادہ نعمتوں کے سائل تھے اور اس کی خوشنودی کے متلاشی تھے (سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ) یعنی قیامت کو ان مومنین کی علامت یہ ہو گی کہ ان کے مقامِ سجود (ہاتھ، پاؤں، چہرہ) روشن اور سپید ہوں گے۔

حضرت ابن عباس اور عطیہ سے شہر بن حوشب نے کہا کہ ان کے مقام سجود چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے اور کہا گیا ہے اس علامت سے مراد ان کی پیشانی پر لگی مٹی ہے کیوں کہ وہ مٹی پر سجدہ کرتے تھے۔ کپڑے وغیرہ بچھا کر نہیں۔ عکرمہ، سعید بن جبیر اور ابو العالیہ سے اور کہا گیا ہے کہ اس علامت سے مراد ان کے چہروں کی زردی ہے۔ حسن کہتے ہیں جب تو انہیں دیکھے گا تو تجھے بیمار لگیں گے۔ حالاں کہ وہ بیمار نہیں (بلکہ کثرتِ نماز اور خوفِ خدا سے ان کے چہرے زرد پڑ چکے ہیں)۔

۲ : "منہج الصادقین" میں " ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ إِلَى يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ " کے تحت تفسیر کرتے ہوئے، علامہ کاشانی نے یوں لکھا ہے :

منہج الصادقین | وبرہر آئینہ این مثل یا از برائے بیان حال حضرت رسالت است یا اصحاب یعنی ہمچنانکہ دانۂ مزرع در بدایت حال شاخہائے ضعیف ونحیف ازو پیدا میشود وبتدریج تربیت می یابد۔ تا کہ قوی وجسیم میشود۔ وسبب تعجب مزارعان میگردد حضرت رسالت واصحاب نیز در بدایت حال در نہایت نحافت وضعف بودند وبعد از آں بر سبیل تدریج قوت میگرفتند تا کہ قوت تمام گرفتہ بر جمیع عالمیان فائق آمدند وسبب تعجب مردمان شدند وبا ینکہ این مثل از برائے بیانِ حال حضرت رسالت شد۔ در بدار اسلام بے یار ومعاون بود وبعد از آں بسبب اہلِ بیت واصحاب قوت پیدا کرد۔ پس زرع آنحضرت باشد وشطائہ اصحاب او کہ دست اورا قوی گردانیدند۔ یعنی ہمچناں کہ زرع در اوّل حال دقیق است وبتدریج غلیظ وقوی میشود۔ وشاخہا براو متلاحق میگردد وبحیثیتے مے شود کہ مزارعان از قوت وکثرت آں متعجب میگردند۔ پیغمبر نیز در اوّل حال کہ برامر رسالت برخواست۔ بسبب عدم معاون وناصر در کمال ضعف بود۔ بعد از آں خدائے تعالیٰ اورا نیرومند گردانید باہل ایمان بروجہی کہ مردمان از قوت وشوکت وبسلطت او تعجب کردند۔ یا آنکہ مثل آنحضرت بودہ باشد کہ در بدار اسلام در نہایت ضعف وقلت بودند، بعد از آں بسیار شدند۔ وکار ایشاں بمرتبۂ ترقی نمود کہ عالمیان از کثرت ایشاں تعجب نمودند۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ہشتم صفحہ ۳۸۹)

ترجمہ : بہر حال یہ مثال یا تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت بیان کرنے کے لیے

یا آپ کے صحابہ کی حالت بیان کرنے کے لیے دی گئی یعنی جس طرح زمین میں دانہ پھوٹنے کے بعد ابتداءً اس کی شاخیں اور پتے کمزور ہوتے ہیں اور آہستہ آہستہ ان میں قوت و جسامت آتی ہے جسے دیکھ کر انسان تعجب کرتا ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ شروع شروع میں نہایت کمزور و ناتواں تھے پھر اس کے بعد وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انہیں قوت ملتی رہی یہاں تک کہ تمام دنیا پر غالب آگئے اور لوگوں نے یہ دیکھ کر تعجب کیا۔ اس وجہ سے کہ یہ مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت ہو کہ ابتدائے اسلام میں آپ بے یار و مددگار تھے پھر اہلِ بیت اور صحابہ کرام کے ذریعہ آپ کو مضبوطی ملی تو اس تفسیر کے مطابق "کھیتی خود حضور ہوئے اور اس کے "پتے شاخیں" آپ کے صحابہ ہوئے جنہوں نے آپ کو قوت پہنچائی یعنی جس طرح کہ پودا شروع میں دبلا پتلا اور کمزور ہوتا ہے پھر آہستہ آہستہ وہ مضبوط اور موٹا ہوتا ہے اور اس کی شاخیں ایک دوسرے کے ساتھ معاون اور مددگار بنتی ہیں اور پھر ان کی قوت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ کسان ان کی قوت اور کثرت سے تعجب میں پڑجاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی حال تھا۔ آپ جب "امرِ رسالت" کے لیے اُٹھے تو معاون و مددگار کوئی نہ تھا اور اس وجہ سے کمزوری تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے ذریعہ آپ کو قوت بہم پہنچائی جسے دیکھ کر لوگ ششدر رہ گئے یا یہ بھی مفہوم ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد خود صحابہ کرام کی ابتدائی کیفیت ہو جب وہ بوجہ قلتِ تعداد کے کمزور تھے۔ پھر مومنین بکثرت ہونے پر اللہ نے انہیں شوکت و دبدبہ عطا فرمایا جسے دیکھ کر دنیا دنگ رہ گئی۔

۳ "یعجب الزراع" کے تحت علامہ طبرسی نے یوں تحریر کیا ہے:

مجمع البیان | هٰذَا مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِمُحَمَّدٍ وَّ اَصْحَابِهٖ فَالزَّرْعُ

مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالشَّطْاءُ اَصْحَابُهٗ
وَالْمُؤْمِنُوْنَ حَوْلَهٗ وَكَانُوْا فِىْ ضُعْفٍ وَّ قِلَّةٍ كَمَا يَكُوْنُ
اَوَّلُ الزَّرْعِ رَقِيْقًا ثُمَّ غَلُظَ وَ قَوِىَ وَتَلَاحَقَ فَكَذٰلِكَ
الْمُؤْمِنُوْنَ قَوّٰى بَعْضُهُمْ بَعْضًا حَتّٰى اسْتَغْلَظُوْا وَ
اسْتَوَوْا اَمْرُهُمْ (لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ) اَىْ
اِنَّمَا كَثَّرَهُمُ اللّٰهُ وَقَوَّاهُمْ لِيَكُوْنُوْا غَيْظًا لِّلْكَافِرِيْنَ
بِتَوَافُرِهِمْ وَ تَظَاهُرِهِمْ وَ اِتِّفَاقِهِمْ عَلَى الطَّاعَةِ
ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَهٗ (وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ) اَىْ وَعَدَ مَنْ اَقَامَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَالطَّاعَةِ
(مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً) اَىْ سِتْرًا عَلٰى ذُنُوْبِهِمُ الْمَاضِيَةِ
(وَ اَجْرًا عَظِيْمًا) اَىْ ثَوَابًا جَزِيْلًا دَائِمًا۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۵ جز ۹ ص ۱۲۸)

ترجمہ: یہ مثال اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی دی ہے تو کھیتی خود حضور ہوئے اور اس سے پھوٹنے والی ٹہنیاں اور پتے صحابہ کرام ودیگر مومنین ہوئے تو شروع کھیتی کی طرح ابتداءً یہ بھی کمزور تھے۔ پھر جس طرح پودا ذرا بڑھتا ہے موٹا اور طاقتور ہوتا ہے۔ اسی طرح مومنین بھی بعض دوسرے مومنین کے ملنے سے مضبوط ہو گئے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زیادتی اور قوت اس لیے عطا فرمائی تاکہ وہ کفار کے لیے اپنی کثرت اور غلبہ کی بناء پر غیظ وغضب کا سبب بنیں اور انہیں اللہ کی اطاعت میں متفق دیکھ کر کافر جل بھن جائیں۔ ان مومنین کے لیے ان کے زمانہ ماضی کے گناہوں کی اللہ نے پردہ پوشی فرما دی۔ اور بہت بڑا اور دائمی ثواب عطا فرمایا

مذکورہ آیت اور اس کی شیعہ تفسیروں سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱ : صحابہ کرام کفار کے ساتھ اتنے سخت تھے کہ ان کے کپڑوں اور اجسام سے اپنے کپڑے اور جسم تک نہیں لگنے دیتے تھے۔

۲ : نماز کی کثرت اور پابندئ اوقاتِ نماز کے ساتھ اللہ کی خوشنودی کے طالب تھے

۳ : کل قیامت کو ان کے اعضائے وضو چودھویں کے چاند جیسے منور ہوں گے۔

۴ : "الزرع" سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اور آپ کے صحابہ بھی ہو سکتے ہیں۔

۵ : صحابہ کرام کی کثرت اللہ نے اس وجہ سے کی تاکہ وہ اس کثرت، قوت اور اطاعت کی وجہ سے کفار و مخالفین اسلام کیلئے سبب غیظ و غضب بنیں اور وہ انہیں روز افزوں دیکھ کر حسد کی آگ میں جل کر مر جائیں۔

۶ : اللہ تعالیٰ نے کثرتِ سجود کے ذریعہ اپنے فضل کے متلاشی لوگوں کے پچھلے گناہ معاف کر کے آئندہ اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا۔

خلاصہ کلام :

صحابہ کرام اور اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین آپس میں اس قدر شیر و شکر تھے کہ بجز بوقتِ ملاقات مصافحہ اور معانقہ کر لیتے خوش نہ ہوتے۔ اس لیے ان کے باہمی بغض و عداوت کے تصریحات اور واقعات سب شیعہ لوگوں کے من گھڑت ہیں اور وہ بھی متاخرین شیعہ نے گھڑے ہیں۔ متقدمین شیعہ مفسرین کے اقوال آپ نے ابھی پڑھے ہیں۔ وہ اس کے منکر ہیں۔

خلاصہ کلام :

صحابہ کرام اللہ کے اس درجہ مقبول و منظور تھے کہ ان کے حسن سیرت کو ازلی علم

کی بنا پر جانتے ہوئے اس نے تورات و انجیل میں ان کی مدح و ثنا فرمائی اور آخر کار ان کی مغفرت اور دخول جنت کا مژدہ بھی سنایا۔ لہٰذا ایسے نفوسِ قدسیہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد مرتد ہو جانا قطعاً خلافِ عقل و نقل ہے اور اس قسم کی روایات بھی شیعہ لوگوں کی من گھڑت واہیات ہیں۔ خدا عقل و سمجھ عطا فرماوے۔

صحابہ کرام کے کامل الایمان اور جنتی ہونے پر

دلیل پنجم

آیت :

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّۃِ وَقَدْ کَفَرُوْا بِمَا جَآءَکُمْ مِّنَ الْحَقِّ یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِیَّاکُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ رَبِّکُمْ ۔ اِنْ کُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِھَادًا فِیْ سَبِیْلِیْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ تُسِرُّوْنَ اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّۃِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَا اَخْفَیْتُمْ وَمَا اَعْلَنْتُمْ وَمَنْ یَّفْعَلْہُ مِنْکُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ۔

(پارہ ۲۸، رکوع ۷)

ترجمہ :- اے ایمان لانے والو! تم میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم ان سے محبت سے پیش آتے ہو حالانکہ جو حق تمہارے پاس آچکا ہے وہ اس کے قطعی منکر ہو چکے ہیں۔ وہ رسول کو اور تم کو اسی بنا پر تو نکالتے ہیں کہ تم اللہ اپنے پروردگار پر ایمان رکھتے ہو۔ اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے کے لیے اور میری خوشنودی حاصل کرنے کے لیے (اپنے گھروں سے)

نکلے ہو (تو ایسا نہ کرو کہ) تم ان کو چپکے چپکے دوستی کے پیغام دیتے ہو حالانکہ جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جس کا تم اظہار کرتے ہو میں اس سے خوب واقف ہوں اور جو تم میں سے ایسا کرے گا وہ راہِ راست سے قطعی بھٹکا ہوا ہے۔

(ترجمہ مقبول)

مذکورہ آیت کے تحت شیعہ تفاسیر:

۱۔ اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں شیعہ مفسرین میں سے "علامہ طبرسی" نے یوں لکھا ہے:

مجمع البیان

نُزِلَتْ فِیْ حَاطِبِ بْنِ اَبِیْ بَلْتَعَةَ وَ ذَالِكَ اَنَّ سَارَةَ مَوْلَاةَ عَمْرِو بْنِ صَیْفِیْ بْنِ هِشَامٍ اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ بَعْدَ بَدْرٍ بِسَنَتَیْنِ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمُسْلِمَةً جِئْتِ قَالَتْ لَا قَالَ اَمُهَاجِرَةً جِئْتِ قَالَتْ لَا قَالَ فَمَا جَاءَ بِكِ قَالَتْ كُنْتُمُ الْاَصْلَ وَ الْعَشِیْرَةَ وَ الْمَوَالِیْ وَ قَدْ ذَهَبَ مَوَالِیْ وَ احْتَجْتُ حَاجَةً شَدِیْدَةً فَقَدِمْتُ عَلَیْكُمْ لِتُعْطُوْنِیْ وَ تَكْسُوْنِیْ وَ تَحْمِلُوْنِیْ قَالَ فَاَیْنَ اَنْتِ مِنْ شُبَّانِ مَكَّةَ وَ كَانَتْ مُغَنِّیَةً نَائِحَةً قَالَتْ مَا طُلِبَ مِنِّیْ بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ فَحَثَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَیْهَا بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَكَسَوْهَا وَحَمَلُوْهَا وَ اَعْطَوْهَا نَفَقَةً وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَجَهَّزُ لِفَتْحِ مَكَّةَ فَاَتَاهَا حَاطِبُ بْنُ اَبِیْ بَلْتَعَةَ وَكَتَبَ

مَعَهَا كِتَابًا اِلٰى اَهْلِ مَكَّةَ وَاَعْطَاهَا عَشَرَةَ دَنَانِيْرَ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَشَرَةَ دَرَاهِمَ عَنْ مُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ
وَكَسَاهَا بُرْدًا عَلٰى اَنْ تُوْصِلَ الْكِتَابَ اِلٰى اَهْلِ مَكَّةَ
وَكَتَبَ فِي الْكِتَابِ مِنْ حَاطِبِ بْنِ اَبِيْ بَلْتَعَةَ اِلٰى اَهْلِ مَكَّةَ
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ يُرِيْدُكُمْ فَخُذُوْا حِذْرَكُمْ فَخَرَجَتْ
سَارَةُ وَنَزَلَ جِبْرِيْلُ فَاَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِمَا فَعَلَ فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَعَمَّارًا وَعُمَرَ وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ
وَمِقْدَادَ بْنَ الْاَسْوَدِ وَاَبَا مَرْثَدٍ وَكَانُوْا كُلُّهُمْ
فُرْسَانًا وَقَالَ لَهُمُ انْطَلِقُوْا حَتّٰى تَاْتُوْا رَوْضَةَ خَاخٍ
فَاِنَّ بِهَا ظَعِيْنَةً مَعَهَا كِتَابٌ مِنْ حَاطِبٍ اِلَى
الْمُشْرِكِيْنَ فَخُذُوْهُ مِنْهَا فَخَرَجُوْا حَتّٰى اَدْرَكُوْهَا فِيْ
ذَالِكَ الْمَكَانِ الَّذِيْ ذَكَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالُوْا لَهَا اَيْنَ الْكِتَابُ فَحَلَفَتْ بِاللّٰهِ مَا
مَعَهَا مِنْ كِتَابٍ فَنَحَّوْهَا وَفَتَّشُوْا مَتَاعَهَا فَلَمْ
يَجِدُوْا مَعَهَا كِتَابًا فَهَمُّوْا بِالرُّجُوْعِ فَقَالَ عَلِيٌّ (ع)
وَاللّٰهِ مَا كَذَبْنَا وَسَلَّ سَيْفَهُ وَقَالَ لَهَا اَخْرِجِي
الْكِتَابَ وَاِلَّا وَاللّٰهِ لَاَضْرِبَنَّ عُنُقَكِ فَلَمَّا رَاَتِ
الْجِدَّ اَخْرَجَتْهُ مِنْ ذَوَائِبِهَا قَدْ اَخْبَاَتْهُ فِيْ شَعْرِهَا
فَرَجَعُوْا بِالْكِتَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَاَرْسَلَ اِلٰى حَاطِبٍ فَاَتَاهُ فَقَالَ لَهُ هَلْ تَعْرِفُ الْكِتَابَ

قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا حَمَلَكَ عَلٰى مَا صَنَعْتَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كَفَرْتُ مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَلَا غَشَشْتُكَ مُنْذُ نَصَحْتُكَ وَلَا اَحْبَبْتُهُمْ مُنْذُ فَارَقْتُهُمْ وَلٰكِنْ لَمْ يَكُنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ اِلَّا وَلَهٗ بِمَكَّةَ مَنْ يَمْنَعُ عَشِيْرَتَهٗ وَكُنْتُ عَرِيْرًا فِيْهِمْ اَيْ غَرِيْبًا وَكَانَ اَهْلِيْ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ فَخَشِيْتُ عَلٰى اَهْلِيْ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا وَقَدْ عَلِمْتُ اَنَّ اللّٰهَ يُنْزِلُ بِهِمْ بَاْسَهٗ وَاَنَّ كِتَابِيْ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ شَيْئًا فَصَدَّقَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَذَرَهٗ فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَقَالَ دَعْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُدْرِيْكَ يَا عُمَرُ لَعَلَّ اللّٰهَ اِطَّلَعَ عَلٰى اَهْلِ بَدْرٍ فَغَفَرَ لَهُمْ فَقَالَ لَهُمْ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد پنجم جزء ختم ص ۲۶۹، ۲۷۰ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: آیت مذکورہ حاطب بن ابی بلتعہ" کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سارہ نامی لونڈی جو عمرو بن صیفی بن ہشام کی تھی۔ غزوہ بدر کے دو سال بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ اسے حضور نے پوچھا تو مسلمان ہو کر آئی ہے؟ کہنے لگی نہیں۔ پھر پوچھا۔ ہجرت کر کے آگئی ہے؟ اس نے پھر انکار کیا۔ آپ نے پوچھا تو پھر یہاں آنے کی کیا وجہ ہے؟ کہنے لگی کہ آپ لوگ ہی میرے موالی اور رشتہ دار تھے۔ میرے موالی چلے آئے

مجھے ان کے بعد سخت ضروریات پیش آئیں تو میں ان ضروریات کی وجہ سے تمہارے پاس حاضر ہوئی ہوں تاکہ مجھے تم کھانے پینے، رہائش اور سواری کی شکل میں کچھ دو۔ آپ نے پوچھا مکہ کے وہ نوجوان کہاں ہیں جنہیں تو نغمہ اور گانے سے مسرور کرتی تھی کیوں کہ یہ گانے والی اور نوحہ کرنے والی مشہور عورت تھی۔ کہنے لگی غزوہ بدر کے بعد میرا بازار سرد پڑ گیا۔ کسی نے اس قسم کی کبھی سفارش نہیں کی تو یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبد المطلب کو جوش دلایا انھوں نے اس مغنیہ کو کھانے پینے، لباس اور سواری عطا کی۔ ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لیے تیاری فرما رہے تھے تو حاطب بن ابی بلتعہ اس عورت کے پاس آیا اور اسے اہلِ مکہ کے لیے ایک رقعہ دیا۔ ابن عباس کی روایت کے مطابق دس دینار اور مقاتل بن حیان کی روایت کے مطابق دس درہم بھی دیے اور ایک چادر بھی عنایت کی اور یہ سب چیزیں اس شرط پر کہ تجھے یہ رقعہ اہلِ مکہ کو پہنچانا ہے اس رقعہ میں لکھا تھا کہ یہ رقعہ حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مکہ والوں کی طرف ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر چڑھائی کا ارادہ فرما رہے ہیں تو اپنا بچاؤ کر لو تو یہی سارہ نامی عورت وہ رقعہ لے کر مکہ کی طرف چل پڑی۔ اس اثنا میں جبرئیل بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور آپ کو حاطب بن ابی بلتعہ کی ساری کارروائی بتادی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، عمار، عمر، زبیر، طلحہ، مقداد بن اسود اور ابو مرثد کو اس کی گرفتاری کے لیے ارسال فرمایا۔ یہ سب گھڑسوار تھے اور فرمایا کہ جب تم خاخ نامی باغ میں پہنچو تو تمہیں ایک مسافرہ نظر آئے گی اس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ کا مشرکینِ مکہ کے نام ایک رقعہ ہے وہ اس سے لے لینا تو یہ سب چل پڑے حتیٰ کہ بعینہٖ اسی مقام پر جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا تھا اس عورت کو پا لیا۔ پوچھا رقعہ کہاں ہے کہنے لگی۔ بخدا میرے

پاس رقعہ وغیرہ شکل کی کوئی چیز نہیں۔ اسے ایک طرف لے جا کر خوب تفتیش کی لیکن کچھ بھی برآمد نہ ہوا تو انہوں نے واپسی کا ارادہ کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کذب بیانی کی ہے اور نہ ہی ہم جھوٹے ہیں۔ یہ کہہ کر تلوار تانی اور گرجدار آواز میں کہا نکال رقعہ کہاں ہے ورنہ میں تیری گردن اڑا دوں گا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سختی دیکھ کر اس نے اپنی مینڈھیوں سے بالوں میں چھپایا ہوا رقعہ نکالا۔ وہ رقعہ لے کر جب یہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے حاطب بن ابی بلتعہ کو بلایا۔ یہ آئے اور پوچھا۔ کیا اس رقعہ کو جانتے ہو؟ کہنے لگے۔ جی۔ تو آپ نے پوچھا تمہیں ایسا کرنے پر کس بات نے مجبور کیا تھا۔ حاطب کہنے لگے یا رسول اللہ! جب سے اسلام قبول کیا کبھی کفر نہیں کیا اور آپ کی نصیحت کرنے کے بعد میں نے ہرگز کبھی منافقت نہیں کی۔ اور جب سے اہل مکہ کو چھوڑا کبھی انہیں پسند نہیں کیا لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ مہاجرین میں سے ہر ایک کا وہاں مکہ میں کوئی نہ کوئی سہارا ہے جو ان کے اہل وعیال کا دیکھ بھال کرنے والا ہو لیکن میں ان تمام میں سے زیادہ غریب ہوں اور مکہ میں میرا کوئی قریبی رشتہ دار اور قبیلہ نہیں جو میرے اہل وعیال کی دیکھ بھال کرے تو میں نے اپنے اہل وعیال کے خوف کے پیش نظر حفظ ماتقدم کے تحت یہ قدم اٹھایا اور مجھے اس بات کا بھی بخوبی علم ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے عذاب میں ضرور گرفتار کرے گا اور میرا رقعہ ان کے کسی کام نہ آ سکے گا۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سچا جانا اور معذور سمجھ کر چھوڑ دیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی حضور! مجھے اجازت دیجیے میں اس منافق کی گردن مار دوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر! تمہیں اس کے منافق ہونے کا کس نے ذکر کیا۔ تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ

نے اہلِ بدر کو معاف فرمادیا ہے اور ان کے بارے میں فرمایا اے اہلِ بدر جاؤ جو تمہاری مرضی عمل کرو۔ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے (اور تم یقیناً جنتی ہو)

۲ : "صاحب منہج الصادقین" نے اس آیت کے ضمن میں یوں لکھا ہے :

منہج الصادقین | آوردہ اند کہ در سال ہشتم از ہجرت کہ بعداز دو سال بود۔ از مراجعت بدر حضرت رسالت (م) الطریق اخفا عزیمت مکہ داشت۔ سارہ کنیز ابی عمرو بن سیفی بن ہشام کہ در مکہ مغنیہ و ناحیہ بود از مکہ بمدینہ آمد رسول از او استفسار کرد کہ بجہت اسلام آوردن باینجا آمدہ۔ گفت نہ۔ فرمود کہ بجہت مہاجرت گفت نہ بلکہ آمدہ ام تا مرا طعام و لباس دہید و باز مکہ رجوع کنم۔ رسول فرمود کہ چرا از اہلِ مکہ طعام و لباس نہ طلبیدی۔ گفت بعداز واقعہ بدر بخوجہ و غنائی من کسی میل نہ کرد۔ وصلۂ من نہ داد۔ ورسول فرزندان عبدالمطلب راگفت کہ ویرا چیزے بدہید۔ ایشاں ویرا جامہ و دینار داد و راحلہ دادند۔ پس بنزدیک حاطب بن ابی بلتعہ آمد واز او چیزے طلبید۔ وی نامہ نوشت باہلِ مکہ بایں عبارت کہ "مِنْ حَاطِبِ بْنِ اَبِی بَلْتَعَۃَ اِعْلَمُوْا اَنَّ الرَّسُوْلَ یُرِیْدُکُمْ فَخُذُوْا حِذْرَکُمْ" ایں نامہ ایست از حاطب بن ابی بلتعہ بسوئے اہلِ مکہ بدانید کہ رسولِ خدا قصد شمارا دارد۔ پس اسلحہ بر خود راست کنید۔ وآمادہ قتال باشید۔ نامہ بوی داد۔ دہ دینار وبروایتی دہ درہم باو عطا کرد و بُردے در او پوشانید و گفت ایں نامہ را باہلِ مکہ رساں۔ سارہ نامہ را بستد وبمیان موئے خود پنہاں کرد ودروئے مکہ نہاد۔ جبرئیل (ع) رسول را از ایں قصہ خبردار کرد۔ آں حضرت امیر المومنین و طلحہ و زبیر و عمار و مقداد و عمر را امر کرد کہ براہِ مکہ متوجہ شوید کہ روضہ خاخ زنی را یابید کہ نامہ داشتہ باشد کہ باہلِ مکہ رساند وآں متضمن اعلام اہلِ مکہ باشد از قصد ما بایں جانب آنرا بستانید و

بیادرید۔ حسب الامر عمل نمودہ سوار شدند۔ و بآں موضع رفتند۔ وآں زن را آنجا
یافتند واز او طلب نامہ کردند۔ زن بگریہ در آمد و انکار ایں معنی کرد۔ و او را د
تا عش را جستند۔ نیافتند۔ پس قصد رجوع کردند۔ امیر المومنین عؑ فرمود کہ بخدا
سوگند کہ پیغمبر ہرگز دروغ نگفتہ۔ وآنچہ فرمودہ اخبار جبرئیل بود۔ پس شمشیر از
غلاف بکشید۔ و نزد وی رفت و گفت مرا شناسی۔ بخدا کہ اگر نامہ ندہی۔ گردنت
بزنم۔ زن بترسید گفت زنہار یا بن ابی طالب روی بگرداں نامہ را تو دہم
پس موی سر خود بگشاد۔ و نامہ را از آنجا بیروں آورد۔ و بامیر داد۔ آنحضرت
نامہ را بنزد حضرت رسول آورد۔ و مروی است کہ در روز فتح مکہ پیغمبر ہمہ کس را
امان داد مگر چہار کس کہ یکے از آنہا سارہ بود۔ القصہ حضرت رسول بر سر منبر
رفت و خطبہ بخواند و گفت یکے از شما نامہ باہلِ مکہ نوشتہ تا ایشاں را از قصد
ما آگاہ کند۔ اگر برخیزد و بآں اعتراف کند۔ فھو المراد۔ والا او را رسوا گردانم۔
در نوبت اعادہ فرمود۔ کسی جواب نداد۔ نوبت سیم حاطب برخاست و گفت
یارسول اللہ: منم صاحب نامہ و خدائے دانا است کہ بعد از اسلام نفاق نورزیدم
از دینِ اسلام برنگشتم۔ و از آں زمان کہ اسلام آوردہ ام۔ مودت و دوستی ایشاں
نکردم لیکن منشار نامہ فرستادن ایں بود کہ ہر کدام از مہاجرین در مکہ قبیلہ
و عشیرہ وار حام دارند و مرا در آنجا قبیلہ و عشیرہ نیست۔ تا حمایت اہل و مال
و دلِ من کنند بلکہ آنجا غریب افتادم۔ خواستم کہ مرا حقی بر اہلِ مکہ ثابت گردد
تا رعایت مردم من کنند۔ و خواطر جوئی اہلِ من نمایند۔ و گرنہ من از سر یقین
میدانم کہ باس و غضب خدائی بر ایشاں نازل خواہد شد و ایں نامہ فائدہ بایشاں
نخواہد داد پیغمبر تصدیق او نمودہ عذر او را قبول فرمود عمر خطاب از جائے خود
برخواست۔ گفت یارسول اللہ اجازت فرمائی۔ تا گردن ایں منافق بزنم۔ رسول

فرمود کہ وی از اہلِ بدر است و خدائے تعالیٰ بدریاں را وعدہ مغفرت دادہ۔ و ایشاں را بخطاب مستطاب اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ۔ (تفسیر منہج الصادقین جلد نہم ص ۲۴۲-۲۴۳ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: روایت کرتے ہیں کہ ہجرت کے آٹھ سال بعد اور غزوۂ بدر کے دو سال بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیہ طریقہ سے مکہ فتح کرنے کی تیاری شروع فرمائی ابو عمرو بن سیفی بن ہشام کی سارۃ نامی لونڈی جو مکہ میں مغنیہ اور نائحہ تھی مکہ سے مدینہ آئی۔ حضور نے اس سے پوچھا کیا اسلام قبول کرنے یہاں آئی ہو؟ کہنے لگی نہیں۔ پھر پوچھا کیا ہجرت کر آئی ہو؟ کہنے لگی نہیں۔ فرمایا۔ پھر کس وجہ سے آنا ہوا؟ کہنے لگی اس لیے آئی ہوں تاکہ کچھ کھانا اور لباس عنایت ہو جائے اور میں واپس مکہ چلی جاؤں گی۔ حضور نے فرمایا مکہ والوں سے تو کھانے پینے اور لباس کا سوال کیوں نہیں کرتی؟ کہنے لگی۔ غزوۂ بدر کے بعد میرے گانے اور نوحہ کی طرف کوئی دھیان ہی نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی بخشش مجھے ملتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد المطلب کے فرزندوں کو فرمایا کہ اسے کچھ دے دو۔ انہوں نے کھانے پینے، کپڑے اور نقدی وسواری دی۔ یہ عورت حاطب بن ابی بلتعہ کے پاس مانگنے کے لیے آئی۔ انہوں نے ایک رقعہ اہلِ مکہ کی طرف لکھ کر اسے دیا جس کا مضمون یہ تھا۔ "یہ رقعہ حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مکہ والوں کو لکھا جا رہا ہے۔ سُن لو! رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے ساتھ لڑنے کی تیاری میں مصروف ہیں۔ لہٰذا اپنے اسلحہ درست کر لو اور لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ" رقعہ اس عورت کو دیا اور کہا کہ اسے اہلِ مکہ تک پہنچا دینا۔ سارہ لونڈی نے وہ رقعہ بند کر کے اپنے بالوں کے اندر چھپا لیا اور مکہ کی طرف چل پڑی۔ جبریل علیہ السلام نے حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قصہ کی پوری خبر دی۔ آپ نے حضرت علی، طلحہ، زبیر، عمار، مقداد اور عمر رضی اللہ عنہم کو فرمایا کہ مکہ کی طرف جاؤ اور تمہیں "خاخ" نامی باغ میں ایک عورت ملے گی جس کے پاس اہلِ مکہ کے لیے ایک رقعہ ہوگا اور اس رقعہ میں اہلِ مکہ کو ہماری خفیہ تیاری کے بارے میں کچھ لکھا گیا ہے وہ رقعہ اس سے لے کر آنا۔ حسب ارشاد گھوڑوں پر سوار ہو کر یہ حضرات چلے اور اسی مقام میں اس عورت کو پالیا۔ جب اس سے رقعہ مانگا اس نے رونا شروع کر دیا اور صاف انکار کر دیا۔ اس کی جامہ تلاشی اور سامان کی تلاشی لی گئی لیکن رقعہ دستیاب نہ ہوا۔ لہٰذا سب نے واپسی کا ارادہ کر لیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ نہیں کہا۔ حضرت جبرئیل نے یہ سب باتیں انہیں بتائی ہیں۔ تلوار نیام سے نکالی اور اس عورت کے پاس جا کر کہا مجھے جانتی ہو۔ اللہ کی قسم! اگر رقعہ نہ دو گی تو قتل کر دوں گا وہ ڈری اور کہنے لگی چہرہ دوسری طرف کرو، میں رقعہ دیتی ہوں۔ اس نے اپنے سر کے بالوں کو کھولا اور ان میں سے رقعہ نکال کر حضرت علی کو دے دیا اور حضرت علی نے آ کر وہ رقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ فتح مکہ کے دن چار آدمیوں کے سوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب اہلِ مکہ کو پناہ دی تھی۔ ان چار میں سے ایک یہ لونڈی بھی تھی جس کا نام سارہ تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور خطبہ پڑھا۔ پھر فرمایا تم میں سے کون ہے۔ جس نے اہلِ مکہ کو رقعہ لکھ کر ہماری خفیہ تیاری سے آگاہ کیا۔ اگر وہ اٹھ کر اعتراف کر لے تو بہتر ورنہ میں اسے آج سب کے سامنے ذلیل و رسوا کروں گا۔ کوئی نہ بولا۔ دوسری مرتبہ پھر یہی فرمایا۔ پھر بھی

کوئی نہ کھڑا ہوا۔ تیسری مرتبہ حاطب بن ابی بلتعہ کھڑے ہوئے اور عرض کی حضور! یہ سب کچھ میں نے کیا ہے اور اللہ آگاہ ہے کہ میں نے اسلام کے بعد نفاق نہیں اختیار کیا۔ دینِ اسلام سے پھرا بھی نہیں ہوں۔ اسلام لانے سے لے کر آج تک اہلِ مکہ سے کبھی دوستی اور محبت نہیں رکھی لیکن اس رقعہ لکھنے کا مقصد یہ تھا کہ مہاجرین میں سے مکہ کے اندر ہر ایک کا قبیلہ اور رشتہ دار موجود ہیں لیکن میرا کوئی قبیلہ اور رشتہ دار نہیں جو کہ میرے اہل وعیال اور مال کی حفاظت کرے بلکہ میں وہاں غریب آدمی تھا تو میں نے چاہا کہ اس رقعہ کے ذریعہ اہلِ مکہ کی ہمدردیاں مجھ کو حاصل ہو جائیں تاکہ بوقتِ ضرورت میرے گھر بار کی حفاظت کریں اور میرے اہل وعیال کو تسلی دیں۔ اس کے باوجود مجھے یقینِ کامل ہے کہ اللہ کا عذاب اور غضب مکہ والوں پر نازل ہو کر رہے گا اور اس رقعہ سے انہیں کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تصدیق فرمائی اور ان کے عذر کو قبول فرما لیا۔ حضرت عمر بن خطاب اٹھے اور عرض کی یا رسول اللہ! اجازت ہو تو میں اس منافق کی گردن مار دوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اہلِ بدر میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے بدریوں کے بارے میں مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے اور انہیں یہاں تک فرما دیا ہے جو چاہے کرو تمہیں میں نے معاف کر دیا ہے۔

ان دونوں شیعہ تفسیروں سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "سارۃ" نامی لونڈی سے رقعہ لینے کے لیے جن قابلِ اعتماد حضرات کو بھیجا۔ ان میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

۲۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راز فاش کرنے والے کو

منافق سمجھتے تھے۔ اسی وجہ سے جناب حاطب کے سر قلم کرنے کی اجازت مانگی۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت حاطب کے قتل سے روک دیا۔ اور فرمایا، یہ اہلِ بدر میں سے ہے اور اہلِ بدر کے لیے اللہ تعالیٰ کا وعدہ مغفرت یہی ہے اور یہ بھی اعلان ہے کہ جو چاہو کرو تمہیں میں نے معاف کر دیا ہے۔

خلاصہ کلام :

مذکورہ تفسیری حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معتمد خاص تھے اور رازدارِ نبوت تھے۔ اسی وجہ سے راز افشا کرنے والے صحابی جناب "حاطب" کو منافق کہا اور قتل کرنے کی اجازت طلب کی۔ اگر معاذ اللہ یہ خود منافق ہوتے تو ایسا ان سے ہرگز متوقع نہ ہوتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام اہلِ بدر جنتی ہیں اور اللہ نے انہیں یہاں تک فرما دیا کہ تم جو چاہو عمل کرو تم جنتی ہو اور تمہاری مغفرت ہو چکی ہے۔ لہٰذا شیعہ حضرات کو بھی کم از کم اپنے مفسرین کی تفسیر کو مان کر اہلِ بدر کو جنتی سمجھنا چاہیے اور اللہ کا وعدہ سچا جان کر اپنے غلط نظریات سے توبہ کرنی چاہیے۔ اگر واقعی تمہیں اپنے مفسرین کے کہنے پر اعتماد و یقین ہے تو میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ کیا اہلِ بدر میں صدیقِ اکبر اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما شامل نہ تھے یہ حضرات یقیناً ان میں شریک تھے۔ اگر تمہیں اس شمولیت سے انکار ہو تو پچیس ہزار روپے انعام پاؤ اور کسی اپنی مستند روایت سے یہ ثابت کر دکھاؤ کہ اہلِ بدر میں ابو بکر صدیق اور عمر فاروق شامل نہ تھے۔ میں پورے دعویٰ سے کہتا ہوں کہ تمام شیعہ اس چیلنج کا جواب نہیں دے سکتے۔

اہلِ انصاف اب اس بات کو وضاحت سے سمجھ گئے ہوں گے کہ صحابہ کرام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہونے کا عقیدہ اہلِ تشیع کا من گھڑت اور باطل عقیدہ ہے اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ خود شیعہ مفسرین نے بھی یہ ثابت کر دیا ہے کہ صحابہ کرام مذکورہ آیت کی روشنی

ہیں سب کے سب کامل الایمان اور جنتی ہیں۔

صحابہ کرام کے کامل الایمان اور جنتی ہونے پر

دلیل ششم

آیت:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ ھَاجَرُوْا وَ جَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَ اَنْفُسِھِمْ اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ یُبَشِّرُھُمْ رَبُّھُمْ بِرَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّھُمْ فِیْھَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا۔ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝

(پ ۱۰ - ع ۹)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے راہ خدا کی ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کیا وہ اللہ کے نزدیک درجے میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ ان کا پروردگار ان کو اپنی رحمت کی رضامندی کی اور ایسی جنتوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے دائمی آسائش ہوگی اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔ بے شک اللہ کے پاس بڑا اجر موجود ہے۔

(ترجمہ مقبول احمد)

علامہ کاشانی شیعی کی تفسیر:

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے "علامہ کاشانی شیعی" یوں رقمطراز ہیں:

منہج الصادقین (اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا) آنانکہ گرویدہ اند بخدائے وبآنچہ آمدہ است، از نزدیک او (وَهَاجَرُوْا) وہجرت کردند از دیارِ خود (وَجَاهَدُوْا) وجہاد کردند با مشرکاں (فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ) در راہِ خدا (بِاَمْوَالِهِمْ) بذل کردن اموالِ خود بر مجاہداں وتہیہ قتال ایشاں (وَاَنْفُسِهِمْ) ونفس ہائے خود در معارک جہاد (اَعْظَمُ دَرَجَةً) بزرگ تر اند از روئے درجہ یعنی مرتبہ وکرامت ایشاں بلند تر وبیشتر است (عِنْدَ اللّٰهِ) نزدیک خدا از آنہا کہ سقایہ حاج وعمارتِ مسجد حرام کنند و جامع ایں صفات نباشند (وَاُولٰٓئِكَ) وآں گروہ کہ مجتمع ایں کمالات اند (هُمُ الْفَآئِزُوْنَ) ایشاں اند ظفر یافتگاں بامانی دو جہانی۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد چہارم ص ۲۴۲ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کی طرف سے آمدہ احکامات پر ایمان لائے اور اپنے شہروں سے ہجرت کی اور مشرکین کے ساتھ راہِ خدا میں جہاد کیا۔ اپنے اموال مجاہدین پر خرچ کیے اور تیاری جہاد میں مالی مدد کی اور میدان جنگ میں اپنی ذات کو بھی پیش کیا۔ یہ لوگ اللہ کے نزدیک بہت بڑے درجہ کے مستحق ہیں یعنی ان کا مرتبہ اور بزرگی اللہ کے نزدیک بہت زیادہ ہے اور یہ بزرگی حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کی تعمیر کرنے والوں سے کہیں بہتر ہے کیوں کہ ان میں وہ صفات جو مذکور مجاہدین میں ہیں نہیں پائی جاتیں اور یہی گروہ جو ان کمالات کا جامع ہے دونوں جہانوں میں کامیاب وکامران ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں مذکور ہے:

مجمع البیان اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَیْ صَدَّقُوْا وَ اعْتَرَفُوْا بِوَحْدَانِیَّتِ اللّٰہِ وَھَاجَرُوْا اَوْطَانَھُمُ الَّتِیْ ھِیَ دَارُ الْکُفْرِ اِلٰی دَارِ السَّلَامِ وَ جَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَیْ تَحَمَّلُوا الْمَشَاقَّۃَ فِیْ مُلَاقَاۃِ اَعْدَآءِ الدِّیْنِ۔ (تفسیر مجمع البیان جلد ۲ جزء ۵ ص ۱۵ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی وحدانیت کی تصدیق کی اور اس کا اعتراف کیا اور اپنے دار الکفر کے وطنوں سے دار السلام کی طرف ہجرت کی اور فی سبیل اللہ جہاد کیا۔ یعنی دشمنان دین کے ساتھ مقابلہ میں بہت سی مشقتوں کو برداشت کیا۔

ان دو تراجم و تفسیر سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں میں مندرجہ ذیل چند صفات (جو آیت مذکورہ بالا میں ذکر ہوئیں) پائی گئیں وہ باعلان قرآن دونوں جہانوں میں کامیاب و کامران ہیں اور انہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ جنت میں اپنی رحمت و رضا سے رکھے گا۔ وہ صفات یہ ہیں:

۱: اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر اور اس کی طرف سے نازل شدہ احکامات پر ایمان لانا۔

۲: مکہ (دار الکفر) سے مدینہ (دار السلام) کی طرف ہجرت کرنا۔

۳: مجاہدین کی مالی معاونت کرنا اور تیاری جہاد کے لیے رقم مہیا کرنا۔

۴: بنفس نفیس میدانِ جنگ میں اللہ کے دین کی سربلندی اور دشمنانِ دین کی سرکوبی کے لیے نکلنا۔

لمحہ فکریہ:

آئیے ذرا اب یہ دیکھیں کہ ان صفات سے موصوفین کون خوش قسمت حضرات تھے لو ان کی زبانیاں کیا تھیں۔ تفسیر منہج الصادقین تاریخ روضۃ الصفا میں اس کا جواب مذکور ہے۔ دیکھئے۔

روضۃ الصفا چناں کہ ابوبکر صدیق از سر تمامت احوال خویش را برخاستہ در راہ ایزد تعالیٰ

واقدس صرف نمود وبایں فعل جمیل بر ہمگنان امت سبقت گرفت وعمر بن الخطاب
بتصدق نصف متملکات عریش استسعاد یافت نقل است کہ چوں رسولِ خدا
بر منبر بر آمدہ۔ اغنیا را بر تجہیز جیش عرب و دستگیری درماندگان دلالت فرمودہ
بمثوبات اخروی امیدوار گردانیدہ عثمان بن عفان کہ بوفور مال وکثرتِ استعداد
از اصحاب نصرت انتساب امتیاز داشت برپائے خاستہ قبول نمود کہ صد شتر
جہاز بستہ مکمل بلفقراتِ لشکر دہد چوں حضرت نبوی متقدس باری دگر بحرف تخمین
زبان کشاد عثمان صد شتر دیگر اضافہ آں کرد ودر نوبت سوم بہ سہ صد شتر رسانید
زمرہ از اصحاب سیر گفتہ اند کہ آں نیکو محضر ہزار مثقال طلائے احمر برآں شتراں
منضم گردانید وفرقہ را عقیدہ آں کہ مایحتاج ثلث آں لشکر کہ مجموع آں سی ہزار
بودند تیام نمود وحضرت خیر الانام درآں روز فرمود لَا یَضُرُّ عُثْمَانَ بِمَالٍ مَا عَمِلَ بَعْدَ ہٰذَا
در بعضے از کتب بنظر چناں رسیدہ کہ چوں عثمان بن عفان ہزار مثقال طلا در
مجلس فرخندہ رسول اللہ داد آں سرور فرمود اَللّٰھُمَّ ارْضَ عَنْ عُثْمَانَ
ابْنِ عَفَّانَ فَاِنِّیْ عَنْہُ رَاضٍ ۔

(تاریخ روضۃ الصفار جلد دوم ص ۴۰۳)

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال راہِ خدا میں دے دیا اور اس
طرح وہ امت کے تمام محسنین سے سبقت لے گئے اور عمر بن الخطاب نے
اپنے تمام مال کا نصف صدقہ میں دے کر سعادت حاصل کی۔ نقل است کہ
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہو کر امیر لوگوں کو لشکر کی تیاری
اور لاچار لوگوں کی دستگیری پر ابھار رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اُخروی
ثواب کے امیدوار بن جاؤ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو کہ کثرت و بہتاتِ
مال کی وجہ سے امداد کرنے والوں میں ممتاز تھے اُٹھے اور عرض کی ایک سو

اونٹ سامان سے لدے ہوئے میری طرف سے فقراء کو دے دیں۔ جب دوسری مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے الفاظ دہرائے تو اس مرتبہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سو اونٹوں کا اضافہ کر دیا اور تیسری مرتبہ بھی سو اونٹ دے کر تین سو مکمل کر دیے۔ اصحاب سیر کی ایک جماعت کہتی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خوش قسمت انسان نے ایک ہزار مثقال سونا ان اونٹوں کے علاوہ جہاد کی دوسری ضرورت کے لیے ساتھ دیا اور ایک جماعت کہتی ہے کہ اس لشکر کی تمام ضروریات کا ایک تہائی حصہ حضرت عثمان نے پورا فرمایا۔ اس لشکر کی تعداد تیس ہزار تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ایثار و صدقہ کے وقت فرمایا "عثمان کو اس کے بعد مال کے خرچ کرنے کا کوئی عمل نقصان نہ پہنچائے گا۔ بعض کتابوں میں یوں بھی لکھا دیکھا ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہزار مثقال سونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک مجلس میں پیش کیا تو اسے دیکھ کر آپ نے حضرت عثمان کے بارے میں یہ کلمات ارشاد فرمائے: "اَللّٰهُمَّ ارْضَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَاِنِّیْ عَنْهُ رَاضٍ" اے اللہ! عثمان بن عفان سے تو بھی خوش ہو بیشک میں بھی اس سے خوش ہوں۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عموماً اور خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم ان صفات کے ساتھ بدرجۂ اتم موصوف تھے۔ لہٰذا قرآنی فیصلہ اور خود شیعہ حضرات کی تفسیر و تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ سب کچھ انعامات و اعزازات اس لیے عطا کیے کہ یہ لوگ کامل الایمان تھے اور اللہ نے ان سے جنت کا وعدہ بھی اسی بنا پر فرمایا تھا اب ان کے ایمان میں شبہ لانا اور نفاق و ارتداد کی طرف منسوب کرنا قرآن کی مخالفت، اللہ کے وعدے کی تکذیب اور خود اپنے مفسرین کی تفسیر سے اعراض ہے ؎

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ وَالْحَقُّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

صحابہ کرام کے کامل الایمان اور جنتی ہونے پر

دلیل ہفتم

قول علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ:

نہج البلاغہ أَيْنَ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ دُعُوْا إِلَى الْإِسْلَامِ فَقَبِلُوْهُ وَ قَرَءُوا الْقُرْآنَ فَأَحْكَمُوْهُ وَ هِيْجُوْا إِلَى الْقِتَالِ فَوَلِهُوْا وَلَهَ اللِّقَاحِ إِلَى أَوْلَادِهَا وَسَلَبُوا السُّيُوْفَ أَغْمَادَهَا وَ أَخَذُوْا بِأَطْرَافِ الْأَرْضِ زَحْفًا زَحْفًا وَ صَفًّا صَفًّا بَعْضٌ هَلَكَ وَ بَعْضٌ نَجَا لَا يُبَشَّرُوْنَ بِالْأَحْيَاءِ وَ لَا يُعَزَّوْنَ عَنِ الْمَوْتٰى مُرْهُ الْعُيُوْنِ مِنَ الْبُكَاءِ خُمْصُ الْبُطُوْنِ مِنَ الصِّيَامِ ذُبُلُ الشِّفَاهِ مِنَ الدُّعَاءِ صُفْرُ الْأَلْوَانِ مِنَ السَّهَرِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ غَبَرَةُ الْخَاشِعِيْنَ أُولٰئِكَ إِخْوَانِي الذَّاهِبُوْنَ فَحَقٌّ لَنَا أَنْ نَظْمَأَ إِلَيْهِمْ وَنَعَضَّ الْأَيْدِيَ عَلٰى فِرَاقِهِمْ۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۱۲۱ ص ۱۷۷-۱۷۸، مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: کہاں ہے وہ گروہ جنہیں اسلام کی طرف بلایا جاتا تھا اور وہ اسے قبول کر لیتے

تھے۔ وہ قرآن کو پڑھتے تھے اور اپنے اعتقادات کو اس کے ساتھ مضبوط کرتے تھے۔ جہاد کے لیے برانگیختہ ہوتے تھے اور اپنی دودھ دینے والی اونٹنیوں کو ان کی اولاد سے جدا کر دیتے تھے اور وہ تلواروں کو نیاموں سے کھینچ لیتے تھے اور وہ دستہ دستہ اور گروہ گروہ ہو کر اطرافِ زمین پر چھا جاتے تھے۔ اس پر قبضہ کر لیتے تھے۔ بعض ان میں ہلاک ہو جاتے تھے اور بعض نجات پا جاتے تھے۔ نہ زندہ رہنے والوں کی زندگی پر انہیں خوشخبری کی آرزو تھی اور نہ مرنے والوں کی تعزیت میں مصروف ہوتے تھے۔ ان کی آنکھیں روتے روتے تباہ ہو گئی تھیں۔ ان کے شکم روزہ رکھتے رکھتے لاغر ہو گئے تھے۔ دعائیں کرتے کرتے ان کے ہونٹ سوکھ گئے تھے۔ شب بیداریوں سے زردیاں ان پر چھا گئی تھیں۔ سجدوں کا غبار ان کے چہروں پر موجود رہتا تھا وہ لوگ میرے بھائی تھے جو چلے گئے۔ ہم پر لازم ہے۔ ان کی ملاقات کے پیاسے رہیں۔ اور ان کی جدائی پر اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹا کریں۔

(ترجمہ نیرنگ فصاحت مطبوعہ یوسفی دہلی)

(ص ۱۷۱ - ۱۷۲)

شرح نہج البلاغۃ لابن میثم :

میں مذکورہ خطبہ کے الفاظ "وَلَا يُبَشَّرُوْنَ بِالْاَحْيَاءِ وَلَا يُعَزَّوْنَ بِالْمَوْتٰى" کے تحت ان کی شرح اس طرح کی ہے :

وَلَعَلَّهُمْ يَفْرَحُوْنَ بِقَتْلِ مَنْ يَقْتُلُوْنَهٗ فِيْ سَبِيْلِهٖ وَاِنْ كَانَ وَلَدًا لِوَالِدِهٖ اَوْ بِالْعَكْسِ وَاِنَّمَا كَانَ السَّهَرُ مُوْجِبًا لِصُفْرَةِ اللَّوْنِ لِاَنَّهٗ يُهَيِّجُ الْحَرَارَةَ وَيُفْسِدُ السَّحْنَةَ

وَيُنْحِفُ الْبَدَنَ وَيَكْثُرُ فِيهِ الْمُرَّةُ وَالصُّفْرَةُ مِنْ تَوَابِعِ ذَالِكَ لَا سِيَّمَا فِي الْأَبْدَانِ النَّحِيفَةِ كَمَا عَلَيْهِ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ وَمَكَّةَ وَالْحِجَازِ ۔

(شرح نہج البلاغہ ابن میثم جلد ۳، خطبہ ۱۰۸ ص ۱۱۰ طبع جدید)

ترجمہ: شاید وہ اس شخص کو قتل کر کے خوش ہوتے جس نے انہیں دعوتِ لڑائی دی گرچہ بیٹا باپ کے مقابلہ میں ہوتا یا باپ بیٹے کے مقابلہ میں اور بیداری ان کے جسمانی رنگ کی زردی کی وجہ اس لیے بنی کیوں کر بیداری سے حرارت بڑھ جاتی ہے اور رنگ و روپ ضائع کر دیتی ہے بدن کمزور پڑ جاتا ہے اور اس میں تیزابیت پیدا ہو جاتی ہے۔ زردی، تیزابیت کے توابع میں سے ہے خاص کر کمزور بدن میں تو یہ بالکل زود اثر ہوتی ہے جیسا کہ مدینہ، مکہ اور حجاز کے رہنے والوں میں ہے۔

مذکورہ خطبہ اور اس کی شرح سے مندرجہ ذیل اوصاف معلوم ہوئے جو صحابہ کرام میں پائے جاتے تھے۔

۱: صحابہ کرام قرآن پڑھنے والے اور اس کے مطابق اپنے عقائد مضبوط کرنے والے تھے
۲: جہاد کے بلاوے کے وقت ان کی تلواریں نیام سے باہر آجاتی تھیں۔
۳: وہ گروہ در گروہ اور دستہ در دستہ اطرافِ زمین میں پھیل کر اسے اپنا مقبوضہ بنا کر اسلام کی دعوت کا اہتمام کرتے۔
۴: زندہ بچنے والوں کی زندگی پر انہیں خوشخبری نہ تھی اور نہ مرنے والوں کی تعزیت میں مصروف ہونا ان کا کام تھا۔
۵: انہیں خوشی صرف اس وقت ہوتی جب وہ دشمنانِ اسلام کے سامنے صف آراء ہوتے

۶ : خوفِ خدا میں روتے روتے ان کی آنکھیں تباہ ہو جاتیں۔

۷ : متواتر روزہ رکھنے کی وجہ سے ان کے شکم لاغر ہو جاتے۔

۸ : دعاؤں کی کثرت نے ان کے ہونٹ خشک کر دیے تھے۔

۹ : شب بیداری کی وجہ سے ان کے چہرے زرد ہو گئے تھے۔

۱۰ : کثرتِ سجود کی وجہ سے چہرے غبار آلود رہتے۔

۱۱ : حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انہیں اپنے بھائی گردانا اور ان کی ملاقات کا شوق اور ان کی جدائی کا افسوس کیا۔

مقامِ غور :

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبانِ اقدس سے جن صحابہ کرام کے بارے میں ایسا بلیغ خطبہ نکلا جس میں ان کی ہر پہلو سے تعریف اور ان کی مومنانہ صفات بھی کھل کر ان کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا اور یہاں تک کہ ان کی مفارقت پر انتہائی افسوس کیا۔ ان نفوسِ قدسیہ کے بارے میں اگر کوئی منافق یا مرتد ہونے کا فتویٰ لگائے تو میں پوچھتا ہوں کہ ایسا کرنے والا دشمنِ علی ہے یا محبِ علی؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ان حضرات کا اس طرح نقشہ کھینچنا اور ان کی وفات حسرت آیات کو اسلام کے لیے نقصان وہ بتلانا ظاہر کرتا ہے کہ آپ کے وہ سب محبوب اور مخلص ساتھی تھے۔ پھر جو حضرت علی کے دوستوں اور دینی بھائیوں کو (معاذ اللہ) مرتد کہے۔ وہ حضرت علی کا محب کیسے ہو سکتا ہے؟ دراصل وہ صحابہ کا دشمن اور حضرت علی کا دشمن ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ تمام صحابہ کرام حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نزدیک بہترین مومنانہ صفات کے حامل تھے اور قرآن پاک نے بھی ان کی ایسی صفات کے بدلے انہیں جنتی فرمایا ہے تو معلوم ہوا کہ حضرت علی کے نزدیک تمام صحابہ کامل الایمان تھے اور "اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ

هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُقِيمٌ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا"

کے مصداق تھے۔

صحابہ کرام کے کامل الایمان اور جنتی ہونے پر

دلیل ہشتم

قول علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

نہج البلاغہ

وَلَوَدِدْتُ أَنَّ اللّٰهَ فَرَّقَ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَأَلْحَقَنِي بِمَنْ هُوَ أَحَقُّ بِي مِنْكُمْ قَوْمٌ وَاللّٰهِ مَيَامِينُ الرَّأْيِ مَرَاجِيحُ الْحِلْمِ مَقَاوِيلُ بِالْحَقِّ مَتَارِيكُ لِلْبَغْيِ مَضَوْا قُدُمًا عَلَى الطَّرِيقَةِ وَأَوْجَفُوا عَلَى الْمَحَجَّةِ فَظَفِرُوا بِالْعُقْبَى الدَّائِمَةِ وَالْكَرَامَةِ الْبَارِدَةِ أَمَا وَاللّٰهِ لَيُسَلَّطَنَّ عَلَيْكُمْ غُلَامُ ثَقِيفٍ الذَّيَّالُ الْمَيَّالُ يَأْكُلُ خَضِرَتَكُمْ وَيُذِيبُ شَحْمَتَكُمْ إِيهٍ أَبَا وَذَحَةَ۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۱۱۶ ص ۱۷۴، مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: اب تو میری دعا ہے اور میں اسی بات کو پسند کرتا ہوں کہ پروردگار عالم

میرے اور تمہارے درمیان تفرقہ اندازی کرے اور مجھے ان لوگوں کے ساتھ ملحق فرمائے جو تم سے زیادہ میرے لیے سزاوار ہوں۔ وہ ایسے لوگ تھے قسم خدا کی! ان کی رائیں اور تدبیریں مامون و مبارک تھیں۔ وہ دانش مندانہ اور حکیمانہ بردباریوں کے مالک تھے، وہ راست گفتار، وہ بغاوت اور جور و ستم کے ختم کرنے والے تھے گزر گئے دراں حالیکہ ان کے پاؤں طریقۂ اسلام پر مستقیم تھے وہ راہِ واضح پر چلے اور ہمیشہ رہنے والی سرائے عقبیٰ میں فتح و فیروزی حاصل کی۔ نیک اور گوارا کرامتوں سے فیض یاب ہو گئے۔ قسم خدا کی اب تم پر ایک درشت خو، بلند قامت اور جور و ستم کرنے والے کا بیٹا مسلط ہو گا اور تمہارے سبزہ زاروں کو کھا جائے گا، تمہاری چربیوں کو پگھلائے گا۔

(ترجمہ نیرنگِ فصاحت مطبوعہ دہلی ص ۱۶۸)

شرح ابن میثم:

اس خطبہ کی شرح ابن میثم نے ان الفاظ کے ساتھ کی:

ثُمَّ عَقَّبَ ذٰلِكَ بِالتَّبَرُّمِ مِنْهُمْ وَ طَلَبَ فِرَاقَهُمْ وَ اللِّحَاقَ بِاَخْوَانِهٖ مِنْ اَوْلِيَآءِ اللّٰهِ مَبَادِىِ الْاٰرَاءِ ثِقَالِ الْحُلُوْمِ لَا يَسْتَخِفَّنَّهُمْ جَهْلُ الْجُهَّالِ مُلَازِمِى الصِّدْقِ وَ نَصِيْحَةِ الدِّيْنِ مِنْ شَانِهِمْ تَرْكُ الْبَغْىِ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَ غَيْرِهِمْ مَضَوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ الْحَمِيْدَةِ سَالِكِيْنَ لِمَحَجَّةِ اللّٰهِ غَيْرَ مُلْتَفِتِيْنَ عَنْهَا تَوَصُّلًا اِلَى الثَّوَابِ الدَّآئِمِ وَ النَّعِيْمِ

اَلْمُتْبِیرِ وَ قَرِیْنَۃُ الظَّفَرِ تَخَصَّصَ الْعُقْبٰی بِالثَّوَابِ وَالْعَرْبُ تَصِفُ النِّعْمَۃَ وَالْکَرَامَۃَ بِالْبَرْدِ ۔

(شرح نہج البلاغۃ ابن میثم جلد سوم خطبہ ۱۱۳ ص ۱۰۰)

ترجمہ: اس کے بعد حضرت علی نے اپنے شیعوں سے بیزاری کا اظہار فرمایا اور اللہ کے ان دوستوں کے ساتھ جو مبارک آرار والے اور بردبار ہیں ان کے ساتھ ملنے کی دعا کی جو دینی بھائی بھی ہیں۔ جاہلوں کی جہالت جنہیں راہ حق سے نہ ہٹا سکی، ہر وقت سچ کے ساتھی اور دین کے ناصح تھے۔ اپنے اور دوسروں کے لیے ظلم کو روا نہ رکھتے تھے۔ پسندیدہ طریقہ پہ چلے۔ اللہ تعالیٰ کے باولائل راستہ پر یوں چلے کہ اس سے کبھی اِدھر اُدھر التفات نہ کیا، وہ دائمی ثواب اور ابدی نعمتوں میں پہنچ گئے۔ (یعنی جنتی ہونے کی وجہ سے نعمتہائے جنت کے مالک ہو گئے) جنتی نعمتوں کے مالک بننے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کے حق میں عقبیٰ دائمی کا فتویٰ دیا۔

اس خطبہ سے درج ذیل امور ثابت ہوئے :

۱: حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے شیعوں کی بے وفائی سے اس قدر نالاں تھے کہ اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ ان کے اور شیعوں کے درمیان جدائی ڈال دے۔

۲: پھر دعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ مجھے خلفائے ثلاثہ اور دیگر صحابہ کے ساتھ ملا دے۔

۳: صحابہ کرام اور خلفائے ثلاثہ کے لیے تسمیہ بیان فرمایا کہ ان کی تدابیر مبارک تھیں۔ بردبار تھے اور انہیں جاہلوں اور نادانوں کی جہالت و نادانی حق سے باز نہ رکھ سکی۔

۴: انہوں نے کبھی کسی پر ظلم نہ کیا اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت دینِ اسلام پر مضبوطی سے قائم تھے اور ان صفات مذکورہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت کا مالک

بنادیا۔

خلاصۂ کلام:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مذکور فتوٰی کو اگر کوئی انصاف کی نظر سے دیکھے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ حضرت علی خلیفہ برحق نائب رسول اور باب العلم تھے۔ تو اس پر واضح ہو گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام حضرت علی المرتضٰی کے عقیدہ کے مطابق اور قرآنی شواہد کی بنا پر ود کامل الایمان" تھے۔ اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کے وصال کے بعد گنتی کے تین چار افراد مومن تھے، سراسر غلط اور لغو عقیدہ ہے۔ اور یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ یہ عقیدہ دشمنانِ علی کا تو ہو سکتا ہے۔ محبانِ علی کا ہرگز نہیں۔

قول علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ:

نہج البلاغہ | لَقَدْ رَاَیْتُ اَصْحٰبَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ فَمَا اَرٰی اَحَدًا یُشْبِھُھُمْ مِنْکُمْ لَقَدْ کَانُوْا یُصْبِحُوْنَ شُعْثًا غُبْرًا وَقَدْ بَاتُوْا سُجَّدًا وَّقِیَامًا یُرَاوِحُوْنَ بَیْنَ جِبَاھِھِمْ وَخُدُوْدِھِمْ وَیَقِفُوْنَ عَلٰی مِثْلِ الْجَمْرِ مِنْ ذِکْرِ مَعَادِھِمْ کَاَنَّ بَیْنَ اَعْیُنِھِمْ رُکَبَ الْمِعْزٰی مِنْ طُوْلِ سُجُوْدِھِمْ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ حَمَلَتْ اَعْیُنُھُمْ حَتّٰی تَبُلَّ جُیُوْبَھُمْ وَمَادُوْا کَمَا یَمِیْدُ الشَّجَرُ یَوْمَ الرِّیْحِ الْعَاصِفِ خَوْفًا مِّنَ الْعِقَابِ وَرَجَاءً لِّلثَّوَابِ۔

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۹۷ ص ۱۴۳)

ترجمہ

میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو دیکھا ہے۔ تم میں کوئی بھی تو ان کی نظیر دکھائی نہیں دیتا۔ وہ اس حالت میں صبح کرتے تھے۔ کہ الجھے ہوئے بال غبار آلود چہرے ان کی راتیں قیام و سجود میں گزرتی تھیں۔ کبھی ان کی پیشانیاں صرف سجود ہوتی تھیں۔ کبھی وہ اپنے معاد کے ذکر سے ایسے ہو جاتے تھے۔ جیسے لقیہ نا خرما ان میں ذرا بھی حس و حرکت نہ رہتی (سجدوں کے طول سے ان کی آنکھوں کے درمیان (پیشانیوں پر) گھٹے پڑ کے ایسے ہو گئے تھے۔ جیسے بکریوں کے زانو۔ جب خدائے تعالیٰ کا ذکر ہوتا۔ تو ان کی آنکھیں اشکبار ہوتی ہوئیں جیب و دامن کو تر بتر کر دیتی تھیں۔ وہ خوف عقوبت اور امید ثواب سے ایسے لرزتے تھے۔ جیسے آندھی کے وقت درخت جنبش کیا کرتے ہیں۔

(ترجمہ نیرنگ فصاحت صـ۱۳۲ مطبوعہ دوستی دہلی)

علامہ بحرانی کی شرح ہے

"نہج البلاغہ" کی شرح کرتے ہوئے علامہ بحرانی نے مذکورہ خطبہ میں چند امور خاص طور پر ثابت کیے جنہیں ہم من وعن نقل کر دیتے ہیں۔

ابن میثم

اَحَدُهَا :- اَلشَّعَثُ وَ الْاِغْبِرَارُ وَهُوَ اِشَارَةٌ اِلٰی قَشَفِهِمْ وَتَرْکِهِمْ زِیْنَةَ الدُّنْیَا وَ لَذَّاتِهَا۔

اَلثَّانِی :- بَیَاتُهُمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا وَ اَشَارَ بِهٖ اِلٰی اَحْیَائِهِمُ اللَّیْلَ بِالصَّلٰوةِ وَ هُوَ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَ الَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا۔

اَلثَّالِثُ :- مُرَاوَحَتُهُمْ بَیْنَ جِبَاهِهِمْ وَ خُدُوْدِهِمْ

وَقَدْ كَانَ أَحَدُهُمْ إِذَا تَعِبَتْ جَبْهَتُهُ مِنْ طُوْلِ السُّجُوْدِ رَاوَحَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ خَدَّيْهِ۔

اَلرَّابِعُ: وُقُوْفُهُمْ عَلٰى مِثْلِ الْجَمْرِ مِنْ ذِكْرِ مَعَادِهِمْ وَاَشَارَ بِهٖ قَلَقَهُمْ وَ وَجْدَهُمْ مِنْ ذِكْرِ الْمَعَادِ وَ اَهْوَالِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ كَمَا يَقْلَقُ الْوَاقِفُ عَلَى الْجَمْرِ مِمَّا يَجِدُهٗ مِنْ حَرَارَتِهٖ

اَلْخَامِسُ، كَاَنَّ بَيْنَ اَعْيُنِهِمْ رُكَبَ الْمِعْزٰى مِنْ طُوْلِ سُجُوْدِهِمْ وَوَجْهُ الْمُشَابَهَةِ اَنَّ مَحَالَّ سُجُوْدِهِمْ مِنْ جِبَاهِهِمْ كَانَتْ قَدْ اِسْوَدَّتْ وَمَاتَتْ جُلُوْدُهَا وَقَسَتْ كَمَا اَنَّ رُكَبَ الْمِعْزٰى كَذٰلِكَ

اَلسَّادِسُ: اِنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا ذَكَرُوا اللّٰهَ هَمَلَتْ اَعْيُنُهُمْ حَتّٰى تَبُلَّ جُيُوْبَهُمْ وَمُرُوْدِيْ جِبَاهِهِمْ فَذٰلِكَ فِيْ حَالِ سُجُوْدِهِمْ مُمْكِنٌ وَ مَادُوْا كَمَا تَمِيْدُ الشَّجَرُ بِالرِّيْحِ الْعَاصِفِ خَوْفًا مِنْ عِقَابِ رَبِّهِمْ وَرَجَاءَ ثَوَابِهٖ فَتَارَةً يَكُوْنُ مَيْدَانُهُمْ وَقَلَقُهُمْ عَنْ خَوْفِ اللّٰهِ وَتَارَةً يَكُوْنُ عَنْ اِرْتِيَاحٍ وَ اِشْتِيَاقٍ اِلٰى مَا عِنْدَهٗ مِنْ عَظِيْمِ ثَوَابِهٖ وَهُوَ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى اَلَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ

(شرح نہج البلاغہ ابن میثم جلد دوم خطبہ ۹۲ ص ۲۰۹)

(۱) صحابہ کرام کے بالوں کا پراگندہ ہونا اور غبار آلود ہونا بایں وجہ تھا کہ انہوں نے دنیا کی لذات اور زینت کو اچھا نہ سمجھتے ہوئے ترک کر دیا تھا۔

۲۔ سجدہ اور قیام میں ان کا راتیں بسر کرنا قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا۔ (اللہ کے بندے رات قیام سجود میں گزار دیتے ہیں۔

۳۔ کبھی پیشانی اور کبھی رخسار پر سجدہ کرنے کی وجہ یہ تھی جب پیشانی پر سجدہ کی طوالت سے تھک جاتے۔ تو رخسار پر سجدہ کر لیتے۔

۴۔ آخرت کو یاد کرتے ہوئے انگاروں پر کھڑا ہونا اس سے مراد یہ ہے۔ کہ وہ قیامت کے خطرناک حالات کو یاد کرکے بے قرار ہو جاتے۔ جس طرح انگاروں کے پاس کھڑا آدمی ان کی حرارت سے خوف زدہ ہو جاتا ہے۔

۵۔ ان کی آنکھوں کے درمیان پیشانی پر طول سجدہ کی وجہ سے بکری کے گھٹنے کی طرح نشان سے یہ مراد ہے۔ کہ ان کی پیشانی کا چمڑہ سجدہ کرتے کرتے اس قدر بے حس ہو گیا تھا۔ کہ اس میں سختی اور سیاہی آچکی تھی۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتے وقت ان کی آنکھیں آنسوؤں میں ڈوب جائیں۔ یہاں تک کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے اور بعض لوگوں نے جباھھم کی روایت کی ہے تو یہ سجدہ کی حالت میں (رونا) ہی ممکن ہے۔ خوفِ خدا اور امید رحمت سے ایسے لرزتے جس طرح آندھی میں درخت ادھر ادھر جھکتا ہے۔ پس کبھی ان کا لرزنا اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہوتا اور کبھی اللہ تعالیٰ سے اجر عظیم کے اشتیاق میں ہوتا۔ اس میں ایک آیت کی طرف اشارہ ہے۔ "اَلَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ" وہ لوگ کہ جب اللہ کی یاد ہوتی ہے۔ ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔

خلاصہ کلام:

"علامہ بحرانی شیعی" نے جو امور ذکر کیے۔ ثابت کیا ہے۔ کہ یہ سب حضرت علی کے خطبہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ ان میں درحقیقت ان آیات کی طرف اشارہ ہے۔ جو کامل الایمان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں نازل فرمائی ہیں۔ جیسا کہ ہم نے "دلیل ہفتم" میں

ب۔ (ترجمہ مقبول احمد)

آیت مذکورہ کی شیعہ تفسیر[1]:

مجمع البیان | لَمَّا قَالَ سُبْحَانَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ بَيَّنَ صِفَةَ
الْمُؤْمِنِيْنَ بِقَوْلِهٖ (اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا
ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ) اَیْ خَافَتْ تَعْظِيْمًا
لَهٗ وَ ذَالِكَ اِذَا ذُكِرَ عِنْدَهُمْ عُقُوْبَتُهٗ وَعَدْلُهٗ
وَوَعِيْدُهٗ عَلَى الْعَاصِىْ بِالْعِقَابِ وَ اِقْتِدَارِهٖ عَلَيْهِ
فَاَمَّا اِذَا ذُكِرَتْ نِعْمَةُ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ وَاِحْسَانُهٗ
اِلَيْهِمْ وَفَضْلُهٗ وَ رَحْمَتُهٗ عَلَيْهِمْ وَ ثَوَابُهٗ عَلَى
الطَّاعَاتِ اِطْمَاَنَّتْ قُلُوْبُهُمْ وَ سَكَنَتْ نُفُوْسُهُمْ
اِلٰى عَفْوِ اللّٰهِ تَعَالٰى كَمَا قَالَ سُبْحَانَهٗ اَلَا بِذِكْرِ
اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ فَلَا تَنَافِىْ بَيْنَ الْاٰيَتَيْنِ
اِذَا وَرَدَتَا فِىْ حَالَتَيْنِ وَ وَجْهٌ اٰخَرُ وَ هُوَ اَنَّ
الْمُؤْمِنَ يَنْبَغِىْ اَنْ يَكُوْنَ مِنْ صِفَتِهٖ اَنَّهٗ اِذَا نَظَرَ
فِىْ نِعَمِ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَمِنَنِهٖ لَدَيْهِ وَعَظِيْمِ
مَغْفِرَتِهٖ وَ رَحْمَتِهٖ اِطْمَاَنَّ قَلْبُهٗ وَحَسُنَ بِاللّٰهِ
ظَنُّهٗ وَاِذَا ذُكِرَ عَظِيْمُ مَعَاصِيْهِ بِتَرْكِ اَوَامِرِهٖ
وَارْتِكَابِ نَوَاهِيْهِ وَجِلَ قَلْبُهٗ وَاضْطَرَبَتْ
نَفْسُهٗ وَ الْوَجَلُ الْخَوْفُ مَعَ شِدَّةِ الْحُزْنِ وَ
اِنَّمَا يُسْتَعْمَلُ عَلَى الْغَالِبِ فِى الْقَلْبِ (وَاِذَا تُلِيَتْ

(ترجمہ مقبول احمد)

ب۔

آیت مذکورہ کی شیعہ تفسیر[۱]:

مجمع البیان: لَمَّا قَالَ سُبْحَانَهُ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ بَيَّنَ صِفَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِقَوْلِهٖ (اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ) اَیْ خَافَتْ تَعْظِيْمًا لَهٗ وَ ذَالِكَ اِذَا ذُكِرَ عِنْدَهُمْ عُقُوْبَتُهٗ وَعَدْلُهٗ وَوَعِيْدُهٗ عَلَى الْمَعَاصِیْ بِالْعِقَابِ وَ اِقْتِدَارِهٖ عَلَيْهِ فَاَمَّا اِذَا ذُكِرَتْ نِعْمَةُ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ وَاِحْسَانُهٗ اِلَيْهِمْ وَ فَضْلُهٗ وَ رَحْمَتُهٗ عَلَيْهِمْ وَ ثَوَابُهٗ عَلَى الطَّاعَاتِ اِطْمَاَنَّتْ قُلُوْبُهُمْ وَ سَكَنَتْ نُفُوْسُهُمْ اِلٰى عَفْوِ اللّٰهِ تَعَالٰى كَمَا قَالَ سُبْحَانَهٗ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ فَلَا تَنَافِیْ بَيْنَ الْاٰيَتَيْنِ اِذَا وَرَدَتَا فِیْ حَالَتَيْنِ وَ وَجْهٌ اٰخَرُ وَ هُوَ اَنَّ الْمُؤْمِنَ يَنْبَغِیْ اَنْ يَكُوْنَ مِنْ صِفَتِهٖ اَنَّهٗ اِذَا نَظَرَ اِلٰى نِعَمِ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَمِنَنِهٖ لَدَيْهِ وَ عَظِيْمِ مَغْفِرَتِهٖ وَ رَحْمَتِهٖ اِطْمَاَنَّ قَلْبُهٗ وَحَسُنَ بِاللّٰهِ ظَنُّهٗ وَاِذَا ذَكَرَ عَظِيْمَ مَعَاصِيْهِ بِتَرْكِ اَوَامِرِهٖ وَارْتِكَابِ نَوَاهِيْهِ وَجِلَ قَلْبُهٗ وَ اضْطَرَبَتْ نَفْسُهٗ وَ الْوَجَلُ الْخَوْفُ مَعَ شِدَّةِ الْحُزْنِ وَ اِنَّمَا يُسْتَعْمَلُ عَلَى الْغَالِبِ فِی الْقَلْبِ (وَاِذَا تُلِيَتْ

عَلَيْهِمْ اٰيَاتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا) مَعْنَاهُ وَ اِذَا قُرِئَ
عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ زَادَتْهُمْ اٰيَاتُهٗ تَبْصِرَةً وَ يَقِيْنًا
عَلٰى يَقِيْنٍ عَنِ الضَّحَاكِ وَ قِيْلَ زَادَتْهُمْ تَصْدِيْقًا
مَعَ تَصْدِيْقِهِمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ قَبْلَ ذٰلِكَ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ الْمَعْنٰى اَنَّهُمْ يُصَدِّقُوْنَ بِالْاُوْلٰى
وَ الثَّانِيَةِ وَ الثَّالِثَةِ وَكُلِّ مَا يَاْتِيْ مِنْ عِنْدِ
اللّٰهِ فَيَزْدَادُ تَصْدِيْقُهُمْ (وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ)
اَيْ يُفَوِّضُوْنَ اُمُوْرَهُمْ اِلَى اللّٰهِ فِيْمَا يَخَافُوْنَهٗ
مِنَ السُّوْءِ فِي الدُّنْيَا وَ قِيْلَ فِيْمَا يَرْجُوْنَهٗ مِنْ
قُبُوْلِ اَعْمَالِهِمْ فِي الْاٰخِرَةِ (اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ
الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ) قَدْ مَرَّ
تَفْسِيْرُهٗ فِيْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَ اِنَّمَا خَصَّ الصَّلٰوةَ
وَ الزَّكٰوةَ بِالذِّكْرِ لِعِظَمِ شَاْنِهِمَا وَ تَاْكِيْدِ
اَمْرِهِمَا وَ لِيَكُوْنَ دَاعِيًا اِلَى الْمُوَاظَبَةِ عَلٰى
فِعْلِهِمَا (اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا) اَيْ هٰٓؤُلَاۗءِ
الْمُسْتَجْمِعُوْنَ لِهٰذِهِ الْخِصَالِ وَ الْحَائِزُوْنَ لِهٰذِهِ
الصِّفَاتِ هُمُ الَّذِيْنَ اسْتَحَقُّوْا هٰذَا الْاِسْمَ عَلَى الْحَقِيْقَةِ
(لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ) يَعْنِيْ دَرَجَاتِ الْجَنَّةِ يَرْتَقُوْنَهَا
بِاَعْمَالِهِمْ عَنْ عَطَاءٍ وَ قِيْلَ لَهُمْ اَعْمَالٌ رَفِيْعَةٌ وَ فَضَائِلُ
اسْتَحَقُّوْهَا فِيْ اَيَّامِ حَيَاتِهِمْ عَنْ مُجَاهِدٍ (وَ مَغْفِرَةٌ)
لِذُنُوْبِهِمْ (وَ رِزْقٌ كَرِيْمٌ) اَيْ خَطِيْرٌ كَبِيْرٌ فِي الْجَنَّةِ

وَقِيلَ كَرِيمٌ دَائِمٌ كَثِيرٌ لَا يَشُوبُهُ ضَرَرٌ وَ
لَا يَعْتَرِيهِ كَدَرٌ وَلَا يَخَافُ عَلَيْهِ فَنَاءٌ وَلَا نُقْصَانٌ وَ
لَاحِسَابٌ مِنْ قَوْلِهِمْ فُلَانٌ كَرِيمٌ إِذَا كَانَ أَخْلَاقُهُ مَحْمُودَةً

(تفسیر مجمع البیان جلد دوم جز چہارم ص ۵۱۹)

ترجمہ

جب اللہ تعالیٰ نے ،،ان کنتم مومنین،، فرمایا۔ تواب مومنین کی، صفات بیان فرمائیں۔ یعنی مومن وہ ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ان کے دل دہل جاتے ہیں۔ اس کی تعظیم کے پیش نظر خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ اور دل کا خوف زدہ ہونا اس وقت ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالےٰ کی عقوبت، عدل اور گناہوں پر عذاب کی وعید اور ان تمام امور پر اس کی قدرت کا ذکر ہوتا ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر نعمتوں، احسانات اور فضل ورحمت کا تذکرہ ہو۔ اور نیک اعمال پر ثواب کا ذکر ہو۔ تو دل مطمئن ہوتے ہیں۔ اور روح کو سکون مل جاتا ہے۔ کیوں کہ اللہ معاف فرمانے والا ہے۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ سن لو! اللہ کے ذکر سے دل مطمئن ہوتے ہیں۔ لہٰذا دونوں آیتوں میں جو دو مختلف حالتوں کا بیان کر رہی ہیں۔ کوئی منافات نہیں۔

ایک اور وجہ بھی ہو سکتی ہے۔ وہ یہ کہ مومن جب اللہ تعالےٰ کی اپنے اوپر نعمتوں احسانات، عظیم مغفرت اور رحمت کا خیال کرتا ہے۔ تو اسے اطمینان قلب حاصل ہونا چاہیے۔ اور اللہ کے متعلق حسن ظن رکھنا چاہیے۔ اور جب اپنے گناہوں کی طرف بوجہ ترک امور اور ارتکاب مناہی دیکھتا ہے۔ تو اس کا دل کانپنا چاہیے۔ اور روح مضطرب ہونی چاہیے۔ ،،وجل،، ایسا خوف ہے جو سخت غم کے ساتھ ہو۔ اس کا غالب استعمال دل کے خوف میں ہوتا ہے۔ اور جب ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات کی

تلاوت کی جاتی ہے۔ ان کا ایمان بڑھا دیتی ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے۔ کہ جب انہیں آیات قرآنیہ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ تو ان سے ان کا یقین و بصیرت بڑھ جاتے ہیں۔ اور کہا گیا ہے۔ ان کی تصدیق اور بڑھ جاتی ہے۔ جب کہ وہ ما انزل اللہ" کی تصدیق پہلے بھی ہوتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ معنی یہ ہے کہ وہ پہلی دوسری تیسری آیت اور ہر اس حکم کی جو اللہ کی طرف سے انہیں ملتا ہے۔ اس کی تصدیق میں زیادتی کرتا ہے۔ اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ یعنی اپنے تمام امور اس کے سپرد کرتے ہیں۔ چاہے دنیا میں کسی برائی کے خوف سے ہو۔ اور کہا گیا ہے۔ آخرت میں اپنے اعمال کی قبولیت کے بارے میں اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ وہ جو نمازیں قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں، اس کی تفسیر سورۃ البقرہ میں گزر چکی ہے۔ نماز اور زکوٰۃ کا خاص کر ذکر اس لیے فرمایا۔ تاکہ ان کی عظمت شان کا خیال رہے۔ اور ان کی تاکید پیش نظر رہے اور تاکہ ان کی ادائیگی پر پابندی کی دعوت دے۔ وہ لوگ حقیقی مومن ہیں۔ یعنی یہ لوگ جن میں مذکور خصلتیں اور صفات جمع ہوں۔ وہی مومن کہلانے کے صحیح معنوں میں مستحق ہیں۔ ان کے لیے ان کے رب کے ہاں درجات ہیں۔ یعنی جنت کے درجات ہیں۔ اپنے نیک اعمال کی بنا پر ان درجات پر چڑھتے جائیں گے۔ کہا گیا ہے۔ کہ درجات سے مراد "بلند اعمال" اور "فضائل" ہیں۔ جن کے وہ زندگی میں حق دار ہیں۔ اور مغفرت ان کے گناہوں کی اور "بہت زیادہ رزق"۔ یعنی جنت میں انہیں رزق کثیر ملے گا۔ اور ایسا بابرکت اور دائمی ہوگا۔ کہ جس میں کسی قسم کا کوئی ضرر نہ ہوگا۔ اور نہ اس سے طبیعت مکدر ہوگی۔ اور نہ اس کے ختم یا کم ہونے کا اندیشہ ہوگا۔ اور نہ ہی اس کا حساب لیا جائے گا۔ محاورہ ہے۔ "فلاں کریم" یا اس وقت کہتے ہیں۔ جب کسی کے اخلاق قابل ستائش ہوں۔

شیعہ تفسیر [۲]:

در تفسیر صافی" میں اس آیت کے تحت یوں مذکور ہے۔

تفسیر صافی

(اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ) اَیْ اَلْکَامِلُوْنَ فِی الْاِیْمَانِ (اَلَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ) فَزِعَتْ لِذِکْرِہٖ اِسْتِعْظَامًا لَّہٗ وَھَیْبَۃً مِّنْ جَلَالِہٖ (وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا) اَیِ ازْدَادُوْا بِھَا یَقِیْنًا وَّ طُمَانِیْنَۃَ نَفْسٍ (وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ) وَ اِلَیْہِ یُفَوِّضُوْنَ اُمُوْرَھُمْ فِیْمَا یَخَافُوْنَ وَ یَرْجُوْنَ (اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا) لِاَنَّھُمْ حَقَّقُوْا اِیْمَانَھُمْ بِضَمِّ مَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَمَحَاسِنِ اَفْعَالِ الْجَوَارِحِ اِلَیْہِ (لَھُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ) کَرَامَۃٌ وَعُلُوُّ مَنْزِلَۃٍ وَمَغْفِرَۃٌ لِمَا فَرَطَ مِنْھُمْ (وَ رِزْقٌ کَرِیْمٌ) اَعَدَّ لَھُمْ فِی الْجَنَّۃِ۔

(تفسیر صافی جلد اول ص ۶۳۸ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

بے شک ایمان میں کامل لوگ وہ ہیں۔ جن کے دل اللہ کے ذکر کی عظمت اور اس کے جلال کی ہیبت سے دہل جاتے ہیں۔ اور جب انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ ان سے ان کا ایمان یقین اور اطمینان نفس بڑھ جاتا ہے۔ اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اور اسی کی طرف خوف و امید کے امور سپرد کرتے

ہیں۔ وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں۔ اور ہمارے دیئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔ وہی ایمان میں حق پر ہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے ایمان میں مکارم اخلاق کے ذریعہ حقانیت پیدا کی۔ اور جسم انسانی سے سرزد ہونے والے اچھے اعمال نے بھی ان کے ایمان کی تصدیق کر دی۔ ان کے لیے اپنے رب کے ہاں، بزرگی، علو منزلت اور زیادتیوں کی مغفرت کے درجات ہیں۔ اور جنت میں ان کے لیے رزق کریم تیار کیا گیا ہے۔

شیعہ تفسیر

"منہج الصادقین" میں اس آیت کی تفسیر ان الفاظ سے منقول ہے۔

منہج الصادقین: (لهم) مرایں مومناں را است (درجات) درجہائے بلند در تبہائے ارجمند (عند ربهم) نزد پروردگار ایشاں کہ مزید کرامت وعلو مرتبہ است یا درجات بہشت و در خبر است کہ آں درجات ہفتاد درجہ باشد ہر درجہ تا درجہ چنداں کہ اسپی نیک رو ہفتاد سال طی آں کند (ومغفرة) ومرایشاں را است آمرزش مر تقصیرات ایشاں را (ورزق کریم) وروزی بزرگواری یعنی نعم جنت کہ سائی باشد از کد اکتساب و خالی از خوف حساب۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد چہارم ص۱۱۱ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔

ان مومنین کے لیے خاص کر درجات بلند اور نیک مرتبے ان کے پروردگار کے ہاں میں۔ جو بزرگی کی زیادتی اور مرتبہ کی بلندی کی صورت میں ہوں گے۔ یا ان کے لیے بہشت کے درجات میں۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ جنت کے درجے ستر ہوں گے۔ اور ایک درجہ سے دوسرے تک اتنا فاصلہ ہو گا۔ کہ تیز رفتار

گھوڑا ستر سال میں اُسے طے کر سکے گا۔ اور ان مومنوں کے لیے خاص کر ان کے گناہوں کی معافی بھی ہو گی۔ اور بزرگ روزی یعنی جنت کی نعمتیں بھی انہیں عطا ہوں گی۔ جو محنت و مزدوری کے بغیر اور خوف حساب سے دور ہوں گی۔

آیت مذکورہ اور اس کی تین شیعہ تفاسیر سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ کامل الایمان وہ ہیں۔ جن کے دل اللہ کی عظمت و جلالت سے کانپ اُٹھتے ہیں۔ جب ان کے سامنے ایسی آیات کی تلاوت ہوتی ہے۔ جن میں اللہ کے عذاب، اس کے عدل و انصاف اور گناہوں پر وعید کا مضمون ہوتا ہے۔

۲۔ ان کی دوسری علامت یہ ہے۔ کہ جب انعامات الہیہ اور احسانات ربانیہ کی آیات سنتے ہیں۔ اتباع شریعت کی بدولت ثواب و رحمت کا ذکر ہوتا ہے۔ تو ان کے دل مطمئن اور روح پر سکون ہو جاتی ہے۔

۳۔ قرآن کریم کی آیات کی تلاوت ان کے ایمان کو پختگی اور اُن کی بصیرت میں اضافہ کرتی ہے۔

۴۔ اپنے تمام اعمال چاہے ان کی وجہ سے دنیوی خطرہ کا اندیشہ ہو۔ چاہے اخروی ثواب کی امید، اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں۔

۵۔ نماز کے پابند اور اللہ کی راہ میں اس کے دیئے سے خرچ کرتے ہیں۔

۶۔ انہی صفات والے درحقیقت مومن کہلانے کے حق دار ہیں۔

۷۔ ان کے لیے جنت کے ستر درجات ہیں۔ جن میں ایک کا درمیانی فاصلہ تیز رفتار گھوڑے کے ستر سال دوڑنے کے برابر ہے۔

۸۔ اللہ نے انہیں معاف کرنے کا وعدہ بھی فرمایا۔ اور جنت میں رزق کریم بھی دے گا۔ جس

رزق کا کوئی حساب اور کسی قسم کا اس سے خطرہ نہیں ہو گا۔

خلاصہ کلام

قرآن پاک کے نزول کے وقت مذکورہ صفات سے موصوف صحابہ کرام موجود تھے۔ تبھی تو اللہ تعالیٰ نے ان صفات کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا۔ ورنہ عدم موجودگی میں لازم آتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرضی باتیں نازل فرما رہا ہے۔ نیز یہ بھی ماننا پڑے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کے انجام کو اپنے علم قدیم کی بنا پر جانتا تھا۔ کہ ان کا خاتمہ بھی بالایمان ہو گا۔ تبھی ان کے لیے جنت میں رزق کریم کا وعدہ فرمایا۔

لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ صحابہ کرام مذکورہ صفات کے حامل تھے۔ اور ان کے کامل الایمان ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ ان کے ارتداد کے قصے محض باطل اور بے بنیاد ہیں۔ میں نے قرآن کریم کی آیات اور شیعہ تفاسیر سے مستند حوالہ جات سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ حضرات صحابہ جنتی اور کامل الایمان تھے۔ اگر مذکورہ حوالہ جات میں سے کوئی بھی ایک حوالہ غلط کر دے۔ تو ہر ایک غلط حوالہ پر دس ہزار روپیہ انعام دوں گا۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکفرین۔

باب چہارم

فضائل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

از قرآن مجید و کتب شیعہ

اس باب میں ہم انشاء اللہ تین فصلیں ذکر کریں گے۔ فصل اوّل میں ایسے فضائل کا ذکر ہو گا۔ جو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے متعلق ہوں گے۔ دوسری فصل ان فضائل میں مذکور ہو گی۔ جو خلفائے ثلاثہ کے مشترکہ فضائل کے ضمن میں آتے ہیں۔ تیسری فصل میں خلفائے ثلاثہ میں سے ہر ایک کے انفرادی فضائل کا ذکر ہو گا۔ ان تین فصلوں کے بعد "تتمہ" ہو گا۔ جس میں خلفائے ثلاثہ کی حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت کرام سے نسبی رشتہ داریوں کا ذکر ہو گا۔

(و باللہ التوفیق)

فصل اوّل جملہ صحابہ کرام کے فضائل میں

آیت ۱:

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۔ وَاِنَّ اللّٰهَ
عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۔ اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ
بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۔ وَلَوْلَا دَفْعُ
اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ

بِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۚ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۔ (پ، ع، ا)

ترجمہ: ان لوگوں کو جن سے جنگ کی جاتی ہے۔ اس لیے اجازت دی جاتی ہے کہ ان پر ظلم کیا گیا تھا۔ اور بے شک اللہ ان کو مدد دینے پر پوری پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ جو اپنے ملک سے ناحق صرف اتنی سی بات کہنے پر نکالے گئے تھے۔ کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ اور اگر خدا آدمیوں کو ایک دوسرے کے ذریعے سے دفع نہ کرتا رہتا۔ تو عبادت خانے اور گرجا اور کنیسے اور مسجدیں جن میں خدا کا نام زیادہ لیا جاتا ہے۔ سب گرا دیے جاتے۔ اور اللہ اس کی مدد ضرور کرے۔ جو خود اللہ کی مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا اور زبردست ہے۔ وہ وہ لوگ ہیں۔ جن کو اگر ہم زمین میں تمکن دیں گے۔ تو وہ (باقاعدہ) نماز پڑھیں گے۔ اور زکوٰۃ دیں گے۔ اور نیک کاموں کا حکم کریں گے۔ اور بدی سے مانع ہوں گے اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔

(ترجمہ مقبول احمد)

مذکورہ آیت کے تحت شیعہ تفاسیر

تفسیر خلاصۃ المنہج :-

آوردہ اند۔ کہ کفار مکہ بدست و زبان در آزار مومنانِ کہ می کوشیدند۔ و ہر ساعت از اصحاب بعضے از سر شکستہ بود بہ جمعے دست بستہ نزد حضرت نبوت آمدہ

شکایت میکردند۔ و حضرت میفرمود۔ کہ صبر میکنید۔ کہ من بقتال ایشان مامور نیستم
و چوں ہجرت بمدینہ واقع شد۔ اذن قتال در رسید۔ و اول آیتے کہ در باب
جہاد نازل شد ایں بود کہ دستورے دادہ شد کار زار کردن مر آنراکہ خواہند کارزار
کنند با جماعت کفار بسبب آنکہ ستم رسیدہ شدہ اند۔ و جفاہائے بے شمار
از دشمناں کشیدہ وحفص بفتح تا میخوانند۔ یعنی آناں راکہ کافراں
با ایشاں مقاتلہ بکنند دستوری دادیم کہ قتال کنند و بدرستیکہ خدا بر یاری دادن مظلوماں
کہ مومنانند ہر آئینہ توانا است۔ پس مرخص شدند در قتال آنانکہ بیروں کردہ
شدند از سراہائے خود کہ در مکہ داشتند بنا حق ناروا کہ اصلاً مستوجب اخراج
نبودند۔ و چیزے از ایشاں صادر نشدہ بود۔ کہ سبب بیروں کردن از ایشاں
بودے مگر آنکہ می گفتند کہ پروردگار ما خدائے یگانہ است۔ و اگر نہ دفع کردن خدا
بودے مردماں را برخے از ایشاں را بعضے بتسلیط مومناں بر مشرکاں ہر آئینہ ویراں
کردہ شدے باستیلائے کافراں مشرک ہر اہل ملل مختلفہ صومعہائے رہباناں
در زمان عیسٰے و کلیسائے ترسایاں در آں زماں در صحراہا و سر کوہہا از اطراف
و کنشتہائے یہوداں در زمان موسٰے و مسجدہا مسلماناں در زمان پیغمبر آخر الزمان
کہ ہمیشہ کردہ می شدے دراں مسجدہا۔ جمیع بقعہائے مذکورہ نام خدا بسیار و ہر آئینہ
یاری دہد خدا کسی را کہ دین او را یاری دہد و مردماں را بطاعت او ترغیب نماید۔
بدرستیکہ خدا توانا است بر نصرت مومناں غالب است بر ہر کس و بر ہر چیز و
ہر کرا خواہد غلبہ دہد۔ و دریں آیت وعدہ داد مظلوماں را بنصرت و وفا نمود بوعدہ،
آں چہ تسلیط مہاجر و انصار نمودہ بر صنادید قریش و اکابر و اکاسرہ عجم و قیاصرہ
ایشاں در زمین و دیار ایشاں را بمسلمانان تفویض نمودہ۔ پس آیت اخبار است
از غیب چہ ایں نصرت بعد ازیں بظہور رسید۔ و دیگر در صفت ماذونان بقتال

میفرمائد کہ آں جماعہ ماذونانِ آں اند۔ کہ اگر جائے دہیم ایشاں را و تمکین واقتدار بخشیم ایشاں را در زمین و زمام حکومت بکف کفایت ایشاں دہیم بپا دارند نماز راجہت تعظیم ما و بدہند زکوٰۃ راجہت یاری دادن بندگان ما و بفرمایند بنیکوئی یعنی آں چہ در شرع و عقل نیکو باشد و باز دارند مردماں را از زشتی یعنی آں چہ شرع و عقل قبیح شمرند۔ و مر خدا را است سرانجام ہمہ کارہا و ہمہ چیزہا بید قدرت اوست واین تاکید وعدۂ نصرت است۔ (خلاصۃ المنہج)

ترجمہ:۔

بیان کرتے ہیں۔ کہ مکہ کے کفار مسلمانوں کو دست و زبان ہر طرح سے تکلیف دینے میں کوشاں رہتے تھے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ کے صحابہ میں سے بعض کبھی تو سرزخمی اور بعضے ویسے ہی دست بستہ عرض کرتے تھے۔ کہ حضور! ہم بڑے تنگ ہیں۔ آپ انہیں صبر و شکر کی تلقین فرماتے۔ اور ارشاد ہوتا۔ کہ ابھی مجھے ان کے ساتھ لڑائی کا حکم نہیں ملا۔ پھر جب مدینہ میں ہجرت کرکے آ گئے۔ اس وقت جہاد کی اجازت ملی۔ جہاد کے لیے سب سے پہلی آیت یہی تھی جس میں جہاد کرنے سے خواہش مند حضرات کو جہاد کا دستور عطا کیا گیا۔ کیوں کہ کفار کے ہاتھوں یہ نہایت ستم رسیدہ لوگ تھے اور ان کی بے شمار سختیاں برداشت کیں۔ امام حفص نے یقاتلون کے لفظ کو تاے مفتوحہ کے ساتھ پڑھا ہے یعنی ان لوگوں کو ہم قتال کی اجازت دیتے ہیں۔ جن سے کفار لڑتے ہیں۔ اور ہم اعلان کیے دیتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ مظلوم مسلمانوں کی امداد ہر طرح سے کرنے پر قادر ہے ہٰذا انہیں جہاد کی اجازت دے دی گئی۔ کیوں کہ انہیں گھروں سے نکال دیا گیا تھا۔ جو کہ میں تھے۔ اور ان کا نکالنا بالکل ناحق اور ناروا تھا۔ اور اس کی کوئی معقول وجہ نہ تھی۔ صرف یہی قصور تھا۔ کہ وہ اللہ تعالےٰ کو اپنا پروردگار رکھتے تھے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ

لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ دفع نہ کرتا یعنی مومنوں کو مشرکین پر تسلط عطا نہ کرتا۔ تو مشرکین و کفار غالب آ کر مختلف آسمانی مذاہب والوں کے عبادت خانے جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے راہبوں کی عبادت گاہیں اور یہودیوں کے عبادت خانے جو مختلف پہاڑوں اور صحراؤں میں واقع تھے۔ اور مسلمانوں کی، مسجدیں حضور نبی آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم کے دور میں کہ جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے۔ ان تمام کو منہدم کر دیتے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے۔ جو اس کے دین کی حمایت و نصرت کرتے ہیں۔ یقیناً اللہ قدرتوں کا مالک ہے۔ اور مومنوں، کی امداد فرماتا ہے۔ اور وہ ہر شخص اور ہر چیز پر غالب ہے۔ اور جسے چاہتا ہے غلبہ عطا کرتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مظلومین سے نصرت و مدد کا وعدہ فرمایا۔ اور اللہ نے یہ وعدہ پورا بھی فرما دیا۔ کہ مہاجرین و انصار کو قریش کے سرداروں اور چھوٹے بڑے عجم کے دیگر لوگوں پر غلبہ عطا کر دیا۔ کہ ان کے گھروں اور ان کی زمینوں کو زیر تصرف لے آئے۔ لہٰذا اس آیت میں غیب کی خبریں تھیں۔ کیوں کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اس وقت کے بعد یہ تمام واقعات رونما ہوئے۔ اور دوسری بات اس آیت میں یہ بیان فرمائی۔ کہ جنہیں جہاد کا حکم اور اجازت دی جا رہی ہے۔ ان کی صفات کیا کیا ہیں۔ وہ ایسی جماعت ہے۔ کہ اگر ہم زمین پر انہیں اقتدار و تسلط اور تمکن عطا کریں۔ اور حکومت کی باگ ڈور ان کے ہاتھوں میں دیں۔ تو وہ ہماری تعظیم کے پیش نظر نماز قائم کریں گے۔ اور ہمارے بندوں کی مدد کرتے ہوئے وہ زکوٰۃ ادا کریں گے۔ اور ہر وہ چیز و کام جو شرع اور عقل کے لحاظ سے نیک ہو گا۔ اس کا حکم دیں گے۔ اور جو شرع اور عقل کے اعتبار سے برا ہو گا۔ اس سے روکیں گے۔ اور تمام کاموں اور تمام اشیاء کا انجام اس اللہ کے قبضۂ قدرت میں

ہے۔ اور یہ الفاظ اس وعدہ کی تاکید کرتے ہیں۔ جو اللہ نے نصرت کا کیا۔

منہج الصادقین:

"وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ" کی تفسیر "علامہ فتح اللہ کاشانی" نے یوں کی ہے۔

(وَلِلّٰهِ) ومر خدائے راست (عاقبۃ الامور) نہایت وسرانجام ہمہ کارہا یعنی مرجع ہمہ امور با حکم اوست ہر کرا خواہد نصرت دہد وہر کرا خواہد فروگذارد بر وفق مشیت وحکمت کقولہ تعالیٰ: تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ششم صفحہ ۱۹۰ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔

تمام کاموں کا انجام خدا کے ہاتھ میں ہے۔ یعنی تمام امور اسی کے حکم کے ماتحت ہیں۔ جس کی مدد کرنا چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور جس کے متعلق یہ چاہتا ہے کہ ترک کرے اسے چھوڑ دیتا ہے۔ یہ اس کی چاہت اور حکمت پر منحصر ہے۔ جس طرح دوسرے مقام پر اس نے کہا۔ "جس کو تو چاہتا ہے۔ ملک دے دیتا ہے۔ اور جس سے چاہتا ہے۔ ملک چھین لیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے عزت عطا کرتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔ تیرے ہی قبضہ میں ہر قسم کی بھلائی ہے۔ تو یقیناً ہر شے پر قادر ہے۔

مجمع البیان

اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں (۲) علامہ طبرسی ؒ نے یوں تحریر کیا ہے۔

(اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا) اَیْ بِسَبَبِ
اَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَ قَدْ سَبَقَ مَعْنَاهُ فِی الْحُجَّةِ وَكَانَ
الْمُشْرِكُوْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا يَزَالُ يَجِيْئُ مَشْجُوْجٌ
وَ مَضْرُوْبٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَيَشْكُوْنَ ذٰلِكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
اٰلِهٖ فَيَقُوْلُ لَهُمْ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ اصْبِرُوْا فَاِنِّیْ لَمْ اُؤْمَرْ بِالْقِتَالِ حَتّٰى
هَاجَرَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ هٰذِهِ الْاٰيَةَ بِالْمَدِيْنَةِ
وَهِیَ اَوَّلُ اٰيَةٍ نَزَلَتْ فِی الْقِتَالِ وَ فِی الْاٰيَةِ مَحْذُوْفٌ
وَتَقْدِيْرُهٗ اُذِنَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَنْ يُقَاتِلُوْا اَوْ بِالْقِتَالِ
مِنْ اَجْلِ اَنَّهُمْ ظُلِمُوْا بِاَنْ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ
قُصِدُوْا بِالْاِيْذَاءِ وَالْاِهَانَةِ (وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ
لَقَدِيْرٌ) وَهٰذَا وَعْدٌ لَهُمْ بِالنَّصْرِ مَعْنَاهُ اَنَّهٗ سَيَنْصُرُهُمْ
ثُمَّ بَيَّنَ سُبْحَانَهٗ حَالَهُمْ فَقَالَ (اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا
مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ) يَحْتَمِلُ
مَعْنَاهُ اَنْ يَكُوْنَ اَرَادَ اُخْرِجُوْا اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَتَكُوْنُ الْاٰيَةُ
مَدَنِيَّةً وَيَحْتَمِلُ اِلَى الْحَبَشَةِ فَتَكُوْنُ الْاٰيَةُ مَكِّيَّةً وَ
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ تَعَرَّضُوْا لَهُمْ بِالْاَذٰى حَتّٰى اضْطَرُّوْا
اِلَى الْخُرُوْجِ وَ قَوْلُهٗ بِغَيْرِ حَقٍّ مَعْنَاهُ مِنْ غَيْرِ اَنِ اسْتَحَقُّوْا

ذَالِكَ عَنِ الْجَبَائِیِّ اَیْ دَلَمْ یُخْرِجُوا مِنْ دِیَارِهِمْ اِلَّا لِقَوْلِهِمْ رَبُّنَا اللّٰهُ وَحْدَهٗ۔ (تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جزء ہفتم ص ۸۷ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

اس سبب سے کہ مہاجرین پر کفار و مشرکین نے ظلم کے پہاڑ ڈھائے اللہ تعالیٰ نے مومنین کو جہاد کی اجازت دے دی۔ اس کا معنی ''الحجۃ'' میں گذر چکا ہے (مفسر مذکور کا یہ طریقہ ہے۔ کہ اگر کسی لفظ کے معنی کئی ایک ہوں۔ یا اشتراک ہو۔ تو اس پر شواہد پیش کرنے کو ''حجت'' سے تعبیر کرتا ہے) مشرکین، مومنوں کو اس قدر تکالیف دیتے تھے۔ کہ وہ زخمی زدوکوب کئے ہوئے بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے۔ اور آپ سے شکایت کرتے۔ تو انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبر کرنے کا ارشاد فرماتے۔ اور فرماتے۔ مجھے ابھی جہاد کا حکم نہیں دیا گیا۔ یہ معاملہ ہجرت تک چلتا رہا۔ ہجرت کے بعد اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ مدینہ منورہ میں نازل فرمائی۔ اور جہاد کی اجازت پر اترنے والی یہ سب سے پہلی آیت ہے۔ آیت میں کچھ الفاظ حذف کیے گئے ہیں۔ اصل یوں ہے۔ کہ مومنین کو لڑائی کرنے یا جہاد کی اجازت اس وجہ سے دی گئی۔ کہ انہیں گھروں سے نکال دیا گیا۔ ان پر ظلم کیے گئے۔ اور ان کی ایذا اور اہانت کی گئی۔ (و ان اللہ علی نصرھم لقدیر) اللہ نے ان الفاظ میں مومنوں کو اپنی طرف سے امداد کا وعدہ عطاء کیا معنی یہ ہے۔ کہ عنقریب وقت آنے پر اللہ ان کی مدد کرے گا۔ اس کے بعد اللہ نے ان کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ (الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ) اس کا معنی یہ بھی احتمال رکھتا ہے۔ کہ مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کے لیے مجبور کر کے گھر سے نکال دیا گیا۔ تو اس احتمال کے پیش نظر آیت مذکورہ مدنی ہوگی۔ اور اگر یہ احتمال ہو۔ کہ وہ مسلمان جنہیں حبشہ

کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کر کے نکال دیا گیا۔ تو آیت مکی ہو گی۔ یہ حالت اس لیے پیدا ہوئی۔ کہ مشرکین و کافرین ہر وقت مسلمانوں کی تکلیف کے درپے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے مسلمانوں کو مکہ سے نکل جانے پر مجبور کر دیا اور " بغیر حق " کا معنی یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کو مکہ سے نکالنے کا کوئی حق نہ بنتا تھا۔ صرف یہی بات ان کی ہجرت کے لیے وجہ بنی۔ کہ وہ اللہ وحدہٗ کو اپنا رب کہتے تھے۔

مذکورہ آیت اور اسکی شیعہ تفسیر سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ صحابہ کرام کو سخت سزائیں دی جاتیں۔ یہاں تک کہ کسی کا سر پھوڑ دیا جاتا کسی کو شدید زدوکوب کیا جاتا۔

۲۔ صحابہ کرام کے شکایت کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں صبر کی تلقین فرماتے۔ اور فرماتے۔ کہ ابھی مجھے جہاد کی اجازت نہیں دی گئی۔

۳۔ مکہ سے مسلمانوں کو اسی وجہ سے نکالا گیا۔ کہ وہ اللہ کو اپنا رب کہتے اور مانتے تھے۔

۴۔ جہاد کی اجازت ان مسلمانوں کو ملی۔ جو مکہ سے ہجرت کر گئے۔

۵۔ ان مہاجرین کے متعلق ایک غیبی خبر دی گئی۔ کہ حکومت ملنے کی صورت میں یہ نماز قائم کریں گے۔ زکوٰۃ ادا کریں گے۔ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فرض سرانجام دیں گے۔

۶۔ " علامہ کاشانی " نے اس آیت کی تفسیر میں " قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ " کو داخل کر کے ثابت کیا ہے۔ کہ ان مہاجرین کو عزت اور حکومت اللہ کی طرف سے ملے گی۔

۷۔ اللہ نے ان مہاجرین کی مدد کا وعدہ فرمایا۔ اور اپنا وعدہ اس طرح پورا فرمایا۔ کہ انہیں

سرداران قریش اور قیصر و کسریٰ پر غلبہ عطا کیا۔ اور ان کے زیر تصرف علاقہ جات اللہ نے مہاجرین کے زیر تصرف فرما دیئے۔

لمحۂ فکریہ

مندرجہ بالا امور میں غور و فکر سے ہر صاحب انصاف اس نتیجہ پر پہنچے گا۔ کہ جن مہاجرین کو "ربنا اللہ" کے جرم میں مکہ سے نکالا گیا۔ ان کی اس مالی، جانی اور وطنی قربانی کا صلہ اللہ نے ایک وعدہ کی شکل میں انہیں عطا فرمایا۔ اور اللہ کا مذکورہ وعدہ قیصر و کسریٰ کی شکست اور سرداران قریش کی مغلوبیت کی صورت میں پورا ہوا۔ تو وعوت فکر ہے۔ کہ یہ سب کچھ کن حضرات کے دور خلافت میں ہوا! تاریخ شاہد ہے۔ کہ یہ زریں دور" دور خلفائے ثلاثہ" تھا۔ اور وہ صفات جو اللہ نے اس آیت کریمہ میں ذکر فرمائیں۔ بدرجہ اتم ان حضرات میں موجود تھیں یہ نمازیں بھی قائم کرتے زکوٰۃ بھی دیتے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے۔

تو معلوم ہوا۔ کہ ان حضرات کی خلافت من جانب اللہ تھی۔ "علامہ کاشانی" نے "تؤتی الملک من تشاء" سے یہی ثابت کیا ہے۔ کہ یہ سب کچھ خداداد تھا۔ لہٰذا یہی بات حق ہے۔ کہ خلفائے ثلاثہ کو حکومت بھی اللہ نے دی تھی۔ اور عزت اور قدر و منزلت بھی اسی نے عطا فرمائی۔

جملہ صحابہ کے فضائل آیت نمبر ۲:

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

(پ ۲۷، ع ۱، الحدید)

ترجمہ:۔

تم ہی سے جس نے فتح (مکہ) سے پہلے (راہِ خدا میں) خرچ کیا۔ اور جہاد کیا۔ وہ برابر نہیں ہو سکتا۔ ایسے لوگوں سے جنہوں نے بعد فتح خرچ کیا۔ اور جہاد کیا۔ درجہ میں کہیں بڑھے ہوئے ہیں۔ اور اللہ نے اجر نیک کا وعدہ تو سب ہی سے کیا ہے اور جو عمل تم کرتے ہو۔ اللہ اس سے خوب واقف ہے۔

(ترجمہ مقبول)

مذکورہ آیت کے تحت شیعہ تفاسیر

مجمع البیان

(لَا يَسْتَوِى مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَ قَاتَلُوْا) بَيَّنَ سُبْحَانَهٗ اَنَّ الْاِنْفَاقَ قَبْلَ فَتْحِ مَكَّةَ اِذَا انْضَمَّ اِلَيْهِ الْجِهَادُ اَكْثَرُ ثَوَابًا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ النَّفَقَةِ وَ الْجِهَادِ بَعْدَ ذَالِكَ وَ ذَالِكَ اَنَّ الْقِتَالَ قَبْلَ الْفَتْحِ كَانَ اَشَدَّ وَ الْحَاجَةَ اِلَى النَّفَقَةِ وَ اِلَى الْجِهَادِ كَانَ اَكْثَرَ وَ اَمَسَّ وَ فِي الْكَلَامِ حَذْفٌ تَقْدِيْرُهٗ لَا يَسْتَوِى هٰٓؤُلَاءِ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا بَعْدَ الْفَتْحِ فَحُذِفَ لِدَلَالَةِ الْكَلَامِ عَلَيْهِ وَ قَالَ الشَّعْبِىُّ اَرَادَ فَتْحَ الْحُدَيْبِيَةِ ثُمَّ سَوّٰى سُبْحَانَهٗ بَيْنَ الْجَمِيْعِ فِي الْوَعْدِ بِالْخَيْرِ وَالثَّوَابِ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى) اَىِ الْجَنَّةَ وَ

وَالثَّوَابَ فِيْهَا وَاَنْ تَفَاضَلُوْا فِيْ مَقَادِيْرِ ذَالِكَ (وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ) اَيْ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْ اَنْفَاقِكُمْ وَجِهَادِكُمْ فَيُجَازِيْكُمْ بِحَسْبِ نِيَاتِكُمْ وَبَصَائِرِكُمْ وَاِخْلَاصِكُمْ فِيْ سَرَائِرِكُمْ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد پنجم جزو نہم ص۲۳۲)

ترجمہ۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا۔ کہ فتح مکّہ سے پہلے اُس کی راہ میں خرچ کرنا جب کہ اس عبادت کے ساتھ جہاد بھی شامل ہو۔ اس خرچ کرنے اور جہاد کرنے سے باعتبار ثواب کے بہتر ہے۔ جو فتح مکہ کے بعد ہو۔ کیوں کہ فتح مکّہ سے قبل اُس نا بہت مشکل تھا۔ اور خرچ فی سبیل اللہ اور جہاد بھی کافی اہم تھا۔ (کیوں کہ فتح مکّہ سے پہلے مسلمان بھی کم تھے۔ (اور مال غنیمت بکثرت نہ ہونے کی وجہ سے مالی قلت بھی تھی) کلام باری تعالیٰ میں حذف ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے "لا یستوی ھٰؤلاء مع الذین انفقوا بعد الفتح"۔ چوں کہ خود کلام اس حذف پر دلالت کرتا ہے۔ لہٰذا اسے حذف کر دیا گیا۔ "شعبی" نے کہا۔ کہ اس فتح سے اللہ کی مراد "فتح حدیبیہ" ہے۔ پھر اس کے بعد جنت میں خیر و ثواب کے عطا کرنے کے وعدہ میں دونوں فریقوں کو جمع کرتے ہوئے فرمایا۔ (وکلا وعد اللہ الحسنٰی) ان میں سے ہر ایک کے لیے اللہ نے جنت کا وعدہ فرمایا۔ اور اس میں ثواب بھی۔ اگرچہ ان کی مقداریں دونوں کے لیے مختلف ہوں گی۔ (واللہ بما تعلمون خبیر) یعنی اللہ تعالیٰ سے تمہارے خرچ کرنے اور جہاد کرنے کا کوئی گوشہ او جھل نہیں۔ لہٰذا تمہاری نیتوں اور اخلاص کے پیش نظر

تمہیں ثواب سے نوازے گا۔

منہج الصادقین

"علامہ کاشانی ۔۔۔ اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں ۔
(اولئک) آں گروہ متقیاں و مقاتلاں قبل از فتح یعنی سابقان از مہاجر و انصار کہ حضرت رسالت (ص) در شان ایشان فرمود۔ لَوْ اَنْفَقَ اَحَدُكُمْ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهٗ ۔
اگر انفاق کنید یکے از شما مثل کوہ احد طلا را نرسید بمرتبۂ انفاق یکی از سابقان مہاجر و انصار و نہ نصف آں (اعظم درجۃ) بزرگ تر اند از روئے درجہ و مرتبہ (من الذین انفقوا) از آنانکہ نفقہ کنند (من بعد) پس از فتح مکہ (و قاتلوا) و کارزار نمائید (وکلا) و ہمہ را کہ نفقہ میکنند و قتال می نمائید قبل از فتح و بعد از آں (وعد اللہ الحسنی) وعدہ دادہ است خدائے مثوبت نیکو را کہ بہشت است اما بانفاق درجات ۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد نہم ص ۱۷۱)

ترجمہ:-

متقی اور مجاہدین کی وہ جماعت جو فتح مکہ سے قبل تھی ۔ یعنی مہاجرین اور انصار میں سے سابق جن کے بارے میں حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا راہ خدا میں خرچ کرے ۔ پھر بھی وہ فتح مکہ سے قبل خرچ کرنے والوں کے مُد جو یا گندم تک بلکہ اس کے نصف تک نہیں پہنچ سکتا۔" درجات و مراتب میں یہ لوگ بہت بلند ہیں ان لوگوں سے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ فی سبیل اللہ کیا۔ اور لڑے ۔ اور قبل فتح مکہ یا بعد فتح

خرچ کرنے والوں میں سے ہرایک کے لیے اللہ نے بہترین جزا کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور وہ جنت ہے۔ لیکن اس میں درجات باعتبار خرچ کے ہوں گے۔

خلاصہ کلام: مذکورہ آیت اور اس کی تفسیر کرتے ہوئے دو شیعہ مفسرین نے جو کچھ لکھا۔ وہ آپ نے پڑھ لیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ فتح مکہ سے قبل اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے صحابہ اور اسی دور کے مجاہدین صحابہ درجات و مراتب میں عظیم ہیں۔ اور فتح مکہ کے بعد جن صحابہ نے فی سبیل اللہ خرچ کیا۔ اور اللہ کے دین کی بلندی کی خاطر لڑے۔ یہ حضرات اگرچہ ان درجات و مراتب کو نہ پا سکے۔ لیکن دونوں قسم کے صحابہ کرام سے اللہ تعالیٰ نے جنت اور ثواب کا وعدہ فرمایا ہے ان کے درجات میں کمی بیشی تو ہے لیکن جنتی اور مومن ہونے میں سب برابر ہیں۔ لہٰذا خود شیعہ مفسرین نے ثابت کر دیا۔ کہ صحابہ کرام سب کے سب جنتی ہیں۔ اور جنت میں وہی جا سکتا ہے جو مومن ہوگا۔ اس لیے اس قول پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد تین چار صحابی ایمان دار رہ گئے تھے۔ باقی معاذ اللہ مرتد ہو گئے تھے۔ ان سے سوال کیا جا سکتا ہے۔ کہ جب ایسا ہی ہے۔ جس طرح تم کہتے اور لکھتے آ رہے ہو۔ تو کیا مرتدین جنت میں جائیں گے۔ حالانکہ یہ مسلّم ہے۔ کہ مرتد جنت میں نہیں جائے گا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ عقیدہ شیعوں کا خود ساختہ اور من گھڑت عقیدہ ہے۔ جو خود ان کی طرف لوٹتا نظر آتا ہے۔

جملہ صحابہ کرام کے فضائل میں کتب شیعہ سے حوالہ جات

حوالہ ۱: نبی علیہ السلام کے صحابہ کرام تمام انبیاء کے صحابہ سے افضل تھے

اے موسیٰ کیا تجھے معلوم نہیں ہے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے نزدیک تمام فرشتوں اور کل مخلوقات سے افضل ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے نزدیک افضل الخلائق ہیں۔ تو کیا کسی نبی کی آل بھی میری آل سے افضل ہے؟

حکم ہوا کہ اے موسیٰ! کیا تو نہیں جانتا کہ آل محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کی آل ——————— پر ویسی ہی فضیلت حاصل ہے۔ جیسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء پر۔ پھر عرض کی۔ کہ اگر آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرے نزدیک یہ رتبہ حاصل ہے۔ تو کیا کسی اور نبی کے اصحاب بھی میرے اصحاب سے افضل ہیں۔ ارشاد ہوا کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر انبیاء کے اصحاب پر ویسی ہی فضیلت حاصل ہے۔ جیسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام رسولوں پر پھر عرض کی کہ اے میرے پروردگار اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی آل اور ان کے اصحاب ان اوصاف سے موصوف ہیں۔ تو کیا کسی نبی کی امت بھی تیرے نزدیک میری امت سے افضل ہے۔ کہ تو نے بادل کو مقرر کیا۔ کہ ان پر سایہ کرے۔ اور من و سلویٰ کو ان پر نازل کیا۔ اور دریا کو ان کے لیے شگافتہ کیا۔ وحی ہوئی۔ کہ اے موسیٰ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ جیسے میں اپنی تمام مخلوقات سے افضل اور اکرم ہوں۔ اسی طرح امت محمدی تمام امتوں سے اشرف اور اعلیٰ ہے۔

(آثار حیدری ترجمہ تفسیر امام حسن عسکری صـ۲۷ مطبوعہ امامیہ کتب خانہ لاہور)

حوالہ نمبر ۲: نبی علیہ السلام کے صحابہ کرام انتہا درجہ کے پرہیز گار تھے۔

وہمہ با یک دیگر در مقام عدالت و انصاف و احسان بودند۔ و یک دیگر را بتقویٰ و پرہیز گاری وصیت میکردند۔ و با یکدیگر در مقام تواضع و شکستگی بودند۔ پیران را توقیر میکردند۔ و بر خرد سالاں رحم میکردند۔ و غریباں را رعایت میکردند۔

(منتہی الآمال در بیان اخلاق شریفہ حضرت رسول خدا جلد اول مطبوعہ ایران صـ۲۳)

ترجمہ: تمام صحابہ کرام ایک دوسرے کے ساتھ عاجزانہ اور مہربانہ طور پر پیش آتے

تھے۔ اور ایک دوسرے کو تقوے و پرہیزگاری کی وصیت کرتے تھے۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ عاجزانہ اور مہربانہ طور پر پیش آتے تھے۔ بوڑھوں کی عزت اور چھوٹوں پر رحم کرتے تھے۔ اور غریب کی رعایت کرتے تھے۔

حوالہ ۲: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خوفِ خدا کے پیکر تھے

مجمع البیان | قَالَ الْمُفَسِّرُوْنَ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) يَوْمًا فَذَكَّرَ النَّاسَ وَوَصَفَ الْقِيَامَةَ فَرَقَّ النَّاسُ وَبَكَوْا وَاجْتَمَعَ عَشَرَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ فِيْ بَيْتِ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنِ الْجُمَحِيِّ وَهُمْ عَلِيٌّ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَاَبُوْ ذَرِّ الْغِفَارِيُّ وَسَالِمُ مَوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَالْمِقْدَادُ بْنُ الْاَسْوَدِ الْكِنْدِيُّ وَسَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ وَمَعْقَلُ بْنُ مُقَرِّنٍ وَاتَّفَقُوْا عَلٰى اَنْ يَّصُوْمُوا النَّهَارَ وَيَقُوْمُوا اللَّيْلَ وَلَا يَنَامُوْا عَلَى الْفِرَاشِ وَلَا يَاْكُلُوا اللَّحْمَ وَلَا الْوَدَكَ وَلَا يَقْرَبُوا النِّسَاءَ وَالطِّيْبَ وَيَلْبَسُوا الْمُسُوْحَ وَيَرْفُضُوا الدُّنْيَا وَيَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ وَهَمَّ بَعْضُهُمْ اَنْ يَّجُبَّ مَذَاكِيْرَهٗ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاَتٰى دَارَ عُثْمَانَ فَلَمْ يُصَادِفْهُ فَقَالَ لِاِمْرَاَتِهٖ اُمِّ حَكِيْمٍ بِنْتِ اَبِيْ اُمَيَّةَ وَاسْمُهَا حَوْلَاءُ وَكَانَتْ عَطَّارَةً اَحَقٌّ مَا بَلَغَنِيْ عَنْ زَوْجِكِ وَاَصْحَابِهٖ فَكَرِهَتْ اَنْ تُكَذِّبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ (ص) وَكَرِهَتْ اَنْ تُبْدِيَ عَلٰى زَوْجِهَا فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كَانَ اَخْبَرَكَ عُثْمَانُ

فَقَدْ صَدَقَكَ فَانْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَلَمَّا دَخَلَ عُثْمَانُ
اَخْبَرَتْهُ بِذَالِكَ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ (ص) هُوَ وَ اَصْحَابُهُ
فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَلَمْ اُنَبِّئْكُمْ اَنَّكُمْ اِتَّفَقْتُمْ
عَلٰى كَذَا وَكَذَا قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا اَرَدْنَا
اِلَّا الْخَيْرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِنِّىْ لَمْ اُؤْمَرْ بِذَالِكَ
ثُمَّ قَالَ اِنَّ لِاَنْفُسِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا فَصُوْمُوْا
وَافْطُرُوْا وَ قُوْمُوْا وَ نَامُوْا فَاِنِّىْ اَقُوْمُ
وَاَنَامُ وَ اَصُوْمُ وَ اَفْطِرُ وَاٰكُلُ اللَّحْمَ
وَالدَّسَمَ وَ اٰتِى النِّسَآءَ وَ مَنْ رَغِبَ عَنْ
سُنَّتِىْ فَلَيْسَ مِنِّىْ -

(تفسیر مجمع البیان جلد دوم جز سوم ص ۲۳۵-۲۳۶)

ترجمہ۔

مفسرین نے کہا ہے۔ کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے ہوئے جب قیامت کے واقعات بیان فرمائے۔ تو حاضرین پر رقت طاری ہو گئی۔ اور سب نے رونا شروع کر دیا۔ ان میں سے دس صحابہ کرام حضرت عثمان بن مظعون الجمحی رضی اللہ عنہ کے گھر جمع ہو گئے۔ جو یہ تھے۔ علی، ابو بکر، عبداللہ بن مسعود، ابوذر غفاری، سالم ابو حذیفہ کے مولی، عبداللہ بن عمر، مقداد بن اسود الکندی، سلمان فارسی۔ اور معقل بن مقرن رضی اللہ عنہم ان تمام نے اس پر اتفاق کیا۔ کہ اب ہم سب دن کو روزہ دار ہوں گے۔ رات کو جاگ کر اللہ کی بندگی کریں گے۔ بستر پر نہیں سوئیں گے۔ گوشت اور چربی نہیں کھائیں گے۔ عورتوں کے قریب نہ جائیں گے۔ خوشبو نہ لگائیں گے۔ موٹے کپڑے پہنیں گے

دنیا کو چھوڑ دیں گے۔ زمین میں سفر کریں گے۔ یہاں تک کہ بعض نے اپنے آلۂ تناسل کٹوانے کا بھی ارادہ کر لیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حالات کا علم ہوا۔ تو آپ حضرت عثمان بن مظعون کے گھر تشریف لائے۔ لیکن یہ نہ مل سکے۔ تو آپ نے ان کی بیوی "ام حکیم بنت ابی امیہ" جن کا نام "حولاء" تھا۔ جو عطر فروشی کرتی تھیں۔ کو فرمایا۔ کیا تیرے خاوند اور اس کے ساتھیوں کے متعلق جو حالات پہنچے۔ وہ درست ہیں۔ تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھوٹ بولنا بھی اچھا نہ سمجھا۔ اور اپنے خاوند کے بارے میں آگاہی دینا بھی اچھا نہ سمجھا۔ تو عرض کی۔ حضور! اگر عثمان نے آپ کو اطلاع دی۔ تو اس نے آپ سے سچ کہا ہے۔ حضور واپس چلے گئے۔ جب عثمان گھر آئے۔ ان کی بیوی نے سب کچھ بتایا۔ تو عثمان اور ان کے ساتھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں فرمایا۔ کیا میں تمہیں یہ نہ بتا دوں۔ کہ تم نے فلاں فلاں باتوں پر اتفاق کر لیا ہے۔ انہوں نے عرض کی۔ ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لیکن ہمارا ارادہ صرف بھلائی کا ہی ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ مجھے اس طرح کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ پھر فرمایا۔ تمہارے جسموں کا بھی تم پر حق ہے۔ روزہ رکھو۔ اور کبھی نہ رکھو۔ کبھی رات جاگو۔ اور کبھی نہ جاگو میں بھی رات جاگتا ہوں۔ اور سوتا ہوں۔ اور روزہ رکھتا ہوں۔ اور کبھی نہیں رکھتا گوشت اور چربی کھاتا ہوں۔ عورتوں کے پاس بھی جاتا ہوں۔ جس نے میری سنت سے روگردانی کی۔ وہ مجھ سے نہیں۔

حوالہ ۴: حضرت علی رضی اللہ عنہ یادِ صحابہ میں اکثر داڑھی مبارک پکڑ کر رویا کرتے تھے

نہج البلاغہ | اَیْنَ اِخْوَانِیَ الَّذِیْنَ رَکِبُوا الطَّرِیْقَ وَ مَضَوْا عَلَی

الْحَقِّ أَيْنَ عَمَّارٌ وَأَيْنَ ابْنُ التَّيِّهَانِ وَأَيْنَ ذُوالشَّهَادَتَيْنِ وَأَيْنَ نُظَرَاءُهُمْ مِنْ إِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ تَعَاقَدُوْا عَلَى الْمَنِيَّةِ وَأُبْرِدَ بِرُءُوْسِهِمْ إِلَى الْفَجَرَةِ قَالَ ثُمَّ ضَرَبَ يَدَهُ عَلَى لِحْيَتِهِ الشَّرِيْفَةِ الْكَرِيْمَةِ فَأَطَالَ الْبُكَاءَ ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَوَّهُ عَلَى إِخْوَانِيَ الَّذِيْنَ قَرَأُوا الْقُرْآنَ فَأَحْكَمُوْهُ وَتَدَبَّرُوا الْفَرْضَ فَأَقَامُوْهُ أَحْيَوُا السُّنَّةَ وَأَمَاتُوا الْبِدْعَةَ دُعُوْا لِلْجِهَادِ فَأَجَابُوْا وَوَثِقُوْا بِالْقَائِدِ فَاتَّبَعُوْهُ۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۱۸۲ ص ۲۶۴)

ترجمہ:

کہاں ہیں وہ میرے بھائی جو راہِ خدا میں سوار ہوئے تھے۔ اور اسی اعتقاد حقہ پر گزر گئے۔ کہاں ہے عمار کدھر ہے ابن تیہان کس طرف ہے ذوالشہادتین (خزیمہ جنہیں رسولِ خدا دو عادل گواہوں کے برابر سمجھتے تھے) کہاں ہیں انکی مثالیں اور کس طرف ہیں انکے دینی بھائی جو خدا کی راہ میں مرنے کی قسمیں کھائے ہوئے تھے اور جنکے سر فاسق و فاجر شامیوں کیطرف بھیجے گئے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ فرما کر حضرت نے ریش مبارک پر ہاتھ پھیرا ہے۔ بہت دیر تک رویا کئے۔ پھر فرمایا۔ آہ، وہ میرے دینی بھائی جو قرآن کی تلاوت کرتے تھے وہ امور واجبات میں تفکر سے کام لیتے ہوئے انہیں قائم کرتے تھے۔ وہ سنّت پیغمبر کو جلاتے تھے۔ وہ بدعتوں کو دور کرتے تھے جب انہیں جہاد کی طرف بلایا جاتا تھا۔ تو نہایت خوشی سے قبول کرتے تھے۔ اپنے پیشوا پر بھروسہ رکھتے تھے اور اس کے اوامر ونہی کی اطاعت کرتے تھے۔

(نیرنگ فصاحت ص ۲۶۸)

مذکورہ حوالہ جات اور اقوال ائمہ اہل بیت سے مندرجہ ذیل فضائل صحابہ ثابت ہوئے

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو سابقہ انبیاء کرام کے صحابہ پر ایسی فضیلت ہے جیسی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء کرام پر ہے۔

۲۔ صحابہ کرام باہمی انتہائی رحم دل اور احکام شرع کے پابند تھے۔ ان کی کوئی حرکت خلاف شرع نہ تھی۔

۳۔ دس صحابہ کرام (جن کے اسماء گرامی حوالہ میں گذر چکے ہیں) نے خوفِ خدا کی وجہ سے تمام آرائش و آسائش دنیا ترک کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

۴۔ حضرت علی المرتضیٰ کے نزدیک تمام صحابہ کرام صائم الدھر، قائم الیل اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ارکان سے متصف تھے۔ جب ان کی جدائی ستاتی تو پہروں روتے رہتے۔

۵۔ سنّت نبوی کے زندہ کرنے والے اور بدعات کے مٹانے والے تھے۔

ثابت ہوا۔

ان اوصاف سے جو خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبان اقدس سے نکلے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ کرام کامل الایمان اور خدا کے برگزیدہ بندے تھے۔ جن کی جدائی حضرت علی کو بھی ستاتی رہتی۔ اب بھی اگر کوئی بدنصیب اور ناعاقبت شناس ان حضرات کی شان اقدس میں گستاخی کرکے اپنی شقاوت ازلی کا ثبوت دے۔ اور ساتھ ہی "محب علی" ہونے کا دعوےٰ کرے۔ تو اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا۔ اور اس سے بڑھ کر حضرت علی کی دشمنی کیا ہوگی۔؟

حوالہ ۵: نبی علیہ السلام کا غسالہ حاصل کرنے کیلئے صحابہ کرام جان دینے پر تیار ہو جاتے تھے

مجمع البیان | ثُمَّ اِنَّ عُرْوَةَ جَعَلَ يَرْمُقُ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ اِذَا اَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِبْتَدَرُوْا اَمْرَهٗ وَاِذَا تَوَضَّأَ ثَارُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهٖ وَاِذَا تَكَلَّمُوْا خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهٗ وَمَا يُحِدُّوْنَ اِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَّهٗ قَالَ فَرَجَعَ عُرْوَةُ اِلٰى اَصْحَابِهٖ وَقَالَ اَيْ قَوْمِ وَاللّٰهِ لَقَدْ وَفَدْتُّ عَلَى الْمُلُوْكِ وَوَفَدْتُّ عَلٰى قَيْصَرَ وَكِسْرٰى وَالنَّجَاشِيْ وَاللّٰهِ اِنْ رَاَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهٗ اَصْحَابُهٗ مَا يُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ اِذَا اَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوْا اَمْرَهٗ وَاِذَا تَوَضَّأَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهٖ وَاِذَا تَكَلَّمُوْا خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهٗ وَمَا يُحِدُّوْنَ اِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَّهٗ (تفسیر مجمع البیان جلد ۵ جزء ۹ صفحہ ۱۱۷-۱۱۸)

ترجمہ:

صلح حدیبیہ کے مقام پر "عروۃ" یہ منظر چھپی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب اپنے صحابہ کو کسی کام کا حکم دیتے۔ وہ اس پر لپک جاتے۔ اور جب وضو فرماتے۔ تو وضو کے پانی کو حاصل کرنے کے لیے لڑائی تک نوبت پہنچ جاتی جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتے۔ تو ان کی آوازیں انتہائی باادب اور پست ہوتیں۔ اور آپ کی تعظیم کے پیش نظر آنکھ بھر کر آپ کو نہ دیکھتے "عروۃ" جب اپنے ساتھیوں کی طرف واپس آیا۔ تو کہنے لگا۔ خدا کی قسم! عجیب فرمانبردار لوگ ہیں۔ میں وفد کی صورت میں مختلف بادشاہوں کے پاس گیا قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں بھی گیا۔ لیکن خدا کی قسم! میں نے آج تک ایسا کوئی بادشاہ نہ دیکھا۔ جس کی تعظیم و عزت اس کے ساتھی ایسی کرتے ہوں جیسی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ وہ جب انہیں کسی کام کا کہتے ہیں۔ اس

پر عمل کے لیے فوراً آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اور وضو کے پانی کی حصول میں ایک دوسرے سے دھکم پیل ہو جاتے ہیں۔ اور دوران گفتگو از روئے تعظیم اپنی آوازوں کو انتہائی پست رکھتے ہیں اور عظمت کی خاطر آپ کی آنکھوں میں آنکھیں نہیں ڈال سکتے ۔

خلاصہ کلام :۔

روایت مذکورہ عشق و محبت اور وفاداری اصحابہ کی ایک ایسی دلیل ہے۔ جس کو کفار کا سردار "عروۃ بن مسعود ثقفی" آنکھوں دیکھ کر بیان کر رہا ہے۔ اور صاف صاف اعلان ہے۔ کہ میں نے ایسی تعظیم اور عشق و محبت والے کسی بادشاہ کے حاضرین نہ دیکھے۔ حتیٰ کہ وضو کا پانی انہیں اس قدر مرغوب تھا۔ کہ اس کے حصول کی خاطر ہاتھا پائی کی نوبت آجاتی۔

ایک کافر چشم دید حالات اس طرح بیان کرے۔ جس سے ان کی عقیدت و عظمت بے مثال ثابت ہوتی ہو۔ لیکن اس کے خلاف ایک نام نہاد مسلمان اور بلکہ "حقیقی مومن" کہلانے والا صحابہ کرام کے بارے میں یوں کہے۔ کہ انہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے جو بغض و عداوت تھی۔ اس کی مثال نہیں ملتی۔ تو آپ خود فیصلہ کرلیں۔ کہ اس "مومن" اور اس "کافر" میں سے کون اچھا ہے۔

حوالہ نمبر ۶: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام مہاجرین و انصار کے حق میں دعائے مستجاب

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ پہنچے تو آپ نے مسجد بنانے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے بمع صحابہ کرام کے خود بھی اپنے دست مبارک سے کام کیا تو جب صحابہ کرام کام کر رہے تھے۔ تو یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ ؎

لَئِنْ قَعَدْنَا وَالنَّبِیُّ یَعْمَلُ ۔۔۔ لَذٰلِکَ مِنَّا الْعَمَلُ الْمُضَلَّلُ

یعنی اگر ہم کام کرنے سے بیٹھ جائیں اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ کام کرتے رہے۔

تو ہمارا کیا ہوا سب ضائع ہو جائے گا۔ اس کے جواب میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ شعر اپنی زبان اقدس سے فرماتے تھے ؎

لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةْ
اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةْ

(مناقب آل ابی طالب جلد اول ص ۱۸۵ مطبوعہ قم طبع جدید فی ہجرتہ علیہ السلام)

بہترین زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ اس لیے اے پروردگار عالم! میرے ان تمام مہاجرین وانصار صحابہ کرام پر رحم فرما۔

حاصل کلام:۔

جب تمام مہاجرین وانصار کے حق میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمت کی دعا مانگیں اور یہ ازلی بدبخت (شیعہ) کہیں کہ صحابہ کرام پر معاذ اللہ خدا اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم ناراض ہیں اب قارئین کرام خود ہی فیصلہ کریں کہ دعائیں مانگنے والا اللہ کا رسول سچا ہے یا یہ دشمنان صحابہ جو ان مرحومین و مغفورین پر لعن طعن کرنا اپنا جزو مسلک سمجھتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

فصل ثانی

خلفائے ثلاثہ کے مشترکہ فضائل میں کتب شیعہ سے حوالہ جات

حوالہ نمبر (۱)

امیر المؤمنین | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ - مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِيٍّ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ

اِلٰی مُعَاوِیَةَ بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ اَمَّا بَعْدُ .... وَ ذَکَرْتَ اَنَّ اللّٰہَ اجْتَبٰی لَهٗ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَعْوَانًا اَیَّدَهُ اللّٰہُ بِهِمْ فَکَانُوْا فِیْ مَنَازِلِهِمْ عِنْدَهٗ عَلٰی قَدْرِ فَضَائِلِهِمْ فِی الْاِسْلَامِ فَکَانَ اَفْضَلُهُمْ زَعَمْتَ فِی الْاِسْلَامِ وَ اَنْصَحُهُمْ لِلّٰہِ وَ رَسُوْلِهِ الْخَلِیْفَةَ وَ خَلِیْفَةُ الْخَلِیْفَةِ وَ لَعَمْرِیْ اِنَّ مَکَانَهُمَا فِی الْاِسْلَامِ لَعَظِیْمٌ وَ اِنَّ الْمُصَابَ بِهِمَا لَجَرْحٌ فِی الْاِسْلَامِ شَدِیْدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰہُ وَ جَزَاهُمَا بِاَحْسَنِ الْجَزَاءِ

(وقعہ صفین ص۶۲ مطبوعہ بیروت طبع قدیم۔)

ترجمہ:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط امیر المومنین علی کی طرف سے امیر معاویہ کی طرف لکھا جارہا ہے۔ سلام و دعا کے بعد۔ تم نے جو کہا ہے۔ کہ اللہ تعالی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مسلمانوں میں سے بہت سے مدد گار اور معاون منتخب فرمائے۔ جن کے سبب اللہ نے آپ کو کامیابی عطا فرمائی۔ اور وہ تمام معاونین آپ کی بارگاہ میں باعتبار اپنے فضائل کے درجات رکھتے تھے۔ گویا تمہارے نزدیک ان سب میں سے اسلام میں افضل اور اللہ اور اس کے رسول کی خاطر نصیحت کرنے والوں میں سے سب سے بہتر خلیفہ اول ابو بکر ہے۔ اور ان کے بعد ان کے خلیفہ فاروق اعظم ہیں۔ مجھے اپنی عمر کی قسم! ان دونوں صاحبوں کا اسلام میں ایک بہت عظیم مقام ہے۔ اور ان کے وصال کے بعد اسلام پر شدید مصائب کا دور آیا۔ اللہ ان دونوں پر رحم فرمائے اور انہیں بہت اچھی جزا عطا فرمائے۔

حوالہ نمبر (۲): غزوۂ احد میں نبی علیہ السلام کے ساتھ ثابت قدم رہنے والوں میں ابوبکر سر فہرست ہیں۔

مجمع البیان (وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ) اَعَادَ تَعَالٰى ذِكْرَ الْعَفْوِ تَاكِيْدًا لِطَمْعِ الْمُذْنِبِيْنَ فِي الْعَفْوِ وَ مَنْعًا لَهُمْ عَنِ الْيَأْسِ وَتَحْسِيْنًا لِظُنُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ (اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ) قَدْ مَرَّ مَعْنَاهُ وَ ذَكَرَ اَبُو الْقَاسِمِ الْبَلْخِيُّ اَنَّهُ لَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ (ص) يَوْمَ اُحُدٍ اِلَّا ثَلٰثَةَ عَشَرَ نَفْسًا خَمْسَةٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَ ثَمَانِيَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَاَمَّا الْمُهَاجِرُوْنَ فَعَلِيٌّ (ع) وَ اَبُوْبَكْرٍ وَ طَلْحَةُ وَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَ سَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ (مجمع البیان جلد اول جزو دوم ص ۵۲۴۔ آل عمران)

ترجمہ:-

اللہ تعالیٰ نے یقیناً انہیں معاف فرمادیا۔ اللہ تعالےٰ نے معافی کا دوبارہ تذکرہ اس لیے فرمایا۔ تاکہ گناہ گاروں کو اپنی معافی کی خواہش پوری طرح پختہ ہو جائے۔ اور ناامیدی ختم ہو جائے۔ اور مومنین کے حسن ظنی کو تقویت ملے۔ اللہ تعالےٰ یقیناً بخشنے والا علم والا ہے۔ اس کا معنی گذر چکا ہے۔ ابوالقاسم بلخی نے ذکر کیا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احد کے دن صرف ۱۳ تیرہ آدمی باقی رہے۔ پانچ کا تعلق مہاجرین سے اور آٹھ کا انصار سے تھا۔ مہاجرین کے پانچ یہ تھے۔ علی، ابوبکر طلحہ، عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اس حوالہ سے درجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ میدان احد سے بھاگنے والے صحابہ کرام کی اس غلطی کی اللہ نے تلافی فرمادی۔ اور انہیں

معاف کردیا۔

۲۔ "معافی" کا دوبارہ ذکر کرنا اس بات کی تاکید تھی۔ کہ صحابہ اس سے پہلے ہی معافی کے طلب گار تھے۔

۳۔ دوبارہ معافی کا ذکر فرما کر صحابہ کرام کو مایوسی سے منع فرمایا۔ اور ان کے حسن ظن کی تعریف فرمائی۔

۴ میدان احد میں ڈٹے رہنے والے حضرات میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سر فہرست ایں

مقام غور ہ۔

کچھ لوگوں کا یہ وطیرہ ہے۔ کہ ان صحابہ کرام کے بارے میں زبان لعن وطعن دراز کرتے ہیں۔ جو میدان احد سے بھاگ گئے تھے۔ ایسے لوگوں کو " ولقد عفا اللہ عنھم " کے الفاظ پر نظر دوڑانی چاہیئے۔ نیز شیعہ تفسیر جو ابھی اس آیت کے تحت مذکور ہوئی۔ اسے بھی پیش نظر رکھیں۔ تو صاف معلوم ہو گا۔ ان کا لعن طعن خود اپنی طرف لوٹتا ہے۔ کیوں کہ اللہ رب العزت نے ان کی معافی فرما دی۔ بلکہ اس کی تاکید بھی فرمائی۔ اس کے ساتھ ہی کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان بھاگنے والوں میں سے صدیق اکبر سب سے پہلے تھے۔ اور باقی ماندہ افراد صرف ابو دجانہ اور علی المرتضٰے تھے۔ حالانکہ ان کی اپنی تفسیر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا شمار ان حضرات میں کر رہی ہے۔ جو وہاں ثابت قدم رہے۔ اور وہ دو نہیں بلکہ تیرہ حضرات تھے۔ تو یہ سب کچھ بغض صدیق کی وجہ سے ہے۔ "صواعق محرقہ" کی عبارت پر نظر کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حُبُّ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ اِیْمَانٌ وَبُغْضُھُمَا کُفْرٌ ابو بکر و عمر کی محبت ایمان ہے۔ اور ان سے بغض کفر ہے۔ فھل من مدکر

حوالہ نمبر ۲ : حضرت علی لقب صدیق وفاروق کیساتھ ابوبکر اور عمر کو موسوم فرماتے تھے

ابن میثم	وَ ذَکَرْتَ اَنَّ اللّٰہَ اجْتَبٰی لَہٗ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَعْوَانًا

أَيَّدَهُمْ بِهِ فَكَانُوا فِي مَنَازِلِهِمْ عِنْدَهُ عَلَى قَدْرِ فَضَائِلِهِمْ فِي الْإِسْلَامِ وَكَانَ أَفْضَلُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ كَمَا زَعَمْتَ وَأَنْصَحُهُمْ لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ الْخَلِيفَةَ الصِّدِّيقَ وَخَلِيفَةَ الْخَلِيفَةِ الْفَارُوقَ وَلَعَمْرِي إِنَّ مَكَانَهُمَا فِي الْإِسْلَامِ لَعَظِيمٌ وَإِنَّ الْمُصَابَ بِهِمَا لَجَرْحٌ فِي الْإِسْلَامِ شَدِيدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ وَجَزَاهُمَا بِأَحْسَنِ مَا عَمِلَا۔

(ابن میثم شرح نہج البلاغہ جلد نمبر ۱۷ ص ۳۶۱ تا ۳۶۲)

ترجمہ:۔

(علی المرتضیٰ نے امیر معاویہ کو خط کا جواب دیتے ہوئے لکھا) تم نے جو یہ لکھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مسلمانوں میں سے مددگار منتخب فرما کر ان کے ذریعہ آپ کو تقویت دی۔ اور آپ کی بارگاہ میں ان مراتب کے حساب سے تھے۔ جو اسلام میں فضیلت کے اعتبار سے ان کو ملے۔ تمہارے خیال کے مطابق ان میں سے اسلام کے اعتبار سے سب سے افضل اور اللہ اور اس کے رسول کی خیر خواہی میں سب سے بہتر خلیفہ اول ابو بکر صدیق ہیں۔ اور پھر ان کے خلیفہ فاروق اعظم ہیں۔ مجھے قسم ہے۔ کہ ان دونوں صاحبوں کا اسلام میں ایک عظیم مرتبہ ہے۔ اور ان کے وصال پر اسلام میں سخت صدمے کا دور آیا۔ اللہ ان دونوں پر رحم فرمائے۔ اور انہیں ان کے کیے کی بہترین جزا عطا فرمائے۔

حوالہ ۱ اور ۲ سے ثابت ہوا کہ:

۱۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ "صدیق" کے لقب اور عمر رضی اللہ عنہ "فاروق" کے لقب سے

صحابہ کرام میں مشہور تھے۔

۲۔ صحابہ کرام کو جو قضاء، خلافت اور امامت وغیرہ کے منصب ملے۔ وہ ان کی اسلامی تفضیلت کے مطابق تھے۔

۳۔ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے زبانِ اقدس سے یہ بات صاف صاف کہی۔ کہ شیخین کے وصال سے، اسلام کو عظیم نقصان ہوا۔

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں حضرات کے لیے اللہ تعالیٰ سے رحم فرمانے اور ان کو ان کے اعمال کی جزائے خیر دینے کی دعا مانگی۔

خلاصہ کلام :-

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا ان دونوں حضرات کو "صدیق و فاروق" کہنا اور پھر ان کے وصال پر اسلام کو نقصان عظیم پہنچنے کا ارشاد فرمانا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی ان کو خلیفہ برحق تسلیم کرتے تھے۔ تبھی ان کے لیے دعائے رحم اور جزائے خیر کی دعا کی۔ بالفرض اگر حضرات ناجائز خلیفہ اور غیر شرعی ہوتے۔ تو ان کے وصال پر اسلام کو بجائے نقصان کے فائدہ پہنچتا۔ اور سجدہ شکر ادا کیا جاتا۔ نہ کہ دعائے خیر کی جاتی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تسمیہ فرما رہے ہیں۔ کہ ان کا اسلام میں عظیم مرتبہ تھا۔ اور ان کا وصال اسلام کے لیے بہت نقصان دہ ہے۔ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را۔ اگر حضرت علی کے نزدیک ان کا اسلام اور ان کی خلافت ناجائز اور فریب ہوتا۔ تو بعد از وصال دعائے مغفرت نہ کی جاتی۔ کیوں کہ یہ مسلّمہ بات ہے۔ کہ کافر کے لیے دعائے مغفرت بھی کفر ہے۔

حوالہ نمبر (۴) :- قولِ علی جب ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے خلافت کا حق ادا کر دیا تو ہم نے ان سے ناراضگی چھوڑ دی

واتقو صفین | قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَ اٰلِہٖ فَاَنْقَذَ بِہٖ مِنَ الضَّلَالَۃِ وَ الْغَيِّ بِہٖ مِنَ الْهَلَكَةِ وَجَمَعَ بِہٖ بَعْدَ الْفُرْقَةِ ثُمَّ قَبَضَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَقَدْ اَدّٰى مَا عَلَيْهِ ثُمَّ اسْتَخْلَفَ النَّاسُ اَبَا بَكْرٍ ثُمَّ اسْتَخْلَفَ اَبُوْ بَكْرٍ عُمَرَ وَ اَحْسَنَا السِّيْرَةَ وَ عَدَلَا فِى الْاُمَّةِ وَ قَدْ وَجَدْنَا عَلَيْهِمَا اَنْ تَوَلَّيَا الْاَمْرَ دُوْنَنَا وَ نَحْنُ اٰلُ الرَّسُوْلِ وَ اَحَقُّ بِالْاَمْرِ فَغَفَرْنَا ذٰالِكَ لَهُمَا۔

(وقعہ صفین ص ۱۴۹ مطبوعہ عباسیہ بیروت)

ترجمہ:-

حمد و صلوٰۃ کے بعد حضرت علی المرتضٰے نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر لوگوں کو گمراہی اور ضلالت سے نجات دی۔ اور ان کے ذریعہ لوگوں کو ہلاکت سے بچایا۔ مختلف ٹکڑوں میں بٹے ہوئے لوگوں کو ایک جا جمع فرمایا۔ پھر اللہ نے آپ کو اپنے پاس بلایا۔ بلانے سے قبل آپ نے اپنے ذمہ تمام امور ادا کر دیئے تھے۔ آپ کے بعد لوگوں نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا۔ اور ابوبکر نے عمر کو خلیفہ بنایا۔ یہ دونوں سیرت و کردار میں اعلیٰ پایہ کے انسان تھے۔ اور امت میں خوب عدل کیا۔ ہمیں ان دونوں سے یہ شکایت تھی۔ کہ ہم آل رسول جو خلافت کے زیادہ حق دار ہیں۔ ہم سے بغیر پوچھے یہ لوگ خلیفہ بن گئے۔ لیکن ہم نے ان کی اس غلطی کو معاف کر دیا۔ (کیونکہ امت میں عدل و انصاف کرنا ہی ہمارا مقصود تھا۔ جو انہوں نے بخوبی انجام دیا۔)

مذکورہ خطبہ سے ثابت ہوا۔ کہ

ا۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی

حسن سیرت اور امت میں عدالت کی برقراری کی تعریف وتحسین فرمائی۔

۲۔ ابتداً حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان سے مشورہ نہ کرنے کی وجہ سے کچھ ناراضگی تھی۔ اور ان کا خیال تھا۔ کہ آل رسول ہونے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کا حق ہمیں پہنچتا ہے۔ لیکن جب منشاءِ خلافت دیکھا۔ کہ ان دونوں نے سیرت کا اعلےٰ معیار اپنایا اور امت میں عدالت فرمائی۔ تو ناراضگی دور فرما دی۔ اور صاف اعلان فرمایا۔ کہ ہم نے انہیں معاف کر دیا۔

قابل توجہ امر:۔

یہ تو آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ شیعہ حضرات مسئلہ خلافت کو "اصول دین" میں سے شمار کرتے ہیں۔ اور یہ بات سبھی مانتے ہیں۔ کہ "اصول دین" تبدیل نہیں ہوا کرتے۔ جس طرح کوئی پیغمبر کسی غیر پیغمبر کو اپنی جگہ پیغمبر نہیں بنا سکتا۔ اسی طرح اگر واقعی حضرت علی رضی اللہ عنہ "خلیفہ بلافصل" تھے تو کسی طرح بھی یہ حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو خلیفہ تسلیم نہ کرتے۔ لیکن اس خطبہ سے معلوم ہو رہا ہے۔ کہ حضرت علی نے ان دونوں کی خلافت کو تسلیم بھی کیا۔ اور اپنی طرف سے انہیں معاف بھی فرمایا۔ اور بلکہ کتب شیعہ میں واضح الفاظ میں موجود ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو بکر صدیق کی بیعت کی اور آپ کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتے رہے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ جب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ لشکر لے کر مدینہ میں داخل ہوئے۔ تو دیکھا۔ کہ لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ارد گرد جمع ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور پوچھا۔ ابو بکر کے پاس اجتماع کیسا ہے؟ حضرت علی نے فرمایا۔ "یہ اسی طرح ہے جیسے تو نے دیکھا" اس پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

کیا آپ نے ابو بکر کی بیعت کر لی ہے۔ جواب دیا۔ ہاں اے اسامہ کر لی ہے۔ (احتجاج طبرسی ص ۵۶ مطبوعہ نجف اشرف)

۲۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت میں ان کے پیچھے نمازیں بھی ادا فرماتے رہے۔

حضرت علی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھتے رہے

تفسیر قمی: "ثُمَّ قَامَ وَتَهَيَّأَ لِلصَّلٰوةِ وَحَضَرَ الْمَسْجِدَ وَصَلّٰى خَلْفَ اَبِيْ بَكْرٍ"

پھر حضرت علی اٹھے۔ اور نماز کی تیاری کر کے مسجد میں تشریف لائے۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

(تفسیر قمی صد ۵۰۳)

ذرا سوچو:

اگر مسئلہ خلافت "اصول دین" میں سے ہوتا۔ اور یہ حق صرف اور صرف حضرت علی کا ہوتا تو ابوبکر اس کے غاصب بن کر اور اصول دین کے منکر ہو کر (معاذ اللہ) اسلام سے خارج ہو جاتے۔ اور خارج از اسلام کی بیعت پھر اس کے پیچھے نماز جیسی اہم عبادت ایک عام مسلمان بھی نہیں سوچ سکتا چہ جائے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جیسی عظیم شخصیت ان دونوں باتوں کا ارتکاب کرتی۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ امر خلافت "اصول دین" میں سے نہیں۔ پھر تقاضائے بشری کے مطابق اگر ابتداءً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بعض وجوہ کی بنا پر ناراضگی بھی تھی۔ تو آپ نے اسے ختم فرما دیا تھا۔ اور معاف کر دیا تھا۔

اب میں شیعہ حضرات سے پوچھتا ہوں۔ کہ حضرت علی نے معاف کر کے امر خلافت ابوبکر کو سپرد کر دیا۔ تو تمہاری ناراضگی اب کیا کر سکتی ہے۔ نہ تو تم ابوبکر صدیق سے خلافت چھین سکتے ہو اور نہ تمہاری ناراضگی سے حضرت علی کی معافی میں کچھ ردوبدل ہو سکتا ہے۔ لہٰذا تم خود بتاؤ۔ اس ناراضگی سے تم کیا چاہتے ہو۔ جو تم چاہتے ہو۔ وہ تو مل نہیں سکتا۔ البتہ اس ناراضگی کا ثمرہ اللہ سے ضرور پاؤ گے۔ اس کے لیے انتظار کرو۔

حوالہ نمبر ۵: حضرت علی کے نزدیک شیخین خلیفہ عادل تھے، حق پر رہے اور حق پر ہی ان کا وصال ہوا۔

احقاق الحق | اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ کَانَا عَلَی الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَیْهِ فَعَلَیْهِمَا رَحْمَةُ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔

(احقاق الحق ص۱۶)

ترجمہ:-

وہ دونوں (ابوبکر، عمر) عادل اور منصف امام تھے۔ دونوں حق پر رہے۔ اور حق پر ہی دونوں کا وصال ہوا۔ قیامت کے دن ان دونوں پر اللہ کی رحمت ہو۔

مقام غور:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی اس طرح شان بیان کرنا اس بات کی روشن دلیل ہے۔ کہ ان حضرات کی تمام زندگی اور پھر وفات "حق" پر تھی۔ لہٰذا کسی دور میں قبول اسلام کے بعد ان میں کفر داخل نہ ہوا۔ دراصل امام موصوف کا یہ ارشاد ایک سائل کے جواب میں وارد ہوا۔ جس کے ذریعہ شیخین کی شان میں زبان طعن دراز کرنے والوں کا آپ نے رد فرمایا۔

حوالہ نمبر ۶: امام حسن رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ کو خلفائے راشدین سمجھتے تھے۔

کشف الغمہ | وَمِنْ کَلَامِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَا کَتَبَهٗ فِیْ کِتَابِ الصُّلْحِ الَّذِیْ اسْتَقَرَّ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ مُعَاوِیَةَ حَیْثُ رَاٰی حَقْنَ الدِّمَاءِ وَاِطْفَاءَ الْفِتْنَةِ وَهُوَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ هٰذَا مَا صَالَحَ عَلَیْهِ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ

مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِیْ سُفْيَانَ صَالَحَهُ عَلٰی اَنْ يُّسَلِّمَ اِلَيْهِ وِلَايَةَ اَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰی اَنْ يَّعْمَلَ فِيْهِمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسِيْرَةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ وَلَيْسَ لِمُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِیْ سُفْيَانَ اَنْ يَّعْهَدَ اِلٰی اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ عَهْدًا بَلْ يَكُوْنُ الْاَمْرُ مِنْ بَعْدِهٖ شُوْرٰی بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَلٰی اَنَّ النَّاسَ اٰمِنُوْنَ حَيْثُ كَانُوْا مِنْ اَرْضِ اللّٰهِ شَامِهِمْ وَعِرَاقِهِمْ وَحِجَازِهِمْ وَيَمَنِهِمْ۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول ص ۵۷۰ مطبوعہ تبریز
تذکرہ امام حسن فی کلامہ و مواعظہ)

ترجمہ:۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس میں سے یہ بھی تھا۔ اور یہ تحریر اس کتاب الصلح میں تھی۔ جو ان دونوں کے درمیان تحریر ہوئی۔ جب کہ آپ نے ضروری سمجھا کہ فتنہ فرو ہو جائے۔ اور خون محفوظ ہو جائیں۔ اور وہ مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ صلح نامہ ہے۔ جو حسن بن علی بن ابوطالب اور معاویہ بن ابوسفیان کے درمیان طے پایا۔ وہ صلح یہ تھی۔ مسلمانوں کی ولایت میں تمہیں اس شرط پر سپرد کرتا ہوں۔ کہ تم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت خلفائے راشدین کے مطابق عمل کرو گے۔ اور معاویہ بن ابوسفیان کو اس بات کی قطعًا اجازت نہ ہوگی۔ کہ وہ اس کے بعد کسی سے اس قسم کا معاہدہ کرے۔ بلکہ پھر معاملہ مسلمانوں کی باہمی مشاورت سے ہوگا۔ اور اس بات پر بھی کہ مسلمان شام، عراق، حجاز اور یمن میں جہاں کہیں ہوں۔ امن سے

ہوں گے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کے خطبہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے معاملۂ خلافت اور مسلمانوں کی ولایت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی۔

۲۔ اس معاہدہ کی ایک شرط یہ تھی۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے درمیان کتاب اللہ، سنت رسول اور سیرۃ صحابہ سے حکمرانی کریں گے۔

۳۔ دوسری شرط یہ تھی۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے بعد امر خلافت کے سلسلہ میں مسلمانوں کی مشاورت کے پابند ہوں گے۔

۴۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مسلمان سمجھتے ہوئے مسلمانوں کی ولایت ان کے سپرد کی تھی۔

غور طلب امر:

امام حسن رضی اللہ عنہ کے اس صلح نامہ سے جہاں یہ ثابت ہوا۔ کہ خلفاء اربعہ ان کے نزدیک خلفائے راشدین تھے۔ کیوں کہ ان کی سیرت کی پابندی کو بطورِ شرط رکھا۔ اگر خاکم بدہن خلفائے ثلاثہ معاذ اللہ مسلمان نہ ہوتے۔ تو ان کی سیرت کو اپنانے کا حکم نہ دیتے۔ تو اسی طرح یہ بھی ثابت۔ کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے نزدیک خلیفہ کا انتخاب مجلس شوریٰ کو کرنا چاہیے۔ جس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انتخاب مشاورت سے ہوا۔ اگر ان کے نزدیک خلافت "منصوص من اللہ" ہوتی۔ تو مومنین کی مجلس مشاورت کی شرط بے سود تھی۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بھی خلیفہ کا "منصوص من اللہ" ہونا جائز نہیں سمجھتے تھے۔

☆☆

حوالہ نمبر ۷: خلفائے ثلاثہ کی گستاخی کرنے والوں کے حق میں امام زین العابدین نے بددعا فرمائی۔

کشف الغمہ

وَقَدِمَ اِلَيْهِ نَفَرٌ مِّنَ الْعِرَاقِ فَقَالُوْا فِيْ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَلَمَّا فَرَغُوْا مِنْ كَلَامِهِمْ قَالَ لَهُمْ اَلَا تُخْبِرُوْنِيْ اَنْتُمُ "الْمُهَاجِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصَّادِقُوْنَ" قَالُوْا لَا قَالَ فَاَنْتُمْ "الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ" قَالُوْا لَا قَالَ اَمَّا اَنْتُمْ قَدْ تَبَرَّأْتُمْ اَنْ تَكُوْنُوْا مِنْ اَحَدِ هٰذَيْنِ الْفَرِيْقَيْنِ وَاَنَا اَشْهَدُ اِنَّكُمْ لَسْتُمْ مِنَ الَّذِيْنَ قَالَ اللّٰهُ فِيْهِمْ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" اُخْرُجُوْا عَنِّيْ لَعَنَ اللّٰهُ بِكُمْ۔

کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد دوم ص ۷۸ مطبوعہ تبریز فی فضائل الامام زین العابدین۔

ترجمہ: امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس عراقی وفد آیا۔ اور انہوں نے ابوبکر صدیق

عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے بارے میں کچھ نازیبا الفاظ کہے۔ جب وہ تبرہ بازی کر چکے۔ تو امام زین العابدین نے انہیں کہا۔ کیا تم مجھے اس کی خبر نہیں دیتے۔ کہ بقول قرآن جو لوگ "پہلے پہل مہاجرین جنہیں ان کے گھروں اور اموال سے دور کر دیا گیا۔ وہ اللہ سے اس کا فضل اور رضامندی چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ وہی سچے ہیں،، کیا تم ان میں سے ہو۔ انہوں نے کہا نہیں۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا۔ کیا تم ان لوگوں میں سے ہو جن کی شان یہ ہے۔ وہ لوگ جو ہجرت کرنے والوں سے پہلے دار الہجرت میں مقیم اور ایمان پر قائم ہیں۔ اور اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں کو دوست رکھتے ہیں۔ اور جو کچھ ہجرت کرنے والوں کو دیا گیا اس کے متعلق اپنے دلوں میں خواہش نہیں رکھتے۔ اور اپنی ذات پر مہاجرین کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ انہیں اس کی خود بھی شدید ضرورت ہوتی ہے۔ (القرآن) کہنے لگے ہم ان میں سے بھی نہیں۔ پھر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ تم خود ہی ان دو فریقوں میں سے ہونے کا انکار کر بیٹھے۔ اور میں تمہارے بارے میں یہ گواہی دیتا ہوں۔ کہ تم اس فریق میں بھی نہیں۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ "وہ لوگ جو ان کے بعد آئے۔ کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب! ہمیں بخش۔ اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش جو ہم سے ایمان میں سبقت لے گئے۔ اور ہمارے دلوں میں ایمانداروں کے حق میں کھوٹ نہ رکھ۔ یہ فرما کر انہیں حکم دیا۔ کہ میرے سامنے سے دور ہو جاؤ۔ اور اللہ تمہاری بدکلامی کی تمہیں سزا دے۔

وضاحت:

قرآن پاک کے پارہ ۲۸ رکوع ۴ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبولین کے تین گروہوں کا

ذکر فرمایا۔ پہلا گروہ وہ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑا۔ اور اللہ ورسول کی مدد کی۔ یہی لوگ سچے ہیں۔

دوسرا گروہ ان مدینہ کے رہنے والوں کا تھا۔ جو مہاجرین کے پہنچنے سے پہلے ہی ایمان لا چکے تھے۔ اور جب مہاجرین مدینہ منورہ پہنچے۔ تو ان کی دل کھول کر مدد کی۔ اور اپنی ضروریات سے ان کی ضروریات کو مقدم رکھا۔ یہ لوگ کامل فلاح پانے والے ہیں۔

تیسرا گروہ ان حضرات کا ہے۔ جو ان اولین ہجرت کرنے والوں اور ان کی امداد کرنے والوں (انصار) کے بعد آیا۔ اور اس نے اللہ رب العزت سے دعا کی۔ اے اللہ ہمیں بھی بخش۔ اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی مغفرت فرما۔ جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے اور ایمان داروں کے خلاف ہمارے دل میں کھوٹ نہ رکھ۔ اے اللہ تو رؤف ورحیم ہے

جب عراقی وفد نے خلفائے ثلاثہ کی شان میں توہین آمیز الفاظ کہے۔ تو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا۔ تم پہلے دو گروہوں میں سے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ تو اس کے بعد امام موصوف نے بغیر پوچھے بطور شہادت فرمایا۔ کہ بخدا! تم تیسرے گروہ میں سے بھی نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے جو مقبول تھے۔ وہ ان ہی تین گروہوں میں تھے۔ جب تم ان میں سے کسی گروہ سے تعلق نہیں رکھتے۔ تو تم اللہ کے ناپسندیدہ افراد اور مردودِ بارگاہ الٰہی ہو۔ لہٰذا میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔ کہ فوراً میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ۔ میں تمہاری منحوس شکلیں دیکھنا نہیں چاہتا اور اللہ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ تمہیں اس بدزبانی کی قرار واقعی سزا دے۔

قرآن کی مذکورہ آیات اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے طرز کلام سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہو گئے

۱۔ خلفاء ثلاثہ کی ہجرت محض اللہ کی رضا جوئی اور خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر تھی۔

۲۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مدد کی۔ (یعنی دین کو

لوگوں تک پہنچایا)

۳۔ یہی لوگ درحقیقت سچے ہیں۔ یعنی قول وعمل اور عقیدہ میں سچے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ وہ کامل الایمان اور خلیفہ برحق تھے۔ کیوں کہ کافر، منافق، مرتد اور یہودی وغیرہ "صادقین" میں شمار نہیں ہوتے۔

۴۔ مہاجرین وانصار کے حق ہمیشہ دعائے خیر کرنی چاہیئے۔ نہ کہ بُرے خیال اور بُرے اعمال کی نسبت ان کی طرف کرنی چاہیئے۔

۵۔ قرآن پاک میں پہلے گروہ میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا جو مطلقاً مہاجرین تھے۔ لیکن امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلاثہ کی شان میں خاص کر گستاخی کرنے والوں کو اپنی مجلس سے نکل جانے کو کہا۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ امام موصوف کے نزدیک خلفائے ثلاثہ ان مخصوص مہاجرین ہی سے تھے۔ جنہوں نے ہجرت محض اللہ کی خوشنودی اور اس کے دین کی بلندی کی خاطر کی۔ اور وہ حقیقتاً سچے تھے۔

۶۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے نزدیک تمام مہاجرین وانصار عموماً اور بالخصوص خلفائے ثلاثہ انتہائی معزز و مکرم تھے۔ اور ان کی راست بازی اور ایمان کی پختگی سب سے بڑھ کر تھی۔

ذرا سوچ کر بتاؤ:

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے جن عراقی لوگوں کو اپنی مجلس سے نکال دیا۔ ان کا کیا قصور تھا۔ اگر جرم یہ تھا۔ کہ انہوں نے خلفائے ثلاثہ کی شان میں بد کلامی اور ہرزہ سرائی کی۔ تو تم اپنے بارے میں سوچو۔ کیا تم بھی یہی جرم نہیں کرتے؟ اگر تم بھی اسی جرم کے مجرم ہو۔ اور واقعی ہو۔ جیسے اسی کتاب کے ایک مستقل باب میں اس کا ذکر آئے گا۔ تو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق تمہارا اہل بیت سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ ایسوں کو دھتکار کر باہر نکال دیا گیا۔ آج نہیں تو کل قیامت کو امام موصوف تمہیں ضرور اپنے قریب نہیں پھٹکنے دیں گے

اس وقت توبہ کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس لیے اے شیعو اب وقت ہے۔ کہ خلفائے ثلاثہ کے مداح بن کر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا قرب حاصل کر لو۔ اور ان کی بد دعا سے بچو۔ ؎

پھر نہ مانیں گے قیامت کو اگر مان گیا۔

حوالہ نمبر ۸: غزوۂ تبوک کے موقع پر خلفائے ثلاثہ کی جانثاری کی وجہ سے حضور علیہ السلام نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

روضۃ الصفا | چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ از سر تمامت اموال خویش برخواستہ در راہ ایزد تعالیٰ و تقدس صرف نمود۔ و بایں فعل جمیل بر ہمہ مسلمانانِ امت سبقت گرفت۔ و عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بتصدق نصف متملکات خویش استسعاد یافت۔ نقل است کہ چوں رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم بر منبر آمدہ اغنیاء را بر تجہیز جیشِ عرب و دستگیری درماندگان دلالت فرمود بمثوبات اخروی امیدوار گردانید۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہ بوفور مال و کثرتِ استعداد از اصحاب نصرت انتساب امتیاز داشت بر پائے خواستہ قبول نمود کہ صد شتر جہاز بستہ بفقراء لشکر دہد۔ و چوں حضرت مقدس نبوی باری دیگر بحرف نخستین زبان کشاد و عثمان صد شتر دیگر اضافہ آں کرد۔ در نوبت سوم سہ صد شتر رسانید زمرۂ از اصحاب سیر گفتہ اند۔ کہ آں نو صد ہزار مثقال طلائے احمر بر آں شتران منضم گردانید و فقرا عقیدہ آں کہ محتاج ثلث آں لشکر کہ مجموع آں سی ہزار بودند قیام نمود حضرت خیر الانعام در آں روز فرمود۔ لَا يَضُرُّ عُثْمَانَ بِمَالٍ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذَا در بعضے از کتب بنظر چناں رسیدہ کہ چوں عثمان بن عفان ہزار مثقال طلاء در مجلس فرخندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آورد آں سرور فرمود اَللّٰهُمَّ ارْضَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَاِنِّيْ عَنْهُ رَاضٍ۔ (تاریخ روضۃ الصفاء جلد دوم ص ۴۰۳) ذکر احوال خاتم الانبیاء

ترجمہ: (غزوۂ تبوک کی تیاری کے لیے جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مالی امداد دینے کی ترغیب فرمائی) تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں دے دیا۔ جس کی وجہ سے وہ تمام امت پر سبقت لے گئے۔ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی ملکیت کا نصف بارگاہ نبوی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ نقل ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر جلوہ افروز ہو کر امیر لوگوں کو جنگ کے سازوسامان کے لیے اور غریب مجاہدین کی مالی امداد کے لیے رغبت دلائی۔ اور اس پر اخروی ثواب کا مژدہ سنایا۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جو کہ مالی اعتبار سے تمام صحابہ کرام پر فضیلت و سبقت رکھتے تھے۔ کھڑے ہو گئے۔ اور سو اونٹ سامان سے لدے ہوئے تمام لشکر کو دینے کا اعلان فرمایا۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری مرتبہ زبان مبارک سے ارشاد فرمایا۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سو اونٹ اور بڑھا دیے۔ اور تیسری مرتبہ اعلان پر انہوں نے تین سو اونٹ دینے کا اعلان فرمایا۔ سیرت نگاروں کی ایک جماعت کا کہنا ہے۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان تین سو اونٹوں کے ساتھ ہزار مثقال سرخ سونا بھی دینے کا اعلان فرمایا۔ اور ایک فرقہ کا عقیدہ ہے۔ کہ اس لشکر کی ضروریات کا ⅓ حصہ انہوں نے مہیا کر دیا۔ جس کی تعداد تیس ہزار تھی۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ارشاد فرمایا۔ کہ عثمان کی اس قدر مالی قربانی کے بعد اس کا مال اسے کوئی نقصان نہیں دے گا۔ بعض سیرت کی کتابوں میں یوں بھی نظر سے گذرا ہے کہ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ہزار مثقال سونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے اس وقت دعا فرمائی۔ اے اللہ! عثمان بن عفان سے راضی ہو جا۔ بے شک میں اس سے راضی ہوں۔

روضۃ الصفاء کی مذکورہ عبارت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے تمام مال کی قربانی کی وجہ سے تمام امت سے افضل ہیں۔ اس طرح مصنف نے اہل سنت و جماعت کے مسلک کی تصدیق کر دی۔ کہ بعد از انبیاء تمام امت سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔

۲۔ اپنا نصف مال بارگاہ رسالت میں پیش کر کے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی عاشق رسول اور محب صادق ہونے کا ثبوت دیا۔

۳۔ بوقت ضرورت حضرت عثمان نے لشکر اسلام کی ایسی مالی خدمات سرانجام دیں۔ جس کی نظیر نہیں ملتی۔

۴۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بے مثال مالی قربانی کے صلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بے مثال خوشخبری سے نوازا وہ یہ کہ اگر ان سے بتقاضائے بشری مالی معاملات میں کوئی خطا و غلطی سرزد ہو جائے۔ تو اس کا مواخذہ نہ ہوگا۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ بروز قیامت مالی معاملات میں عثمان غنی سے باز پرس نہیں ہوگی۔ اور آپ بلاحساب جنت میں جائیں گے۔

حوالہ نمبر ۹ : ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی جنت بھی مشتاق ہے

رجال کشی

حَمْدَوِيَةُ وَ اِبْرَاهِيْمُ قَالَا حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ بْنُ نُوْحٍ عَنْ صَفْوَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ فُضَيْلِ الرَّسَّانِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا دَاوُدَ وَ هُوَ يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ بُرَيْدَةُ الْاَسْلَمِيُّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْجَنَّةَ تَشْتَاقُ اِلٰی

ثَلَاثَةٍ قَالَ فَجَاءَ اَبُوْبَكْرٍ فَقِيْلَ لَهٗ يَا اَبَا بَكْرٍ اَنْتَ الصِّدِّيْقُ وَاَنْتَ ثَانِىَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِى الْغَارِ فَلَوْ سَأَلْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةُ؟ قَالَ اِنِّىْ اَخَافُ اَنْ اَسْأَلَهٗ فَلَا اَكُوْنُ مِنْهُمْ فَتُعَيِّرَنِىْ بِذٰلِكَ بَنُوْ تَمِيْمٍ قَالَ ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ فَقِيْلَ لَهٗ يَا اَبَا حَفْصٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْجَنَّةَ تَشْتَاقُ اِلَى الثَّلَاثَةِ وَاَنْتَ الْفَارُوْقُ وَاَنْتَ الَّذِىْ يَنْطِقُ الْمَلَكُ عَلٰى لِسَانِكَ فَلَوْ سَأَلْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةُ؟ فَقَالَ اِنِّىْ اَخَافُ اَنْ اَسْأَلَهٗ فَلَا اَكُوْنُ مِنْهُمْ فَتُعَيِّرَنِىْ بَنُوْ عَدِىٍّ (رجال کشی مطبوعہ کربلا ص۳۲-۳۳) تذکرہ عمار ابن یاسر

ترجمہ:۔

بریدہ اسلمی نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا۔ جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے۔ کہتے ہیں۔ اتنے میں ابوبکر آئے۔ تو انہیں کہا گیا۔ اے ابوبکر! تم صدیق ہو۔ اور غار میں دو کے دوسرے ہو۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرو۔ وہ تین کون ہیں؟ انہوں نے کہا۔ مجھے خطرہ ہے۔ اگر میں نے پوچھا۔ اور میں خود ان میں سے نہ ہوا۔ تو بنی تمیم مجھے ملامت کریں گے۔ پھر عمر بن الخطاب آئے۔ ان سے بھی کہا گیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے۔ اور تم فاروق ہو۔ اور تم وہ ہو۔ جن کی زبان پر فرشتہ بولتا ہے۔ اگر تم پوچھ بتاؤ۔ وہ تین کون ہیں؟ تو فاروق نے کہا۔ مجھے خطرہ ہے۔ کہ اگر میں پوچھ بیٹھا۔ اور میں خود ان میں سے نہ ہوا۔ تو بنی عدی مجھے ملامت کریں گے۔

لمحہ فکریہ:

مذکورہ حدیث سے یہ بات بالکل واضح ہے۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ "صدیق" کے لقب سے اور عمر بن خطاب "فاروق" کے لقب سے مشہور تھے۔ "ثانی اثنین اذ ہما فی الغار" ابوبکر صدیق کی شان میں آیا۔ اور فاروق اعظم کا صائب الرائے ہونا اتنا مشہور تھا۔ کہ صحابہ کرام کہتے تھے۔ فرشتہ عمر بن خطاب کی زبان سے بولتا ہے۔ اہلسنت وجماعت کی کتب بھی اس کی ان الفاظ میں تصدیق کرتی ہیں۔ "ان اللہ ینطق علی لسان عمر" اللہ کا کلام عمر بن خطاب کی تائید میں نازل ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث تین اقسام پر ہیں

(۱) **قولی:** جس کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان اقدس سے فرمایا۔

(۲) **فعلی:** جس کو آپ نے بنفس نفیس کر کے دکھلایا۔

(۳) **تقریری:** جو آپ کے سامنے کیا گیا۔ یا کہا گیا۔ اور آپ نے اس کو منع فرمایا۔ تو اس مقام پر غور کرنے سے حدیث تقریری سے معلوم ہوا۔ کہ ابوبکر "صدیق" ہیں اور عمر بن خطاب "فاروق" ہیں۔

اے اہل تشیع! ذرا انصاف سے کہنا۔ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم صدیق و فاروق بتائیں۔ اور جس کی زبان اقدس سے جبرئیل گویا ہوں۔ تم انہیں تبرہ بازی کر دو۔ لعن وطعن سے یاد کرو۔ تو تمہارا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا تعلق ہے۔ اور خدا کے حضور کون سا منہ لے کر جاؤ گے؟ ابھی وقت ہے۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ خدا توفیق دے۔

حوالہ نمبر ۱۰: خلفائے ثلاثہ حضور علیہ السلام کے لیے بمنزلہ کان آنکھ اور دل ہیں

معانی الاخبار: قَالَ حَدَّثَنِیْ عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِی الرِّضَا عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اٰبَائِهِمْ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

إِنَّ أَبَا بَكْرٍ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَإِنَّ عُمَرَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ الْبَصَرِ وَإِنَّ عُثْمَانَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ الْفُؤَادِ قَالَ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ دَخَلْتُ إِلَيْهِ وَعِنْدَهُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَقُلْتُ لَهُ يَا أَبَهْ سَمِعْتُكَ تَقُولُ فِي أَصْحَابِكَ هٰؤُلَاءِ قَوْلًا فَمَا هُوَ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَعَمْ ثُمَّ أَشَارَ بِيَدِهٖ إِلَيْهِمْ فَقَالَ هُمُ السَّمْعُ وَالْبَصَرُ وَالْفُؤَادُ وَسَيُسْأَلُونَ عَنْ وِلَايَةِ وَصِيِّي هٰذَا وَأَشَارَ إِلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ثُمَّ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِزَّةِ رَبِّي إِنَّ جَمِيعَ أُمَّتِي لَمَوْقُوفُونَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَسْئُولُونَ عَنْ وِلَايَتِهٖ وَذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ (معانی الاخبار مصنفہ شیخ صدوق ص ۳۸۷-۳۸۸ مطبوعہ بیروت طبع جدید باب نوادر المعانی)

ترجمہ:

امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوبکر بمنزلہ میرے کان کے اور عمر فاروق بمنزلہ میری آنکھ کے اور عثمان غنی بمنزلہ میرے دل کے ہیں۔ پھر جب دوسرا دن آیا۔ تو میں حضور کے پاس حاضر ہوا اس وقت ان کے پاس حضرت علی، ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم بیٹھے تھے۔ میں نے عرض کی۔ ابا جان۔ کل آپ کی زبان اقدس سے خلفائے ثلاثہ کے بارے میں یوں کلام سنا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ پھر آپ نے ان کی طرف اشارہ فرما کر کہا۔ وہ سمع، بصر اور فواد ہیں۔ اور عنقریب میرے اس وصی کے بارے میں ان سے سوال ہو گا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا۔ پھر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ

فرمایا ہے۔ بے شک کان، آنکھ اور دل سے اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم ہے۔ کہ تمام امت قیامت کے دن کھڑی رہے گی۔ اور ان سے ولایتِ علی کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اور اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے
وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ انہیں ٹھہراؤ۔ ان سے پوچھا جائے گا۔

سوال:

مذکورہ حدیث سے اگرچہ یہ ثابت ہوا۔ کہ خلفائے ثلاثہ کو حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کان، آنکھ اور دل کہا۔ لیکن یہ بھی فرمایا۔ کہ ان سے کل قیامت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ جو میرے وصی ہیں۔ کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ کہ کیا تم ولایتِ علی کو مانتے تھے؟ اس سوال کے پوچھنے کا مقصد یہ ہو گا۔ کہ چونکہ ان تین حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے "خلافت بلافصل" کو غصب کر لیا تھا۔ لہٰذا اس غصب کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ کہ تم نے حق والے کا حق غصب کیوں کیا تھا؟ لہٰذا انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بمنزلہ کان، آنکھ اور دل کے قرار دینا کوئی فضیلت نہیں رکھتا۔

جواب:

مذکورہ حدیث کی سند میں ائمہ اہل بیت کے بغیر کوئی بھی راوی نہیں، لہٰذا ان حضرات سے مروی روایت کے معتبر ہونے میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ اور اس یقینی روایت میں ان حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے یہ الفاظ ذکر کئے ہیں۔ کہ خلفائے ثلاثہ کو آپ نے اپنے کان، آنکھ اور دل کے بمنزلہ فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان حضرات کو اتنا شرف واعزاز عطا فرمانا ان کے فضائل وکمالات کا آئینہ دار ہے۔ ان جلیل القدر اور بابرکت شخصیات کے متعلق پھر یہ کہنا کہ چونکہ یہ لوگ غاصبِ ولایت علی تھے۔ لہٰذا کل قیامت کو ان سے غصبِ خلافت کے

بارے میں لازماً سوال ہو گا۔ لہٰذا اس غضب کی وجہ سے وہ (معاذ اللہ) دوزخ میں جائیں گے تو اس کا معنی یہ ہوا کہ شیعانِ علی نے ولایت علی کی دشمن میں یہ بھی نہ سوچا کہ ایسا کہنے سے نتیجہ یہ نکلے گا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کان، آنکھ اور دل سب دوزخ میں جائیں گے۔ (نقل کفر کفر نباشد)

اس کے علاوہ اس حدیث میں قرآنی آیت سے جو یہ استدلال پیش کیا گیا ہے۔ کہ ولائتِ علی کے بارے میں خلفائے ثلاثہ سے لازماً سوال ہو گا۔ یہ حصہ اس حدیث کا اصل نہیں۔ بلکہ شیخ صدوق نے قرآن مجید کی اس آیت کی من گھڑت تفسیر کر کے خلفائے ثلاثہ پر چسپاں کی ہے۔ ورنہ یہی تفسیر شیعہ لوگوں کی قابل اعتماد تفاسیر میں یقیناً موجود ہوتی۔ لیکن وہاں تو اس کی تائید تو کجا تردید دکھائی دیتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مجمع البیان ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَهُ (وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ) وَمَعْنَاهُ لَا تَقُلْ سَمِعْتُ وَلَمْ تَسْمَعْ وَلَا رَأَيْتُ وَلَمْ تَرَ وَلَا عَلِمْتُ وَلَمْ تَعْلَمْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَقَتَادَةَ وَقِيلَ مَعْنَاهُ لَا تَقُلْ فِي قَفَا غَيْرِكَ كَلَامًا أَيْ إِذَا مَرَّ بِكَ فَلَا تَغْتَبْهُ عَنِ الْحَسَنِ وَقِيلَ هُوَ شَهَادَةُ الزُّورِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّه ... وَقَدِ اسْتَدَلَّ جَمَاعَةٌ مِنْ أَصْحَابِنَا بِهٰذَا عَلَى أَنَّ الْعَمَلَ بِالْقِيَاسِ وَبِخَبَرِ الْوَاحِدِ غَيْرُ جَائِزٍ لِأَنَّهُمَا لَا يُوجِبَانِ الْعِلْمَ وَقَدْ نَهَى اللّٰهُ سُبْحَانَهُ عَنْ إِتِّبَاعِ مَا هُوَ غَيْرُ مَعْلُومٍ (إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا) مَعْنَاهُ أَنَّ السَّمْعَ يُسْأَلُ عَمَّا سَمِعَ وَالْبَصَرَ عَمَّا رَآهُ وَالْقَلْبَ عَمَّا عَزَمَ عَلَيْهِ۔

(تفسیر مجمع البیان۔ جلد سوم جزء ششم ص۴۱۴ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔
پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا "جس بات کا تجھے علم نہیں وہ بات نہ کر" حضرت ابن عباس اور قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس کے معنی یوں روایت کیے گئے ہیں۔ کہ جس بات کو تو نے سنا نہیں۔ اُسے یوں نہ کہو کہ میں نے سنا ہے اور جس کو دیکھا نہیں۔ اسے دیکھا ہوا نہ بتاؤ۔ اور جس کو جانتے نہیں۔ اُسے جانا ہوا نہ بتاؤ۔ اور حسن سے روایت ہے۔ کہ اس کا معنی یہ ہے۔ کسی دوسرے کی عدم موجودگی میں گفتگو نہ کر یعنی جب تیرے پاس سے گزرے تو اس کی غیبت نہ کر۔ محمد بن حنفیہ کہتے ہیں۔ کہ اس کا معنی یہ ہے۔ کہ جھوٹی گواہی نہ دے۔

ہمارے اصحاب میں سے ایک جماعت نے اسی آیت سے یہ استدلال کیا ہے۔ کہ قیاس اور خبر واحد کے ساتھ عمل جائز نہیں۔ کیوں کہ یہ دونوں علم (یقینی) کو لازم نہیں کرتیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے غیر معلوم کے اتباع سے منع فرمایا ہے۔
(انّ السّمع والبصر والفؤاد کل اولئك كان عنه مسئولا)
اس کا معنی یہ ہے۔ کہ کان سے ہر اس شئ کا سوال ہو گا۔ جو اس نے سنی۔ آنکھ سے ہر دیکھی چیز کا اور دل سے ہر عزم کے بارے میں سوال ہو گا۔

خلاصہ کلام:

علامہ طبرسی شیعی نے آیت مذکورہ کے تحت چند اقوال نقل کئے ہیں

۱۔ جس بات کا علم نہ ہو۔ وہ نہیں کہنی چاہیے۔ اور جسے دیکھا سنا نہ ہو۔ اُسے دیکھا سنا نہ کہنا چاہیے۔

۲۔ کسی کی غیبت نہیں کرنی چاہیے۔

۳۔ جھوٹی گواہی نہیں دینی چاہیئے۔

۴۔ اس آیت سے بعض شیعہ یا استدلال کرتے ہیں۔ کہ قیاس اور خبر واحد پر بوجہ عدم علم عمل نہیں کرنا چاہیئے۔ اور آیت مذکورہ میں یہی حکم ہے۔ کہ بغیر علم کے کوئی بات نہیں کہنی چاہیئے کیوں کہ کان آنکھ اور دل سے قیامت کے دن سوال ہوگا۔

حضرات قارئین! تفسیر مذکورہ کے پڑھنے کے بعد آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ مذکورہ حدیث کے راوی تمام کے تمام ائمہ اہل بیت میں سے ہیں۔ جن کی روایت کردہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے ثلاثہ کو بمنزلہ اپنے کان، آنکھ اور دل کے قرار دیا۔ ایسے رواہ کی روایت کے صدق و صحت میں کب شک رہ سکتا ہے۔ اس یقینی حدیث سے اصحاب ثلٰثہ کے فضائل اور محاسن سے کون انکار کر سکتا ہے۔ جس شخص میں رتی بھر ایمان ہوگا۔ وہ اس حدیث کی سند اور متن کو دیکھ کر یقیناً یہ سمجھ جائے گا۔ کہ حضرات خلفائے ثلاثہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ اقدس میں وہ مقام حاصل ہے۔ اور آپ سے ان کا ایسا تعلق ہے۔ جو نہ دنیا میں ٹوٹ سکتا ہے۔ اور نہ آخرت میں متوقع۔

اس کے برعکس جس بد باطن کو ان مقدس ہستیوں میں عیب نظر آتا ہے۔ اُسے معلوم ہونا چاہیئے کہ ان کا عیب دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کان، آنکھ اور دل میں عیب بتانا ہے۔ ان لوگوں کو "محبتِ علی" نے اس قدر اندھا کر دیا ہے۔ کہ اس کی خاطر قرآن و حدیث کی من مانی تاویلات کریں گے۔ اللہ اور اس کے رسول میں نقص بتلائیں گے۔ ائمہ اہل بیت کی مخالفت کریں گے۔ اور پھر یہ سب کچھ ہوتے ہوئے "محبانِ اہل بیت" کہلائیں۔

ع ۔ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم۔

حوالہ نمبر ۱۱: قیامت میں خلفائے ثلاثہ کی نسب و نسبت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے منقطع نہ ہوگی۔

امالی طوسی	حَدَّثَنَا عَلِی ابن موسٰی عن ابیہ عن جدہٖ عن اٰبائہ عن

علی علیہ السلام قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ نَسَبٍ وَصِہْرٍ مُنْقَطِعٌ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِلَّا نَسَبِیْ وَسَبَبِیْ۔

(۱) امالی شیخ طوسی جلد اول ص ۳۵۰ الجزالثانی عشر

(۲) شرح نہج البلاغہ ابن حدید جلد سوم ص ۱۲۴ فی تزویج عمر بام کلثوم بنت علی طبع جدید مطبوعہ بیروت

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بروز قیامت میرے نسب اور سسرال کے علاوہ تمام کے انساب اور سسرال کی نسبت ختم ہو جائے گی۔

حاصل کلام:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں جو لوگ داخل ہیں۔ یا جن کو آپ نے اپنی بیٹیاں دیں۔ یا جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بہن بیٹیاں دیں۔ ان کا تعلق اور رشتہ آپ سے قیامت کو بھی منقطع نہیں ہوگا۔ اس کی تائید علامہ حائری شیعی نے اپنی تفسیر میں ان الفاظ سے کی ہے۔ مروی شیعہ وسنی است کہ حضرت رسول صلے اللہ علیہ وسلم فرمود۔ مَنْ زَوَّجَنِیْ اَوْ تَزَوَّجَ مِنِّیْ مِنَ الْاُمَّۃِ اَحَدٌ لَا یَدْخُلُ النَّارَ لِاَنِّیْ سَئَلْتُ اللّٰہَ عَنْہُ وَوَعَدَنِیْ بِذَالِکَ۔

(لوامع التنزیل جلد دوم ص ۴۷۶ زیر آیت لاتنکحوا المشرکات)

ترجمہ:

شیعہ سنی دونوں روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ امت میں سے جس نے مجھے لڑکی دی۔ یا جس کو میں نے لڑکی دی۔ وہ دوزخ

میں ہرگز نہیں جائے گا۔ کیوں کہ میں نے اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا
تو اللہ نے اس کا مجھ سے وعدہ فرمالیا ہے۔

تنبیہ:

ذکر کردہ دونوں احادیث سے یہ بات بالکل روز روشن کی طرح واضح ہوگئی۔ کہ خلفائے راشدین کا سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا تعلق ہے جو دنیا و عقبےٰ میں کبھی بھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ اور ٹوٹے بھی تو کیسے؟ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دائمی ہونے کا اللہ سے سوال کیا۔ اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے دور رکھنے کی عرض کی۔ جسے اللہ نے منظور کرتے ہوئے اس کا وعدہ فرمایا۔ آپ اندازہ فرمائیں۔ کہ سائل محبوب خدا ہوں۔ اور وعدہ کرنے والا رب العالمین ہو۔ تو ان حالات میں کوئی سوچ سکتا ہے۔ کہ خلفائے راشدین میں سے کوئی ایک ایسا بھی ہے۔ جس سے اللہ اور اس کا محبوب ناراض ہوں۔ اور اس کی آخرت معاذ اللہ برباد ہونے کا احتمال ہو۔ یہ روایت شیعہ سنی کی متفق علیہ ہے۔ اب اتنی وضاحت اور صراحت کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی خلفائے راشدین کے متعلق طعن و تشنیع کرتا ہے۔ تو یقین جان لیجئے اس کی بدبختی میں کوئی شک نہیں۔ اور دنیا و آخرت میں اللہ کی رحمت سے دوری اس کا مقدر بن چکا ہے۔

حوالہ نمبر ۱۲: خلفائے ثلاثہ کو قیامت میں امام حسین رضی اللہ عنہ پانی پلائیں گے۔

اعمش وہ آدمی ہے۔ جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دس ہزار فضائل زبانی یاد تھے۔ یہ اپنا ایک واقعہ ذکر کرتا ہے۔ کہ میں سویا ہوا تھا۔ مجھے خلیفہ وقت منصور نے طلب کیا۔ میں اٹھا۔ اور خلیفہ کے پاس پہنچا۔ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا یہ واقعہ سنایا۔ (جس کو سید ھاشم بحرانی شیعی نے حلیۃ الابرار میں نقل کیا ہے۔)

جب میں اموی حکومت کے خوف سے اپنی جان بچانے کے لیے شہر بشہر مارا مارا پھر رہا تھا۔ تو میں نے شام کے کسی شہر میں نماز صبح با جماعت ادا کی۔ میرے ساتھ صف میں بائیں جانب ایک نوجوان پگڑی باندھے کھڑا تھا۔ پگڑی سے اس نے اپنا چہرہ بھی ڈھانپ رکھا تھا۔ جب اس نے رکوع کیا۔ تو اس کا عمامہ گر گیا۔ میں نے دیکھا۔ کہ اس کا چہرہ اور سر خنزیر کے چہرہ اور سر جیسا تھا اُسے دیکھ کر مجھے اتنا خوف آیا۔ کہ میں نماز پڑھنا بھول گیا۔ نماز سے فراغت کے بعد میں نے اس کے سر اور چہرہ کی حالت تبدیل ہونے کی وجہ پوچھی۔ وہ اتنا رویا۔ کہ مرنے کے قریب ہو گیا تھا۔ پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اور مجھے گھر لے گیا۔ اور ایک جگہ دکھا کر ایک واقعہ سنانا شروع کیا۔ کہ میں مسجد میں مؤذن تھا۔ اور امامت بھی میں ہی کراتا تھا۔ اور ہر اذان و اقامت کے درمیان ایک ہزار مرتبہ "علی" پر لعنت بھیجا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ جمعہ کے دن اذان و اقامت کے درمیان میں نے چار ہزار مرتبہ علی پر لعنت بھیجی۔ نماز سے فراغت پر میں گھر آیا۔ اور اس جگہ جو تمہیں دکھائی ہے لیٹ کر سو گیا۔ پھر مجھے خواب آیا۔ (اس کے خواب کو علامہ بحرانی شیعی نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے)

الابرار | فَنِمْتُ فَرَأَيْتُ فِيْ مَنَامِيْ كَأَنِّيْ قَدْ أَقْبَلْتُ بَابَ الْجَنَّةِ وَرَأَيْتُ فِيْهَا قُبَّةً مِنْ زُمُرُّدَةٍ خَضْرَاءَ قَدْ زُخْرِفَتْ وَنُجِّدَتْ وَنُضِّدَتْ بِالْإِسْتَبْرَقِ وَالدِّيْبَاجِ وَإِذَا حَوْلَ الْقُبَّةِ كُرْسِيٌّ مِنْ لُؤْلُؤَةٍ وَزَبَرْجَدٍ وَإِذَا عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مُتَّكِئٌ فِيْهَا وَإِذَا أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ جُلُوْسٌ يَتَحَدَّثُوْنَ فَرِحِيْنَ مَسْرُوْرِيْنَ مُسْتَبْشِرِيْنَ بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ .... ثُمَّ

اَلتَفَتُّ فَاِذَا اَنَا بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَدْ اَقْبَلَ وَعَلٰی يَمِيْنِهٖ الْحَسَنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَمَعَهٗ كَاْسُ فِضَّةٍ وَعَنْ يَسَارِهٖ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ
السَّلَام وَفِیْ يَدِهٖ كَاْسُ فِضَّةٍ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحُسَيْنِ اِسْقِنِیْ فَسَقَاهُ ثُمَّ
شَرِبَ ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا
حُسَيْنُ اِسْقِ الْجَمَاعَةَ- فَسَقٰی اَبِیْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ
وَسَقَا عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَاَنَّمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحُسَيْنِ يَا حُسَيْنُ اِسْقِ هٰذَا
الْمُتَّكِئَ الَّذِیْ عَلٰی هٰذَا الدُّكَّانِ فَقَالَ الْحُسَيْنُ
عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَا جَدَّاهُ اَتَاْمُرُنِیْ اَنْ اَسْقِیَ هٰذَا وَهُوَ يَلْعَنُ
وَالِدِیْ عَلِيًّا فِیْ كُلِّ يَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ وَقَدْ لَعَنَهٗ
فِیْ هٰذَا الْيَوْمِ وَهُوَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ اَرْبَعَةَ
الْآفِ مَرَّةٍ- فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عِنْدَ ذَالِكَ لِیْ كَالْمُغْضِبِ مَا لَكَ تَلْعَنُ عَلِيًّا
عَلَيْهِ السَّلَامُ لَعَنَكَ اللّٰهُ لَعَنَكَ اللّٰهُ لَعَنَكَ اللّٰهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ
وَيْحَكَ اَتَشْتِمُ عَلِيًّا وَهُوَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُ عَلَيْكَ غَضَبُ اللّٰهِ
عَلَيْكَ غَضَبُ اللّٰهِ عَلَيْكَ غَضَبُ اللّٰهِ حَتّٰی قَالَهَا ثَلَاثًا وَقَالَ
غَيَّرَ اللّٰهُ مَا بِكَ مِنْ نِعْمَةٍ وَسَوَّدَ وَجْهَكَ وَخِلْقَتَكَ حَتّٰی
تَكُوْنَ عِبْرَةً لِمَنْ سِوَاكَ قَالَ فَانْتَبَهْتُ مِنْ نَوْمِیْ وَاِذَا

وَأُوِیَ رَأْسُہٗ خِنْزِیْرٍ وَوَجْهِیْ وَجْهُہٗ خِنْزِیْرٍ عَلٰی مَا تَرٰی۔

(حلیۃ الابرار جلد اول باب ۱۶ ص ۳۰۲ فی حدیث الاعمش مع المنصور مطبوعہ قم ایران)

ترجمہ:

میں خواب میں گویا جنت کے دروازے پر پہنچا ہوں۔ میں نے اس میں سبز زمرد کا ایک گنبد دیکھا۔ جو استبرق اور دیباج سے آراستہ کیا گیا تھا۔ اس گنبد کے قریب موتی سے جڑی ہوئی کرسی پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بیٹھے دیکھا۔

اور پھر ابوبکر و عمر و عثمان کو اکٹھے بیٹھے گفتگو کرتے دیکھا۔ یہ سب بڑے خوش تھے۔ اور ایک دوسرے کو مبارک بادیاں دے رہے تھے۔ پھر میں نے دوسری طرف دیکھا۔ تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آتے دکھائی دیئے۔ آپ کی دائیں جانب امام حسین چاندی کا پیالہ لیے ہوئے اور بائیں جانب امام حسین ہاتھ میں چاندی کا پیالہ تھامے تشریف لا رہے تھے۔ حضور نے امام حسین سے پانی پلوانے کو کہا۔ انہوں نے آپ کو پانی پلایا۔ پھر آپ نے امام حسین کو فرمایا۔ اس جماعت کو بھی پلاؤ۔ تو انہوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان غنی کو پلایا۔ اور حضرت علی کو بھی پلایا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسین کو فرمایا۔ اس اونچی جگہ پر تکیہ لگا کر بیٹھنے والے کو پلاؤ۔ تو امام نے عرض کی۔ ابا جان! آپ اس کو پلانے کا حکم دے رہے ہیں۔ اور وہ میرے والد علی پر روزانہ ایک ہزار مرتبہ لعنت کرتا ہے۔ اور آج جمعہ کے دن اس نے چار ہزار مرتبہ لعنت بھیجی ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے غصہ میں کہا۔ تو علی پر کیوں لعنت کرتا ہے۔ اللہ تجھ پر لعنت کرے آپ نے یہ الفاظ تین مرتبہ کہے۔ تجھ پر افسوس ہے کہ تو علی کو برا بھلا کہتا ہے۔ اور وہ مجھ سے ہے میں اس سے ہوں۔ تجھ پر اللہ کا غضب آپ نے یہ الفاظ تین دفعہ کہے۔ اور کہا اللہ تیری نعمتوں کو تبدیل کر دے۔ تیرے منہ کو

سیاہ کردے۔ تیری خلقت تبدیل کردے۔ یہاں تک کہ تو دوسروں کے لیے عبرت بن جائے۔ یہ خواب دیکھ کر میں بیدار ہوا۔ تو اس وقت میرا سر خنزیر کا سر اور میرا چہرہ خنزیر کے چہرہ کی مانند ہو گیا۔ جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔

مذکورہ حوالہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنے والے کا سر اور منہ خنزیر جیسا ہو جائے گا۔ اس سے خود ان شیعان علی کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ جو ایک من گھڑت روایت حضرت علی کی طرف منسوب کر کے لکھتے ہیں۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "مجھے سب و شتم اور لعن طعن کرنا تمہارے لیے نجات کا ذریعہ ہے۔ اور ہمارے لیے زکوٰۃ بن جائے گا" یہ عقیدہ باطل ہے۔ نجات کی بجائے شکل خنزیر کی ہو جائے گی۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنے والے پر خود رسول اللہ نے لعنت بھیجی ہے۔ اور خلفائے ثلاثہ چونکہ حقیقی محب علی ہیں۔ اس لیے انہیں امام حسین کے ہاتھوں سے جنت میں پانی پلایا گیا۔ اس سے "صواعق محرقہ" کی اس عبارت کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ کوثر کا پانی پلانے کے وقت پیالہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہوگا۔ اس پر حضرت علی نے فرمایا۔ اگر ایسا ہی ہوا۔ تو میں آپ کو کوثر اُسے ہی پلاؤں گا۔ جسے اے عمر! تجھ سے پیار ہوگا۔

اس روایت نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ جنت میں خلفائے راشدین خوشی میں ایک دوسرے کو مبارک بادی دیں گے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم امام حسین کو انہیں پانی پلانے کا حکم دیں گے۔ لہذا کوثر کا پانی انہیں ملے گا۔ جنہیں خلفائے ثلاثہ سے پیار و محبت ہو گی۔

حضرت علی نے خلفاء ثلاثہ سے محبت کی وجہ سے اپنے بیٹوں کے نام ابوبکر، عمر اور عثمان رکھے۔

حوالہ نمبر ۱۲:

ث العز

قَالَ الْمُفِيْدُ رَحِمَهُ اللهُ اَوْلَادُ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ سَبْعَةٌ وَ عِشْرُوْنَ وَلَدًا ذَكَرًا وَ اُنْثٰى اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ وَ زَيْنَبُ الْكُبْرٰى وَ زَيْنَبُ الصُّغْرٰى الْمُكَنَّاةُ اُمَّ كُلْثُوْمٍ اُمُّهُمْ فَاطِمَةُ الْبَتُوْلُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ بِنْتُ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ وَ مُحَمَّدُ الْمُكَنّٰى اَبَا الْقَاسِمِ اُمُّهُ خَوْلَةُ بِنْتُ جَعْفَرِ بْنِ قَيْسٍ الْحَنَفِيَّةِ وَ عُمَرُ وَ رُقَيَّةُ كَانَتَا تَوْاَمَيْنِ وَ اُمُّهُمَا اُمُّ حَبِيْبَةَ بِنْتُ رَبِيْعَةَ وَ الْعَبَّاسُ وَ جَعْفَرٌ وَ عُثْمَانُ وَ عَبْدُ اللهِ الشُّهَدَاءُ مَعَ اَخِيْهِمُ الْحُسَيْنِ صلوات الله عليه وعليهم السلام بِطَفِّ كَرْبَلَا اُمُّهُمْ اُمُّ الْبَنِيْنَ بِنْتُ حِزَامِ بْنِ خَالِدِ بْنِ دارم وَ مُحَمَّدُ الْاَصْغَرُ الْمُكَنّٰى اَبَا بَكْرٍ وَ عُبَيْدُ اللهِ الشَّهِيْدَانِ مَعَ اَخِيْهِمَا الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَام بِالطَّفِّ اُمُّهُمَا لَيْلٰى بِنْتُ مَسْعُوْدِ الدَّارِمِيَّةُ وَ يَحْيٰى وَ عَوْنٌ اُمُّهُمَا اَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ الْخَثْعَمِيَّةِ رضی الله عنها وَ اُمُّ الْحَسَنِ وَ رَمْلَةُ اُمُّهَا اُمُّ مَسْعُوْدِ بِنْتِ عُرْوَةَ بْنِ مَسْعُوْدِ الثَّقَفِيِّ وَ نَفِيْسَةُ

وَ زَيْنَبُ الصُّغْرٰى وَ رُقَيَّةُ الصُّغْرٰى وَ اُمُّ هَانِي وَ اُمُّ الْكِرَامِ وَ جَمَانَةُ الْمُكَنَّاةُ بِاُمِّ جَعْفَرَ وَ اُمَامَةُ وَ اُمُّ سَلْمَةَ وَ مَيْمُوْنَةُ وَ خَدِيْجَةُ وَ فَاطِمَةُ رحمة الله عليهن لِاُمَّهَاتِ اَوْلَادٍ شَتّٰى۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد نمبر ا صفحہ ۴۴۲ فی ذکر اولادہ علیہ السلام

ترجمہ:

شیخ مفید نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بچے بچیاں کل ستائیس تھے۔ حسن حسین، زینب کبریٰ۔ زینب صغریٰ کنیت ام کلثوم ان کی والدہ حضرت سیدہ فاطمہ بنت رسول تھیں۔ محمد کنیت ابو القاسم ان کی والدہ خولہ بنت جعفر تھیں۔ عمر، رقیہ یہ دونوں جڑواں تھے۔ ان کی والدہ ام حبیبہ بنت ربیعہ تھیں۔ عباس۔ جعفر، عثمان، عبداللہ یہ اپنے بھائی امام حسین کے ساتھ میدان کربلا میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کی ماں ام البنین بنت حزام تھیں۔ محمد اصغر کنیت ابوبکر، عبیداللہ یہ دونوں بھی امام حسین کے ساتھ کربلا میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود تھیں۔ یحییٰ، عون ان کی والدہ اسماء بنت عمیس تھیں۔ ام الحسن رملہ ان کی والدہ ام سعود بن عروۃ تھیں۔ نفیسہ، زینب صغریٰ، رقیہ صغریٰ، ام ہانی ام کرام، جمانہ کنیت ام جعفر، امامہ، ام سلمہ۔ میمونہ، خدیجہ، فاطمہ رحمۃ اللہ علیہن مختلف ماؤں کی اولاد تھیں۔

(کشف الغمہ جلد اول ص ۴۴۱ پر یوں بھی مذکور ہے۔

اَلذُّكُوْرُ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ وَ مُحَمَّدُ الْاَكْبَرُ وَ عَبْدُ اللّٰهِ وَ اَبُوْ بَكْرٍ، اَلْعَبَّاسُ وَ عُثْمَانُ وَ جَعْفَرُ وَ عَبْدُ اللّٰهِ وَ مُحَمَّدُ الْاَصْغَرُ وَ يَحْيٰى وَ عَوْنٌ وَ عُمَرُ وَ مُحَمَّدُ الْاَوْسَطُ عليهم السلام۔

ترجمہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد نرینہ یہ تھی۔ حسن، حسین، محمد الاکبر، عبد اللہ، ابوبکر، عباس
عثمان، جعفر، عبد اللہ، محمد اصغر، یحییٰ، عون، عمر اور محمد اوسط علیہم السلام۔

اسی طرح ذبح عظیم میں (تصنیف سید اولاد حیدر فوق صـ۲۷۲) ہے کہ میدان کربلا کے شہداء میں سے ایک کا نام عثمان ابن علی علیہ السلام بھی ہے۔ عبارت یہ ہے۔

حضرت عثمان ابن علی علیہ السلام کی شہادت۔ اس کے بعد حضرت عثمان ابن علی علیہ السلام تشریف لائے۔ اور یہ رجز پڑھنے لگے۔

اِنِّیْ اَنَا عُثْمَانُ ذُوالْمَفَاخِرِ ۔ شَیْخِیْ عَلِیٌّ ذُوالْفِعَالِ الطَّاهِرِ
وَابْنُ عَمِّ النَّبِیِّ الظَّاهِرِ ۔ اَخِیْ حُسَیْنٌ خَیْرَۃُ الْاَخَائِرِ

ترجمہ:

یعنی قابل فخر صفات کا حامل عثمان ہوں۔ میرا باپ نیک صفت والا علی ہے۔ جن کا ابن عم نبی ہونا سب پر ظاہر ہے۔ میرا بھائی حسین ہے۔ جو بہترین امت سے افضل ہے۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کے نام اور امام حسین نے اپنے بیٹوں کے نام عمر، ابوبکر اور عثمان رکھے۔ جنہوں نے میدان کربلا میں اپنے بھائی امام حسین کے ساتھ جام شہادت نوش کیا۔

اب رہی یہ بات کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کے نام خلفائے ثلاثہ کے نام پر محض اتفاقیہ رکھے تھے۔ یا ان سے محبت و عقیدت کا اظہار کرنے کی وجہ سے۔ کہ وہ تو نہیں ہیں۔ لیکن ان کے ناموں سے ان کی یاد تازہ کرتے ہوئے اپنی اولاد کے وہی نام رکھ دیئے۔ یہ بات تو بالکل واضح ہے۔ کہ اپنی اولاد کے نام کوئی شخص اپنے دشمن کے نام پر رکھنا گوارا نہیں کرتا۔ پھر جائیکہ ہر وقت اس کی زبان پر وہ نام چڑھا رہے۔ جس کی واضح شہادت یہ ہے

کہ آج تک کسی مسلمان نے اپنے بیٹے کا نام فرعون، ہامان اور نمرود و شداد نہیں رکھا۔ اسی طرح صحابہ کرام کے ساتھ بغض و عناد رکھنے والے کبھی اپنی اولاد کے نام اُن کے اسماء گرامی پر نہیں رکھتے۔

ایک اور بات یہ ہے۔ کہ شیعہ حضرات کی معتبر کتاب "تاریخ آئمہ" میں یوں مذکور ہے حضرت امام حسین علیہ السلام کو اپنے والد ماجد سے اس قدر محبت تھی۔ کہ اپنے تینوں بچوں کا نام "علی" رکھا۔ جب یہ حضرات قید ہو کر یزید کے پاس لائے گئے۔ تو یزید نے از روئے تعجب پوچھا تعجب ہے۔ کہ آپ کے پدر بزرگوار (امام حسین) نے اپنے تمام بچوں کے نام "علی" ہی رکھے ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ ہاں میرے پدر بزرگوار کو اپنے والد ماجد سے نہایت محبت تھی۔ اس سبب سے اپنے کل لڑکوں کے نام علی ہی رکھتے رہے۔

(تاریخ الائمہ ص ۲۸۲ مصنفہ سید علی حیدر نقوی)

اسی طرح سید ہاشم بحرانی شیعی نے "حلیۃ الابرار" میں لکھا ہے۔

سلمان ابن مہران اعمش شیعی نے منصور بادشاہ سے نقل کیا۔ کہ میں جب بلاد شام میں پہنچا۔ تو وہاں ایک شہر کی مسجد میں نماز عصر با جماعت پڑھی۔ جب امام نے سلام پھیرا۔ تو اس کے پاس دو حسین و جمیل سفید رنگت والے دو بچے آ گئے۔ میں نے اپنے ساتھ والے نوجوان سے پوچھا۔ کہ یہ شیخ جو امام ہے۔ کون ہے۔ اور یہ بچے کون ہیں؟۔ اس نے جواب دیا۔

حلیۃ الابرار: فَقَالَ هُوَ جَدُّهُمَا وَ لَيْسَ فِيْ هٰذِهِ الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يُحِبُّ عَلِيَّ ابْنَ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَام غَيْرِ هٰذَا الشَّيْخِ فَقُلْتُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ مِنْ اَيْنَ عَلِمْتَ قَالَ عَلِمْتُ اَنَّ مِنْ حُبِّهِ لِعَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَام يُسَمِّيْ وَلَدَاهُ بِاسْمِ وَلَدَيْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَام سَمّٰى اَحَدُهُمَا الْحَسَنَ وَ الْاٰخَرَ الْحُسَيْنَ۔

(حلیۃ الابرار جلد اول ص ۲۹۰ باب ۱۶ مطبوعہ ایران۔ قم)

ترجمہ:

اس نے جواب دیا۔امام ان دونوں بچوں کا دادا ہے۔اور اس پورے شہر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا محب اس بزرگ کے سوا اور کوئی نہیں۔ میں نے اللہ اکبر کہا اور پوچھا۔اس (محبتِ علی) کا تمہیں کیسے علم ہوا۔کہنے لگا۔محبت علی کی یہ علامت ہے۔کہ اس نے اپنے دونوں بچوں کے نام حضرت علی کے بچوں کے ناموں پر رکھے۔ایک کا نام حسن اور دوسرے کا حسین رکھا ہے۔

ثابت ہوا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلفائے ثلاثہ سے انتہائی عقیدت و محبت تھی۔جس کی علامت یہ تھی۔کہ تادمِ آخر اپنی اولاد کو انہی حضرات کے ناموں سے پکارتے رہے۔اس سے بڑھ کر باہمی محبت والفت کی کیا دلیل ہو سکتی ہے؟

حوالہ نمبر ۱۴: شیخین نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کی مخالفت کو اپنے لیے حرام سمجھا

مجمع البیان

ثُمَّ خَرَجَ اَبُوْ سُفْيَانَ حَتّٰى قَدِمَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اُحْقِنْ دَمَ قَوْمِكَ وَ اَجِرْ بَيْنَ قُرَيْشٍ وَزِدْنَا فِى الْمُدَّةِ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ سَلَّمَ اَغَدَرْتُمْ يَا اَبَا سُفْيَانَ قَالَ لَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَحْنُ عَلٰى مَا كُنَّا عَلَيْهِ فَخَرَجَ فَلَقِىَ اَبَا بَكْرٍ فَقَالَ اَجِرْ بَيْنَ قُرَيْشٍ قَالَ وَيْحَكَ وَاحِدٌ يُجِيْرُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَقِىَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ ذَالِكَ ثُمَّ خَرَجَ فَدَخَلَ عَلٰى اُمِّ حَبِيْبَةَ

فَذَهَبَ لِيَجْلِسَ عَلَى الْفِرَاشِ فَاَهْوَتْ اِلَى الْفِرَاشِ فَطَوَتْهُ فَقَالَ يَا بُنَيَّةُ اَرَغِبْتِ بِهٰذَا الْفِرَاشِ عَنِّيْ فَقَالَتْ نَعَمْ هٰذَا فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كُنْتَ لِتَجْلِسَ عَلَيْهِ وَاَنْتَ رِجْسٌ مُشْرِكٌ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۵ جزء ۱۰ صفحہ ۵۵۵)

ترجمہ:

پھر ابوسفیان باہر نکلا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ کہنے لگا۔ یا محمد! اپنی قوم کا خون محفوظ کیجئے۔ اور قریش کو پناہ دیجئے۔ اور ہمیں اور مہلت دیجئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوسفیان! کیا تم نے عہد شکنی کی ہے؟ کہا۔ نہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہم بھی اپنے وعدہ پر قائم ہیں۔ پھر ابوسفیان، ابوبکر کو ملا، اور کہا، قریش کو پناہ دو۔ ابوبکر نے کہا۔ خدا تجھے برباد کرے۔ کیا کوئی ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل کسی کو پناہ دے۔ (جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ نہیں دی۔ تو کسی دوسرے شخص میں کہاں جرأت ہے۔ کہ آپ کے مقابل پناہ دے) پھر ابوسفیان، عمر بن خطاب کو ملا۔ تو ان کے ساتھ بھی وہی سوال و جواب ہوا۔ جو ابوبکر کے ساتھ ہوا تھا پھر وہ ام حبیبہ، کے پاس آیا۔ (جو اس کی بیٹی تھیں) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں تھیں) تو بستر پر بیٹھنے کا ارادہ کیا۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جلدی سے وہ بستر لپیٹ دیا۔ اور بیٹھنے نہ دیا۔ اس پر ابوسفیان کہنے لگا۔ پیاری بیٹی! کیا مجھ سے یہ بستر تمہیں زیادہ پسند ہے۔ اور مجھے اس پر بیٹھنے کے قابل نہیں سمجھتیں۔ کہنے لگیں۔ ہاں ایسے ہی ہے۔ یہ بستر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے

تو بوجہ مشرک ہونے کے ناپاک ہے۔ لہٰذا تجھ جیسا ناپاک اس بستر پر نہیں بیٹھ سکتا۔

خلاصہ کلام:

"علامہ طبرسی شیعہ" نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہا کسی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت جائز نہ سمجھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ دونوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کفار کو پناہ دینے کی حامی نہ بھری۔ بلکہ صاف صاف فرما دیا۔ کہ ہم میں سے کسی کو بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی قطعاً ہمت نہیں۔

اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ "ام حبیبہ رضی اللہ عنہا" جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ اور ابوسفیان کی بیٹی تھیں۔ انہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے اتنی عقیدت و محبت تھی۔ کہ سگے باپ کو اس بستر پر بیٹھنے نہ دیا۔ جسے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نواز چکے تھے۔ اور باپ کو نجس تک کہنے سے گریز نہ کیا۔ تو ان حضرات کے بارے میں اگر کوئی بدبخت یوں زبانِ طعن دراز کرتا ہے کہ تین چار صحابہ کے بغیر کوئی بھی مسلمان نہیں تھا۔ تو اس زبان دراز کا فیصلہ ناظرین کرام پر چھوڑتا ہوں کہ کیا ایسے شخص کا حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پاک سے کوئی ایمانی تعلق ہے؟

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَار

ابوبکر و عمر متقی امین دنیا سے متنفر اور نہایت سادہ طبیعت تھے

ناسخ التواریخ :

وبر زیادت چوں ابوبکر و عمر کار بورع و زیارت کردند و جامہائے کرباسین پوشیدند و از چیزہائے خشن خورشش کردند و اموالِ غنائم را بر مردم بخش نمودند و خود طمع وطلب در مال دنیا در نبستند، مردم را اگر شبہتی در خاطر بود مرتفع گشت۔ با خود گفتند اگر ایشاں باغراضِ نفسانی مخالفت نفس می کردند چرا از حطام دنیوی بہرہ مند نیستند۔ ہمانا عاقل وقتے مخالفتِ نفس کند و دینِ خود را برباد دہد کار دنیا را بر رونق کند ایشاں کہ از دنیا را برونق کند واشتند ہگرنہ تواں گفت خلافِ نفس کردند۔

(ناسخ التواریخ تاریخ الخلفاء جلد سوم ص ۲، طبع جدید، مطبوعہ تہران دورانِ خلافت عمر بن خطاب)

ترجمہ :

اس سے زیادہ یہ ہے کہ جب ابوبکر و عمر نے تقوٰی و پرہیزگاری سے کام کیا، روئی کا لباس پہنا۔ تکلیف دہ چیزوں کے خوگر ہو گئے۔ لوگوں پر مالِ غنیمت تقسیم کیا (اپنے لیے کچھ نہ رکھا) اور دنیاوی مال و دولت کے طمع وطلب سے دور دور رہے اس لیے اگر لوگوں کے دل میں کوئی شبہ تھا تو دور ہو گیا۔ چنانچہ وہ کہنے لگے اگر انہوں نے نفسانی اغراض سے نفس کی مخالفت کی ہوتی۔ (خلافت پر غاصبانہ قبضہ کیا ہوتا) تو دنیاوی مال و متاع سے متمتع کیوں نہ ہوتے۔ کوئی بھی عقل مند آدمی جب نفس کی مخالفت کرتا اور اپنا دین برباد کرتا ہے تو دنیاوی زندگی ضرور بارونق بناتا ہے

انہوں نے (ابوبکر و عمر نے) جب دنیا سے ہاتھ ہی کھینچ لیا ہے تو یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے نص کی مخالفت کی ہے۔

مرزا تقی مورخ شیعہ کی بے بسی

مذکورہ عبارت لکھنے کے بعد مرزا تقی نے اپنے قلم سے تحریر کردہ مذکورہ بالا شیخین کی صفاتِ محمودہ کو داغدار کرنے کی یوں کوشش کی کہ دراصل عالی ہمت لوگ فرماں روائی اور حکمرانی کے طالب ہوتے ہیں اکل و شرب و نکاح وغیرہ کی طرف توجہ نہیں دیا کرتے یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسے ہی لوگوں میں سے تھے ناحق حکمرانی کے طالب ہوئے مگر کھانے پینے کی اشیاء کی طرف رغبت نہ رکھی۔

ناظرین: اب اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مرزا تقی شیعہ کی یہ بات اس کی اپنی ہی مذکورۃ الصدر عبارت کی روشنی میں کتنی مضحکہ خیز ہے۔ اس بات کا کیا تک ہے کہ ایک شخص درشت لباس ٹاٹ وغیرہ پہنے پھرے مگر حکمرانی کرتا پھرے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ابوبکر و عمر کا جو ظاہری کردار و طرزِ زندگی اور طریقۂ حکمرانی تھا وہ تو شیعہ مؤرخ نے خود تسلیم کر لیا کہ نہایت عمدہ اور بے مثال تھا۔ رہا یہ کہ ان کی قلبی نیت کیا تھی۔ ان کے دل کے دروں خانہ میں کیا تھا اس کی اطلاع مرزا تقی کو کیسے ہو گئی۔ ثابت ہوا کہ شیخین کی سیرت حسنہ کا ذکر کرنے کے بعد مورخ شیعہ جو کچھ کہہ رہا ہے سب اپنی طرف سے بات بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ابوبکر و عمر کے نہایت اعلیٰ کردار کے سامنے سخت متعصب شیعہ بھی محض یاوہ گوئی کرنے پر مجبور ہے اور اسے ان کا حسن سیرت مان لینے سے کوئی چارۂ کار نہیں۔

فصل ثالث

خُلفاءِ ثلاثہ کے انفرادی فضائل

از کتبِ شیعہ

فضائل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

فضیلت ۱:

آیت: اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ (پ ۱۰)

ترجمہ:

جب کفار نے انہیں مکہ سے نکال دیا۔ تو وہ اس وقت دو میں کا دوسرا تھا۔ جس وقت وہ دونوں غار میں تھے۔ جب ایک (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) دوسرے کو فرما رہا تھا۔ غم نہ کریں۔ یقیناً اللہ تعالے ہمارے ساتھ ہے

تفسیر قمی: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غارِ ثور میں ابوبکر کے حجابات کو اٹھا کر لقب صدیق عطا فرمایا

فَاِنَّهٗ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ بَعْضِ رِجَالِهٖ رَفَعَهٗ اِلٰی اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ فِی الْغَارِ قَالَ لِاَبِیْ بَكْرٍ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی سَفِیْنَةِ جَعْفَرٍ فِیْ اَصْحَابِهٖ یَعُوْمُ فِی الْبَحْرِ وَاَنْظُرُ اِلَی الْاَنْصَارِ مُحْتَبِیْنَ

فِیْ اَفْنِیَتِهِمْ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ وَ تَرَاهُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَرِنِیْهِمْ فَمَسَحَ عَلٰی عَیْنِهٖ فَرَاٰهُمْ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ) اَنْتَ الصِّدِّیْقُ۔

(تفسیر قمی ص ۲۶۵ تا ۲۶۶ مطبوعہ ایران طبع قدیم)

ترجمہ: حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کی رات غار میں تھے۔ تو آپ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ میں جعفر طیار اور ان کے ساتھیوں کو اس کشتی میں بیٹھے دیکھ رہا ہوں۔ جو دریا میں کھڑی ہے اور میں انصار کو بھی اپنے گھروں کے صحنوں میں بیٹھے دیکھ رہا ہوں یہ سن کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ازراہِ تعجب عرض کی۔ کیا آپ واقعی دیکھ رہے ہیں۔ فرمایا۔ ہاں۔ عرض کی مجھے بھی دکھلا دیجئے۔ تو آپ نے ابو بکر کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا۔ پھر انہیں بھی یہ سب کچھ نظر آگیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تو "صدیق" ہے۔

منہج الصادقین: غارِ ثور میں گھرانۂ ابو بکر صدیق کی بے مثال خدمات اور قربانیاں

پس پیغمبر (ص) اشب چنچ شنبہ در شہر مکہ امیر المومنین (ع) را بر جائے خود بخوابانید و خود را از خانہ ابو بکر برفاقت او بیروں آمدہ بداں غار توجہ نمود و شب آنجا بیتوتہ فرمود۔۔۔۔۔۔ مجاہد گوید کہ رسول (ص) اسہ شبانہ روز در غار بود۔ واز عروہ روایت است کہ ابو بکر را گو سفندی چند بود۔ نماز شام عامر بن فہیرہ آں گو سفنداں را بر در غار راندی و ایشاں از شیر گو سفنداں۔ خوردندی و قتادہ گوید کہ عبد الرحمن در خفیہ بامداد و شبان گاہ آمدی و برائے ایشاں طعام آوردی۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد چہارم ص ۲۷۲)

ترجمہ:

شبِ جمعرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سلایا اور خود ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں ان کے گھر سے "غار ثور" کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور رات وہیں آرام فرمایا (آگے چل کر اسی تفسیر میں لکھا ہے) مجاہد کہتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تین رات دن وہاں غار میں قیام پذیر رہے۔ عروہ سے روایت ہے۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی چند بھیڑ بکریاں تھیں۔ نماز مغرب کے بعد ابو بکر کے غلام "عامر بن فہیرہ" ان بکریوں کو غار کے دھانے پر لے آتے۔ اور یہ دونوں حضرات ان کا دودھ نوش فرماتے قتادہ کہتے ہیں۔ کہ ابو بکر صدیق کے بیٹے جناب عبد الرحمٰن خفیہ طور سے صبح و شام انہیں کھانا پہنچاتے رہے۔

مذکورہ آیت اور اس کی شیعہ تفسیروں سے مندرجہ ذیل فضائلِ صدیق ثابت ہوگئے

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ جس سے انہیں جعفر طیار کی دریا میں کھڑی کشتی اور اپنے گھروں کے صحن میں کھڑے انصار نظر آنے لگے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں "صدیق" کا لقب عطا فرمایا۔

۲۔ شبِ ہجرت حضور صلے اللہ علیہ وسلم ابو بکر صدیق کے گھر تشریف لے گئے۔ اور انہیں ہجرت میں شریک اور رفیقِ سفر بنایا۔

۳۔ اس غار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر کو دودھ پیش کرنے والے ابو بکر کے غلام "عامر بن فہیرہ" ہی تھے۔

۴۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبد الرحمٰن تھے۔ جنہوں نے حالات سے

آگاہی اور کھانے کا انتظام مہیا کیا تھا۔

لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ شب ہجرت جو جانی مالی قربانیاں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے گھر والوں نے دیں۔ ان کی مثال دیگر صحابہ کرام میں نہیں ملتی۔ اور حضور کا اس رات ابوبکر صدیق کو بطور رفیق انتخاب فرمانا ان کے علو درجات اور فضیلت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

فضیلت ۲ : ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیمثال خدمات کی وجہ سے جنت میں حضور علیہ السلام کے ساتھ ہوں گے۔

تفسیر حسن عسکری

اَمَرَكَ اَنْ تَسْتَصْحِبَ اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّهٗ اٰنَسَكَ وَسَاعَدَكَ وَوَازَرَكَ وَ ثَبَتَ عَلٰى تَعَاهُدِكَ وَ تَعَاقُدِكَ كَانَ فِى الْجَنَّةِ مِنْ رُفَقَائِكَ وَ فِى غُرُفَاتِهَا مِنْ خُلَصَائِكَ۔

(تفسیر حسن عسکری ص ۲۳۱)

ہجرت کی رات جبرائیل نے آپ کو اللہ کا پیغام دیا۔ کہ آپ اپنے ساتھ ابوبکر صدیق کو لے لیں۔ کیوں کہ اس نے ۔ ے محبت کی۔ آپ کی معاونت کی۔ آپ کا بوجھ اٹھایا۔ اور آپ کے ساتھ معاہدات و کاروبار میں ثابت قدم رہا۔ جنت میں آپ کے رفقاء میں سے ہو گا۔ اور آپ کے مخلص احباب کے ساتھ جنت کے بلند ترین محلات میں ہو گا۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ اے ابوبکر! کیا تو اس بات پر راضی ہے۔ کہ میرے ساتھ رہے۔ اور دشمن جہاں مجھے تلاش کرنے کے در پے ہوں۔ تجھے بھی تلاش کریں۔ اور تیری نسبت یہ معلوم کر لیں۔ کہ تو نے مجھے اس دعوائے نبوت پر آمادہ کیا۔ اس وجہ سے تجھے میرے باعث بہت سی تکالیف دیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور! اگر میری عمر دنیا کے قیام تک ہو۔ اور سخت ترین مصائب کا مجھے سامنا کرنا پڑے۔ نہ موت آرام سے آئے۔ اور نہ زندگی میں راحت نصیب ہو۔ لیکن یہ کچھ

آپ کی محبت کی وجہ سے ہو۔ تو مجھے یہ سب کچھ صرف آپ کی محبت کی خاطر منظور ہے۔ اور اگر مجھے دنیا کی شاہی مل جائے اور عیش و عشرت سے زندگی بسر کرنا حاصل ہو جائے لیکن یہ سب کچھ آپ کی مخالفت کی وجہ سے ہو تو میں اس شاہی اور عیش و عشرت پر تھوکتا بھی نہیں۔ یا رسول اللہ! میرے اہل و عیال اور جان و مال سب آپ کی امانت ہیں۔ اور آپ پر نثار ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ تقریر سن کر ارشاد فرمایا۔

تفسیر حسن عسکری | لَا جَرَمَ اِنَّ اللهَ اطَّلَعَ عَلٰی قَلْبِكَ وَ وَجَدَ مَا فِيْهِ مُوَافِقًا لِمَا جَرٰی عَلٰی لِسَانِكَ جَعَلَكَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَ الْبَصَرِ وَ الرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ۔

(تفسیر حسن عسکری عربی ص ۲۳۱)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ تیرے دل کے خیالات پر مطلع ہے اور جو کچھ تو نے زبان سے کہا۔ اگر اس کا دل ساتھ دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ تجھے میرے ساتھ ایسی حیثیت بخشے گا۔ کہ جس طرح جسم کے ساتھ آنکھوں، کانوں اور سر کی حیثیت ہے۔

فضیلت ۲:

حملہ حیدری |

چنیں گفت راوی کہ سالارِ دیں
چو سالم بحفظ جہاں آفریں!

ز نزدیک آں قوم پر مکر رفت!
بسوئے سرائے ابو بکر رفت

پئے ہجرت آں نیز ایستادہ بود
کہ سابق رسولش خبر دادہ بود

نبی بود در خانہ اش چوں رسید
بگوشش ندائے سفر در رسید

چوں بو بکر زاں حال آگاہ شد!
ز خانہ بیروں رفت و ہمراہ شد

چوں رفتند چندیں بداماں دشت
قدوم فلک سائے مجروح گشت

ابو بکر آنگہ بدوشش گرفت!
وے زیں حدیث است جائے شگفت

که در کس چناں قوت آمد پدید — که بار نبوت تواند کشید
برفتند القصه چند سے دگر — چو گردید پیدا نشانِ سحر
بدیدند غارے دراں تیره شب — که خواندے عرب غار ثورش لقب
گرفتند در جوف آں غار جائے — ولے پیش ابوبکر بنهاد پائے
بہر جا که سوراخ یا رخنه دید — قبا را بدرید آں رخنه چید
بدیں گونه تا شد تمام آں قبا — یکے رخنه نگرفته ماند از قضا
برآں رخنه مانده آں یار غار — کف پائے خود را نمود استوار
نیامد جز او ایں شگرف از کسے — که دور از خرد می نماید بسے
نیامد چنیں کارے از غیر او — بدیں ساں چو پرداخت از رفت او
درآمد رسول خدا ہم بغار — نشستند یک جا بہم ہر دو یار
چوں شد کار پرداخته ہم چناں — رسیدند کافر پیاپے ذکر آں
درآمد ہم بکف پائے آں یار غار — که بر روے سوراخ بود استوار
رسیدش ز دندانِ مار گزند — وز آں درد افغانِ او شد بلند
پیغمبر باو گفت آہسته باش — رسیدند اعدا مکن راز فاش
مکن غم مگرداں صدا را بلند — که از زخم افعی نیابی گزند
بغار اندروں تا سه روز و شب — بسر برد آں شاه بفرمانِ رب
شدے پور بوبکر ہنگام شام — بدبردے درآں غار آب و طعام
نمودے ہم از حال اصحاب شر — حبیب خدا شہِ جہاں را خبر
نبی گفت پس پور بوبکر را — کرائے چوں پدر اہل صدق و صفا
دو جمازه باید کنوں راہموار — که ما را رسانند بر یثرب بار
ہم از اہل دیں آمد یکے جلوه دار — برو کرد رازِ نبی آشکار

ازو جملہ دار ایں سخن چوں شنود	دو جمازہ دردم مہیا نمود
تہی شد آزاں قوم آں کوہ و دشت	رسول خدا عازم راہ گشت
بہ صبح چہارم برآمد ز غار	دو جمازہ آوردہ بد جملہ دار
نشست از شتر آں شاہ دیں	ابو بکر را کرد با خود قریں

(حملہ حیدری مطبوعہ تہران ص ۲۸)

ترجمہ:

راوی روایت کرتا ہے۔ کہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم اللہ رب العزت کی حفاظت کے ساتھ اس مکار قوم کے ہاتھوں سے نکل کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ تو ہجرت کے لیے پیشگی اطلاع ملنے پر ابوبکر تیار بیٹھے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ابوبکر کے گھر تشریف لائے۔ تو انہیں سفر ہجرت کی آواز سنائی دی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو ئے۔ اور چلتے چلتے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک زخمی ہو گئے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔ لیکن یہ بات بہت انوکھی معلوم ہوتی ہے۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایسے بظاہر کمزور انسان نبی نبوت کا بوجھ اٹھانے کی طاقت آ گئی مختصر یہ کہ تھوڑا اور آگے بڑھے۔ جب وقت سحر ہوا۔ تو اس پہاڑ میں ایک ثور نامی غار میں جا گزیں ہو گئے۔ پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہو گئے۔ اس کے تمام سوراخوں کو اپنی قبا کے ٹکڑوں سے بند کر دیا۔ اتفاقاً ایک سوراخ رہ گیا۔ تو اس پر جناب ابوبکر صدیق نے اپنا پاؤں رکھ کر بند کر دیا۔ یہ ایسا کام ہے۔ جو عقل میں نہیں آتا۔ کیوں کہ اس طرح صدیق اکبر نے اپنی جان داؤ پر لگا دی۔ اس کے بعد پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی غار میں تشریف لے آئے۔ دونوں

دوست اکٹھے بیٹھ گئے۔ اُدھر کفار ان کے نشانات کے ذریعہ اس غار تک آ پہنچ چکے تھے۔ اور ادھر ایک زہریلے سانپ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوراخ پر رکھے پاؤں کو کئی ایک مرتبہ ڈسا۔ جس کی وجہ سے آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا۔ کہ دشمن غار کے اوپر پہنچ چکے ہیں۔ لہذا آپ کو کوئی ایسی حرکت نہیں کرنی چاہیے۔ جس کے ذریعہ اُن پر ہمارا راز فاش ہو جائے۔ رہا سانپ کے ڈسنے کا معاملہ۔ تو فکر نہ کریں۔ اس کے زہر سے تمہیں کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ تین رات دن اللہ کے حکم سے اس غار میں بسر کئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فرزند روزانہ صبح و شام کھانا لے کر حاضر ہوتے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کے حالات کی بھی خبر دیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لڑکے کو فرمایا۔ کہ اپنے باپ کی طرح اے صاحب صدق و صفا! ہمیں دو تیز رفتار اونٹ درکار ہیں۔ جو ہمیں مدینہ پہنچائیں۔ ابو بکر صدیق کے لڑکے کے ہمراہ ایک چرواہا بھی تھا۔ اس کو بھی حالات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرما دیا وہ چرواہا دو اونٹ لے کر حاضر خدمت ہوا۔ جب کفار وہاں سے ہٹ کر اِدھر اُدھر ہو گئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے کوچ فرمایا۔ تین دن کے بعد چوتھے دن غار سے آپ باہر نکلے۔ اونٹ لائے گئے۔ اور ایک پر آپ کائنات کے بادشاہ خود سوار ہوئے۔ اپنے پیچھے اپنے وزیر با تدبیر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بٹھایا۔ اور دوسرے اونٹ پر چرواہا عامر سوار ہو گیا۔

فضیلت ۲ اور ۳ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل فضائل ثابت ہوئے

فضیلت :

۱ ۔ ہجرت کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ لیا۔

۲ ۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غار کے سوراخ بند کرنے میں اپنی جان بھی داؤ پر لگا دی۔ لہذا روز قیامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں یہ بلند ترین منازل پائیں گے۔

۳ ۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایسے حقیقی عاشق رسول تھے۔ کہ عشق رسول میں قیامت تک، سخت ترین مصائب برداشت کرنا قبول کیا۔ لیکن مخالفتِ رسول کے عوض شہنشاہی کو بھی ٹھکرا دیا۔ اس عقیدۂ صدیق کی اللہ کی طرف سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تصدیق فرما دی۔

۴ ۔ اپنی ذات، اپنے اہل وعیال اور دنیا کی ہر ایک چیز سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عزیز ترین تھی۔

۵ ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھوں اور کانوں کی مثل فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ جس طرح جسم سے آنکھ اور کان کی نسبت ہے۔ اسی طرح مجھ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت ہے۔

۶ ۔ ہجرت کے سفر کا راز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے محرم راز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہلے ہی بتلا دیا تھا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ مشتِ خاک سے کفار اندھے ہوئے۔ تو آپ سیدھے ابوبکر کے گھر جلوہ فرما ہوئے۔

۷ ۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کی رات آپ کا انتظار کر رہے تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم

ان کے گھر تشریف فرما ہوئے۔ تو صدیق اکبر نے سب کچھ چھوڑا۔ اور آپ کی معیت میں سفر پر روانہ ہو گئے۔

۸۔ برہنہ پا ہونے کی وجہ سے جب آپ کے قدم اقدس زخمی ہوئے۔ تو ابو بکر صدیق کو اس تکلیف سے اتنا احساس ہوا۔ کہ پیرانہ سالی کے باوجود اپنے کندھوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھالیا۔

۹۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایسے وقت بارِ نبوت کے اٹھانے کی قوت ملنا انتہائی تعجب خیز معاملہ تھا۔

۱۰۔ غار ثور پر پہنچنے کے وقت ابو بکر صدیق رضی عنہ نے یہ گوارا نہ کیا۔ کہ غیر آباد غار میں پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوں۔ بلکہ خادمانہ طور پر پہلے خود اندر گئے۔ اور اس کے تمام سوراخ اپنی قبا پھاڑ کر بند کر دیئے۔ اسے صاف کیا۔ اور ایک سوراخ کو کپڑا نہ ملنے کی بنا پر اپنی ایڑی رکھ کر بند کر دیا۔ ان تمام باتوں میں یہی ایک خیال تھا۔ کہ کہیں کسی طور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس غار میں تکلیف کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ ایسا کام واقعی عاشق صادق کے سوا اور کون کرسکتا ہے؟۔

۱۱۔ سانپ کے ڈسنے سے جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تکلیف محسوس ہوئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخلص رفیق کو "لا تحزن ان اللہ معنا" فرمایا۔ اور تسلی دی۔ کہ جب اللہ کی مدد ہمارے شامل حال ہے۔ تو ہمیں کوئی حزن و ملال نہیں کرنا چاہیئے۔

۱۲۔ غار ثور میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تین رات دن متواتر تنہائی میں چہرۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جی بھر زیارت کی۔ یہ وہ عظمت ہے۔ جو کسی کو اگر ایک آن کے لیے میسر ہو جائے۔ تو صحابی کا رتبہ پائے۔ اور اس رتبہ کا تمام اولیاء غوث و اقطاب مقابلہ نہیں کرسکتے۔

۱۳۔ تین دن دوران قیام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر سے کھانا وغیرہ آتا رہا جس سے معلوم ہوا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تین دن گویا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے گھر والوں کے مہمان تھے۔

۱۴۔ صدیق اکبر کا فرزند چونکہ اپنے باپ کی طرح محرم راز تھا۔ اس لیے رات کھانے کے وقت وہ کفار کے حالات سے بھی آپ کو آگاہ کرتا۔ اور اسی برخوردار کے بارے میں آپ نے فرمایا۔ کہ اپنے باپ کی طرح تو بھی صاحب صدق وصفا ہے۔

۱۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سواری اور خادم کا انتظام بھی صدیق اکبر کے بیٹے نے کیا۔ جس طرح صدیق اکبر اور ان کے فرزند محرم راز تھے۔ اسی طرح وہ خادم بھی محرم راز تھا۔ اور شام کو روزانہ غار کے پاس بکریاں لا کر آپ کو دودھ پلاتا۔

۱۶۔ غار ثور سے نکل کر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے۔ تو آپ نے ابوبکر صدیق کو غلام کے ساتھ ایک اونٹ پر سوار ہونے کی بجائے اپنے پیچھے بٹھایا۔ کیوں کہ صدیق اکبر کی محبت اور ایثار کا اسی طرح اظہار ہو سکتا ہے۔ تو آپ نے سواری کے وقت بھی یار غار کی جدائی برداشت نہ کی۔

مقام غور:

ان مذکورہ فضائل کے بعد بھی اگر کوئی شخص سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات کو مورد الزام و طعن ٹھہرائے۔ اور بیہودہ زبان درازی کرے۔ تو اس سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس طرح وہ اپنے خبث باطنی کا اظہار کر رہا ہے۔ ورنہ ان فضائل کو جاننے اور ماننے کے بعد ہر شخص یہی سمجھتا ہے۔ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی دوسرا قابل اعتبار دوست با مخلص رفیق اور جان نثار نہ تھا۔ اسی لیے اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ انبیائے کرام کے بعد مرتبہ میں سب سے اونچا مرتبہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اور اسی مرتبہ کی بنا پر آپ کو خلیفہ بلافصل بنایا گیا۔

فضیلت ۴۲ ابوبکر کو صدیق نہ کہنے والے کے حق میں امام باقر کی بددعا

وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَئَلْتُ اَبَا جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ ابْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ حِلْيَةِ السُّيُوْفِ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهٖ وَ قَدْ حَلّٰى اَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَيْفَهٗ قُلْتُ فَتَقُوْلُ الصِّدِّيْقَ قَالَ فَوَثَبَ وَثْبَةً وَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَ قَالَ نَعَمْ الصِّدِّيْقُ نَعَمْ الصِّدِّيْقُ نَعَمْ الصِّدِّيْقُ فَمَنْ لَمْ يَقُلْ لَهُ الصِّدِّيْقُ فَلَا صَدَّقَ اللّٰهُ لَهٗ قَوْلًا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمۃ فی معاجز الامام ابی جعفر الباقر جلد دوم مطبوعہ تبریز ص ۱۴۷)

ترجمہ:

عروہ بن عبداللہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے تلوار کے جڑاؤ کرنے کے بارے میں سوال کیا۔ تو انہوں نے کہا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیوں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کو زیورات سے آراستہ کیا تھا۔ میں نے پوچھا۔ آپ بھی ابوبکر کو "الصدیق" کہتے ہیں۔ میری یہ بات سن کر ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ ایک دم جذبات سے اٹھے۔ اور کہنے لگے۔ ہاں وہ صدیق ہیں یقیناً وہ صدیق ہیں۔ اور وہ بلاشک صدیق ہیں۔ اور سنو۔ جو شخص انہیں صدیق نہیں کہتا۔ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی بات کو ہرگز سچا نہیں کرے گا۔

اس حوالہ سے چند امور ثابت ہوئے

۱ - امام باقر رضی اللہ عنہ کے نزدیک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے افعال بھی ایک حجت و دلیل شرعی ہیں۔ اسی لیے آپ نے تلوار کو مزین کرنے کے بارے میں ابوبکر صدیق کے تلوار مزین کرنے کا حوالہ دیا۔

۲ - امام باقر رضی اللہ عنہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو "الصدیق" سمجھتے اور کہتے تھے۔

۳ - امام موصوف کا لقب "الصدیق" سے ابوبکر کو یاد کرنا اس لیے تھا۔ کہ غار ثور میں یہ لقب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو عطا فرمایا تھا۔ جیسا کہ پچھلے حوالہ میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

۴ - امام باقر رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق جو شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ کو "الصدیق" نہ کہے وہ اللہ کے نزدیک دنیا و آخرت میں جھوٹا۔ اور آپ نے اس کے لیے بددعا کی کہ ایسے شخص کو اللہ دونوں جہانوں میں جھوٹا کرے۔

فضیلت ۵ سب سے پہلے نبی علیہ السلام کی ابوبکر نے تصدیق کی

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ

(پ ۲۴ - ع ۱)

ترجمہ: اور وہ ذات جو صدق لے کر آئی۔ اور وہ شخص جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں "شیعی مفسر علامہ طبرسی" نے یوں لکھا ہے۔

مجمع البیان | اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ صَدَّقَ بِهٖ اَبُوْ بَکْرٍ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۳ جزء ۸ ص ۴۹۸ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

جو ذات صدق لے کر آئی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور جس نے اُن کی تصدیق کی۔ وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

فضیلت ۶:

"وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ" آیت کریمہ کے تحت (جو گیارہویں پارہ رکوع ۲ کی آیت ہے) تفسیر مجمع البیان میں یوں مذکور ہے۔

مجمع البیان: اِنَّ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ بَعْدَ خَدِیْجَةَ اَبُوْبَکْرٍ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۳ جزء ۵ ص ۶۵ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

معلوم ہوا:

مذکورہ تفسیر کے دونوں حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ اس زمانہ میں جب اسلام کا نام لینا بھی عذاب جان تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے مسلمان ہونے والے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اپنے محبوب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو احکامات وغیرہ عطاء فرمائے۔ ان تمام کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والے بھی ابوبکر ہی تھے اس بناء پر صحابہ کرام میں آپ "الصدیق" کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

فضیلت ۷: ابوبکر خلوص دل کی وجہ سے تمام صحابہ سے سبقت لے گئے

ناسخ التواریخ: حضرت رسالت با ابوبکر ملاقات نمود بتدریج تالیف قلب واستدراج من حیث یعلم ومن حیث لا یعلم نمود تا اُں را بسمت عالی او را بجانب خود مائل ساخت وخاطر او را بحصول جاہ و توسعہ دستگاہ امیدوار

گردانید تا آں کہ باں طمع مسلمان شد و حضرت رسالت کنیت و نام او را کہ ابوالفضیل و عبدالعزی بود با ابوبکر و عبداللہ تبدیل فرمود۔ و ہمیشہ در میان جماعت اصحاب میگفتند۔ ما سبقکم ابوبکر بصوم ولا صلوٰۃ ولکن بشیٔ وقر فی صدرہٖ،،

(مجالس المومنین جلد اول ص ۲۰۶ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر سے ملاقات کی۔ اور لگاتار ان کی تالیف قلب کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور جانے ان جانے طور پر انہیں اپنی طرف مائل کرنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنی بلند ہمتی کی وجہ سے ابوبکر کو اپنی طرف مائل کر ہی لیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کو حصولِ دولت و عزت اور فراخی روزگار کی امیدیں دلاتے رہے۔ حتیٰ کہ ابوبکر اسی طمع کی بنا پر مسلمان ہو گئے۔ اور مسلمان ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کنیت اور نام دونوں تبدیل فرما دیئے۔ ابوالفضیل کی بجائے ابوبکر اور عبدالعزی کی بجائے عبداللہ کنیت اور نام رکھا۔ صحابہ کرام کے مجمع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے کہ ابوبکر، نماز اور روزہ کی کثرت کی بنا پر تم سے سبقت نہیں لے گیا۔ بلکہ سبقت کی وجہ وہ تھی۔ جو اس کے سینہ میں جمی ہوئی تھی۔

مقامِ غور:

شیعہ لوگوں کا ابتدا سے یہ وطیرہ رہا ہے۔ کہ ایک حقیقت کو توڑ موڑ کر غلط رنگ دے کر پیش کرتے ہیں۔ اور اس سے مقصد ان کا یہ ہوتا ہے۔ کہ کسی کی فضیلت ان کے الفاظ میں اس کی مذمت بن کر سامنے آئے۔ اسی حوالا کو دیکھیے حقیقت یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت تمام صحابہ کرام پر بیان فرمائی۔ لیکن "نور اللہ شوستری شیعہ،، نے اس افضلیت کو اپنے گندے ذہن کے مطابق مسخ کرنے کی جسارت کی۔

اور لکھا کہ "ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مال و دولت اور عزت کا لالچ دے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام لانے پر آمادہ کیا۔ اور وہ اس غرض سے مسلمان ہوئے۔ اور اس طمع و لالچ میں ابوبکر تمام صحابہ کرام سے بڑھ کر تھے۔

لیکن سچ ہے۔ "دروغ گو را حافظہ نہ باشد" فضیلت ۲ کے ضمن میں "تفسیر مجمع البیان" کے الفاظ آپ پھر غور سے پڑھیں۔ اِنَّ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ بَعْدَ خَدِیْجَۃَ اَبُوْبَکْرٍ" اور فضیلت ۵ کے تحت "وصدق بہ ابوبکر" پر غور فرمائیں۔ تو اس سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابوبکر صدیق کا مشرف باسلام ہونا اعلان نبوت کے ساتھ ہی تھا۔ جب کہ "نور اللہ شوستری" کا کہنا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم متواتر ابوبکر کو لالچ دیتے رہے۔ اور ان کا دل مائل کرنے کے لیے کافی عرصہ آپ کو لگا۔ تب کہیں جا کر اس لالچ میں پڑ کر ابوبکر مسلمان ہوئے۔ تو یہ کافی عرصہ کہاں سے نکلا۔ اور اگر اسلام لالچ کے طور پر تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے "صدق بہ" فرما کر معاذ اللہ اپنے لاعلم ہونے کا اظہار کیا۔ کہ اُسے ابوبکر کے صحیح اسلام اور لالچ کے اسلام کے مابین فرق معلوم نہ تھا۔ حاشا وکلا وہ علیم بذات الصدور ہے۔ اور اس کے محبوب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لالچ دینے کا اتہام خبث باطنی کا مظہر ہے۔

حقیقت یہی ہے۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مخلص مومن تھے۔ اور مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام کو بتلا دیا۔ کہ ابوبکر کی فضیلت ان کے دل کی پختگی اور محبت میں وارفتگی کی بنا پر ہے۔

فضیلت ۸: امام تقی فضیلت شیخین کے منکر نہیں تھے۔

احتجاج طبرسی: لَسْتُ بِمُنْکِرٍ فَضْلَ عُمَرَ وَلٰکِنَّ اَبَا بَکْرٍ اَفْضَلُ مِنْ عُمَرَ۔

(احتجاج طبرسی ص ۲۴۸ مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:

میں (امام تقی رضی اللہ عنہ) عمر بن خطاب کی فضیلت کا منکر نہیں مانتا ہوں۔ لیکن

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فضیلت میں عمر بن خطاب سے بڑھ کر ہیں۔

امام تقی رضی اللہ عنہ کے اس کلام سے ثابت ہوا۔ کہ وہ شیخین کی فضیلت کے قائل بھی تھے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے نزدیک دونوں میں سے ابوبکر افضل تھے۔ اور یہی اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔ جس کی تائید امام موصوف کر گئے۔

فضیلت ۹: اللہ تعالیٰ کے نزدیک ابوبکر عزت اور فضل والے تھے

مجمع البیان وَلَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْمُهَاجِرِيْنَ اِنَّ قَوْلَهٗ لَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ الاية نَزَلَتْ فِيْ اَبِيْ بَكْرٍ وَمِسْطَحِ بْنِ اَثَاثَةَ۔

(تفسیر مجمع البیان جزء ۷ جلد ۴ ص ۱۳۲)

ترجمہ:

تم میں سے فضیلت والے اور مالی وسعت کے مالک لوگ اس بات کی قسم نہ اٹھائیں۔ کہ وہ اپنے رشتہ داروں، مسکینوں اور مہاجرین کی مالی امداد نہیں کریں گے۔

یہ آیت کریمہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جب انہوں نے اپنے خالہ زاد بھائی جناب مسطح بن اثاثہ کی امداد "واقعہ افک" کے سلسلہ میں بند کر دی تھی۔

"علامہ طبرسی صاحب مجمع البیان" نے اس آیت کا شانِ نزول بیان کرکے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ کے نزدیک بڑے مرتبہ کے مالک تھے اور جسے اللہ تعالیٰ عزت و مرتبہ عطا فرما دے۔ اس کی شان میں گستاخی اپنی آخرت کو برباد کرنے کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے۔ سورج کی طرف تھوکنے والا اپنا منہ تھوک کے

گدا کر لیتا ہے۔ سورج کا نقصان نہیں کر سکتا۔

فضیلت ۱۰

آیت: فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَ اتَّقٰی وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی۔

(پ ۳۰ سورۃ اللیل)

ترجمہ:

پس جس شخص نے دیا۔ اور پرہیزگاری برتی۔ اور ٹھیک باتوں کی تصدیق کی۔ تو بہت جلد ہم اسے آسانی کی توفیق دیں گے۔

(ترجمہ مقبول)

مجمع البیان: اللہ تعالیٰ کے نزدیک ابوبکر پرہیزگار اور صدیق تھے۔

"علامہ طبرسی شیعی" اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ الزُّبَیْرِ قَالَ اِنَّ الْاٰیَۃَ نَزَلَتْ فِیْ اَبِیْ بَکْرٍ لِاَنَّہٗ اشْتَرَی الْمَمَالِیْکَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا مِثْلَ بِلَالٍ وَعَامِرِ بْنِ فُہَیْرَۃَ وَغَیْرِہِمَا وَاَعْتَقَہُمْ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۵ جزء ۱۰ ص ۵۰۱ تا ۵۰۲ سورۃ لیل)

ترجمہ:

ابن زبیر سے روایت ہے۔ کہ "فاما من اعطی الاٰخر" آیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔ آپ نے بہت سے غلام خریدے تھے۔ جو مسلمان ہو گئے تھے۔ جیسا کہ حضرت بلال اور عامر بن فہیرہ وغیرہ اور پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو آزاد بھی کر دیا۔

منہج الصادقین:

اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے "علامہ کاشانی شیعی" رقمطراز ہیں۔

(فاما من اعطی) پس اماہر کہ بداد حقوق مالِ خود را در راہ خدائے (فاتقی) و پرہیز کرد از معاصی (وصدق بالحسنی) و تصدیق کرد بکلمہ نیکو تر کہ آں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ است یا وعدہ عوض را انیست کہ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ، وَمَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الآیۃ یا غیر آں از ہر حکم کہ دلالت بر حق کند یا باور داشت خصلت حسنی را کہ ایمانست یا ملت حسنی را کہ ملت اسلام است یا مثوبت حسنی را کہ جنت است (فسنیسرہ) پس زود باشد کہ آسانی دہیم وی را یعنی توفیق دہیم واسباب لطف یاو کرامت فرمائیم تا آمادہ شود (للیسریٰ) براطاعتی کہ الیسر واہون امور باشد براو و بطیب نفس باآں اقدام نماید و نظیر ایں است قولہ فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام یا آمادہ سازیم او را برائے حالتی یا طریقہ کہ مودی شود بہ یُسر و راحت کہ آں دخول جنت است۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد دہم ص ۲۴۸)

ترجمہ:

(فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی) پس جس شخص نے اپنے مال کے حقوق راہِ خدا میں خرچ کرکے ادا کئے۔ (وَاتَّقٰی) اور گناہوں سے پرہیز کیا۔ (وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی) اور بہترین حکم یعنی "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی تصدیق کی۔ یا "تصدیق بالحسنٰی" سے مراد اللہ تعالٰی کے اس وعدے کی تصدیق کرنا

ہے۔ جو اُس نے وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ میں کیا یعنی جو بھی تم کوئی چیز خرچ کرو گے۔ تو وہ اس کے بدلے میں کچھ دے گا۔ یا یہ وعدہ کہ جس نے نیکی کی اُسے اُس کا دس گنا عطا کیا جائے گا۔ یا یہ وعدہ کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اُن کی مثال ایک دانہ کی سی ہے جو سات خوشے اُگاتا ہے۔ اور ہر خوشے میں سو دانے ہوں۔ یا ان کے علاوہ اور وعدے مراد ہو سکتے ہیں۔ یعنی ایسے کلمات جو حق پر دلالت کرتے ہیں۔ یا اچھی خصلت کو تسلیم کرنا ہے۔ جو دراصل ایمان ہی ہے۔ یا اس سے مراد "ملتِ حسنی" یعنی ملتِ اسلامیہ مراد ہے۔ یا بہترین جائے ثواب یعنی جنّت بھی ہو سکتی ہے۔ (فسنیسرہ) پس بہت جلد ہم اُس کو آسانی عطا کریں گے۔ یعنی ہم توفیق دیں گے۔ اور اسباب لطف وکرامت عطاء کریں گے تاکہ وہ (لليسرٰی) اطاعت پر آمادہ ہو جائے۔ جو کہ بہت آسان اور نرم کام ہے۔ اور اس کو خوش دلی سے سرانجام دے سکے۔ اس آیت کے مضمون کی مثال اس آیت کے مضمون کی طرح ہے۔ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ یا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے۔ کہ ہم اُسے ایسی حالت اور طریقہ پر آمادہ کرتے ہیں۔ جو اُسے آسانی تک پہنچاتے کا سبب بن جاتا ہے اور وہ جنت میں داخل ہوتا ہے۔

علامہ طبرسی کی تفسیر سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ آیت مذکورہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔

۲۔ "وہ من اعطی" سے اس طرف اشارہ ہوتا ہے۔ کہ حضرت بلال اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خریدا اور مسلمان ہونے کے بعد

آزاد بھی کر دیا۔

۳ ۔ ''واتقیٰ'' سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام تقوٰے بیان ہوا۔

۴ ۔ ''وصدق بالحسنیٰ'' اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ''الحسنیٰ'' کی تصدیق فرمائی۔ جس کے چند معنی مراد لیے گئے ہیں۔ ۱۔ کلمہ طیبہ۔ ۲۔ اسلام۔ ۳۔ نیکی کی جزا کا وعدہ۔ ۴۔ ہر کلمہ حق۔ ۵۔ اسلام اور اس کی جزا جنت ان تمام معانی کا ایک ہی خلاصہ نکلتا ہے۔ کہ آپ نے ہمیشہ حق کی اتباع کی۔ اور باطل کی کبھی طرفداری نہیں کی۔

۵ ۔ ''فسنیسرہ للیسریٰ'' سے معلوم ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ایسی استعداد عطاء فرمائی۔ جس کی بنا پر ہر نیک کام آپ کے لیے آسان ہو گیا۔ اور بطیب خاطر ادا فرمایا۔

۶ ۔ ''من یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام'' کو تفسیر میں پیش کرنا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر کے سینہ کو اسلام کے لیے کھول دیا تھا۔ اسی وجہ سے آپ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے سبب جنت میں بلا کسی رکاوٹ داخل ہوں گے۔

خلاصۂ کلام :

اللہ رب العزت کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سیرت اتنی پسند تھی۔ کہ قرآن مجید میں اس کا تذکرہ فرما دیا۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ لوگ ان کی سیرت اپنائیں۔ کیوں کہ آپ اللہ کے مقبول بندے ہیں۔ لہٰذا اس وضاحت کے بعد بھی جو شخص صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ خارج از اسلام قرار دے۔ اس کے بارے میں اہل انصاف کو خود فیصلہ کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام حق ہے۔ اور اس کی حقانیت کی تکذیب سے بڑھ کر اور کیا بدبختی ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان

لوگوں کو ہدایت دے۔ اور اپنا سچا عاشق بنائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

فضیلت ۱۱ اللہ اور اس کے رسول کے گستاخوں کو ابوبکر نے معاف نہیں کیا۔

ع البیان

لَمَّا نَزَلَ مَنْ ذَا الَّذِی یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا قَالَتِ الْیَهُودُ اِنَّ اللّٰهَ فَقِیْرٌ یَسْتَقْرِضُ مِنَّا وَ نَحْنُ اَغْنِیَاءُ وَ قَائِلُهُ حُیَیُّ بْنُ اَخْطَبَ عَنِ الْحَسَنِ وَ مُجَاهِدٍ وَ قِیْلَ کَتَبَ النَّبِیُّ (ص) مَعَ اَبِیْ بَکْرٍ اِلٰی یَهُودِ بَنِیْ قَیْنُقَاعَ یَدْعُوْهُمْ اِلٰی اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَاءِ الزَّکٰوةِ وَ اَنْ یُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَدَخَلَ اَبُوْ بَکْرٍ بَیْتَ مَدَارِسِهِمْ فَوَجَدَ نَاسًا کَثِیْرًا مِنْهُمْ اجْتَمَعُوْا اِلٰی رَجُلٍ مِنْهُمْ یُقَالُ لَهٗ فِنْحَاصُ بْنُ عَازُوْرَا فَدَعَاهُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ وَ الصَّلٰوةِ وَ الزَّکٰوةِ قَالَ فِنْحَاصُ اِنْ کَانَ مَا تَقُوْلُ حَقًّا فَاِنَّ اللّٰهَ اِذًا لَفَقِیْرٌ وَ نَحْنُ اَغْنِیَاءُ وَ لَوْ کَانَ غَنِیًّا لَمَا اسْتَقْرَضَنَا اَمْوَالَنَا فَغَضِبَ اَبُوْ بَکْرٍ وَ ضَرَبَ وَجْهَهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْاٰیَةَ عَنْ عِکْرِمَةَ وَ السُّدِّیِّ وَ مُقَاتِلٍ وَ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد اول جزء دوم ص ۵۴۷-۵۴۸)

ترجمہ: جب "من ذالذی یقرض اللہ قرضا حسنا" آیت کریمہ نازل ہوئی۔ تو یہود کہنے لگے۔ اللہ فقیر ہے۔ اور اسی لیے ہم سے قرض مانگتا ہے۔ اور ہم غنی ہیں۔ یہ الفاظ کہنے والا "حی بن اخطب" تھا۔ کہا گیا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایک رقعہ

لکھ کر یہود کے قبیلہ بنی قینقاع کی طرف بھیجا۔ تاکہ انہیں جا کر اقامت صلوٰۃ ادائگی زکوٰۃ اور اللہ کو قرض حسنہ دینے کی دعوت دیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب ان کی ایک بیٹھک میں پہنچے۔ تو وہاں ایک آدمی کے ارد گرد بہت سے لوگوں کو اکٹھا بیٹھا ہوا دیکھا جس کو "فنحاص بن عازورا" کہتے تھے۔ تو ابو بکر نے انہیں نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کی دعوت دی۔ یہ سن کر "فنحاص بن عازورا" کہنے لگا۔ کہ اگر تو اپنی گفتگو میں سچا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ اللہ فقیر ہے۔ اور ہم مالدار ہیں اگر وہ واقعی مالدار ہوتا۔ تو ہم سے ہمارے مال بطور قرض کیوں مانگتا۔ یہ سن کر ابو بکر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا۔ اور آپ نے اس کے منہ پر تھپڑ دے مارا۔ تو اس معاملہ میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

قابل اعتماد ساتھی:

حوالہ مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کے اس قدر قابلِ اعتماد دوست اور ساتھی تھے۔ کہ آپ نے علمائے یہود کی طرف دعوت اسلام کے لیے آپ کو بھیجا۔ آپ اس بات سے بخوبی واقف تھے۔ کہ یہودی علماء سے گفتگو کرنا کوئی بچوں کا کھیل نہیں۔ آپ نے حضرت ابو بکر کو جو اس دعوت کے لیے منتخب فرمایا۔ اس سے صاف عیاں ہے۔ کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ بہت بڑے عالم دین اور وجیہہ بھی تھے تبلیغ اسلام پر آپ نے جب اللہ کی شان میں گستاخانہ الفاظ سنے۔ تو جوش عقیدت سے گستاخ کے منہ پر مارا۔ لیکن یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے کسی کو روکنے کی ہمت نہ پڑی۔

تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام کے بہت بڑے مبلغ تھے۔ آپ کی تبلیغ کی برکت سے عثمان غنی عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن وقاص ایسے حضرات مشرف با سلام ہو گئے۔ اگر معاذ اللہ ان کے ایمان و اسلام میں کمزوری اور نفاق ہوتا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنے اہم کام کے لیے ایسے شخص کا انتخاب نہ فرماتے

فضیلت ۱۲: عشق رسول میں ابوبکر نے ایک کافر کی انتہا درجہ مذمت کی۔

مجمع البیان | فَقَالَ عُرْوَةُ عِنْدَ ذَالِكَ اَیْ مُحَمَّدُ اَرَاَیْتَ اِنِ اسْتَاصَلْتَ قَوْمَكَ هَلْ سَمِعْتَ بِاَحَدٍ مِّنَ الْعَرَبِ اجْتَاحَ اَصْلَهُ قَبْلَكَ وَ اِنْ تَكُنْ لِلْاُخْرٰی فَوَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَرٰی وُجُوْهًا وَ اَرٰی شَابًا مِّنَ النَّاسِ خُلَقَاءَ اَنْ يَّفِرُّوْا وَ يَدَعُوْكَ فَقَالَ لَهُ اَبُوْبَكْرٍ اِمْصِصْ بِظَرِّ اللَّاتِ اَنَحْنُ نَفِرُّ عَنْهُ وَ نَدَعُهُ فَقَالَ مَنْ ذَا قَالَ اَبُوْبَكْرٍ قَالَ اَمَا وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَوْ لَا يَدٌ كَانَتْ لَكَ عِنْدِیْ لَمْ اَجْزِكَ بِهَا لَاَجَبْتُكَ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۵ جزء ۹ ص ۱۱۷)

ترجمہ:

(صلح حدیبیہ کے موقعہ پر کفار کی طرف سے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عروہ نے گفتگو کی۔) تو عروہ نے کہا۔ کہ اے محمد! آپ اپنی قوم کی جڑ کو کاٹ دیں گے۔ کیا آپ نے اپنے سے پہلے کسی عرب کے بارے میں سنا کہ اس نے اپنی قوم کی جڑ کاٹی ہو۔ اگر آپ میدان جنگ میں فتح نہ حاصل کر سکے۔ تو قسمیہ کہتا ہوں۔ کہ آپ کے ارد گرد ایسے کمزور لوگوں کو دیکھ رہا ہوں۔ جو آپ کو اکیلا چھوڑ کر میدان سے بھاگ جائیں گے۔ اس پر ابوبکر کو غصہ آیا۔ اور انہوں نے عروہ کو لات کا فرج چومنے والا کہہ کر برا بھلا کیا۔ اور کہا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ اس پر عروہ بولا مجھے گالی دینے والا یہ کون ہے؟ کہا ابوبکر۔ عروہ کہنے لگا۔ اللہ کی قسم اگر ابوبکر کے احسان کے تلے نہ ہوتا۔ جس کا میں ابھی تک بدلہ نہیں دے سکا۔ تو میں اس کو

کو اس کی گالی کی سزا ضرور دیتا۔

مقام غور!

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عروہ بن مسعود ثقفی کو لات بُت کی اس لیے گالی دی تھی۔ کہ اس نے لات کے پجاریوں کے عشق کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثاروں کے عشق پر ترجیح دی تھی۔ اور یہاں تک کہا تھا۔ کہ لات کے پجاری بھاگنے والے نہیں۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی انہیں تنہا چھوڑ کر میدانِ جنگ سے بھاگ اٹھیں گے۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کی غلط فہمی دور کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا تو آپ کے اعضاء مبارک سے چھو کر گرنے والے پانی کو بھی زمین پر نہیں پڑنے دیتے۔ وہ کب یہ برداشت کریں گے۔ کہ حضور کو گرتے دیکھ سکیں۔

ثابت ہوا۔ کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی والہانہ محبت تھی۔ کہ آپ کے خلاف ایک لفظ تک سننا گوارا نہ تھا ایسی محبت تھی۔ جس کی بنا پر عروہ بن مسعود کو لات کی گالی سنائی۔ جو اس کے پجاریوں کے لیے انتہائی غلیظ اور ناقابلِ برداشت تھی۔ معلوم ہوا۔ کہ عشق مصطفےٰ میں صدیق اکبر اپنی مثال آپ تھے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں بھی محبت مصطفےٰ سے سرفراز فرمائے۔

فضیلت ۱۳: ابوبکر صدیق کے ایمان لانے سے کفار کو بے حد صدمہ ہوا۔

حملہ حیدری

۱	نزد رسول خدا کرد جائے	ابوبکر خواندش رسول خدائے
۲	چو شد دین اسلام او را قبول	پذیرفت اسلام نزد رسول
۳	بقوم و قبائل در افتاد شور!	بر انگاه برخواست شور نشور!
۴	بہر برزنے مرد و زن انجمن،	زکفر زاسلام او بد سخن!
۵	ہمہ قوم کفار زار و نزار!	زغیرت ہمہ دیدہا اشکبار

۶ کرچوں او بزرگی زلبس ترس وبیم | شود بارایں نورسیدہ یتیم !
۷ ہمہ دین ما زیر پائے آورند | رہ بندگی را بجائے آورند
۸ چو او با یتیمے بجاں گشت یار | بکارش شود گردش روزگار

(حملہ حیدری مطبوعہ ایران)

ترجمہ :

۱ ۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے انہیں ابو بکر کہہ کر پکارا۔

۲ ۔ چوں کہ اسلام کو وہ پسند کر چکے تھے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔

۳ ۔ اس سے قوم اور قبائل میں ایسا شور اٹھا۔ جیسا کہ میدان حشر میں ہو گا۔

۴ ۔ ہر گلی کوچے میں ابو بکر کے اسلام و کفر کی باہم باتیں ہونے لگیں۔

۵ ۔ تمام کفار غیرت سے زار و قطار رونے لگے۔ اور ان کی آنکھیں پانی میں ڈبڈبا گئیں۔

۶ ۔ ایسی خطرناک حالت میں ایک یتیم کا ابو بکر ساتھی بن گیا۔ جو نہایت بزرگ آدمی ہے۔

۷ ۔ ہمارے سابقہ دین کو برباد کر ڈالیں گے۔ اور بندگیٔ خدا کا راستہ اپنائیں گے۔

۸ ۔ جب ابو بکر اس یتیم کا سچے دل سے دوست بن گیا۔ تو زمانے کی گردش اس کے حق میں ہو جائے گی۔

فضیلت ۱۴۰ : ابو بکر صدیق حضور علیہ السلام کیلیے سر دھڑ کی بازی لگانے سے گریز نہیں کرتے تھے

حملہ حیدری | بیا سخ ابو بکر از جا بخواست | وزاں پس عمر قد خود کرد راست

بگفتند یا سید المرسلین | قدم پیش بگذار و مارا ببیں !
کر با دشمنی دیں چہا میکنم ! | چساں در رہت جاں فدا میکنم
وزاں پس تر جا خواست مقداد نیز | بگفت اے حبیب خدائے عزیز
بود تاب تن جان و در کف عناں | بیاریم شمشیر بر دشمناں
ازاں گشتہ خوش دل رسول خدا | بفرمود در حق ایشاں دعا !

(حملہ حیدری ص ۲۴۲ - ۲۴۳ مطبوعہ ایران)

ترجمہ :

ابوبکر صدیق جلدی سے عرض کرنے کے لیے کھڑے ہوگئے۔ اور ان کے فوراً بعد حضرت عمر بھی کھڑے ہوگئے۔ کہنے لگے یا سید المرسلین! آپ میدان جنگ میں تشریف لے چلیں۔ پھر دیکھیں ہم کیا کرتے ہیں۔ دشمن سے مقابلہ کرنے میں ہم آپ پر کس طرح جاں نچھاور کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت مقداد بھی اُٹھے۔ اور کہنے لگے۔ اے اللہ کے حبیب! جب تک میرے ہاتھ میں قوت اور میرے جسم میں جان ہے۔ دشمنوں پر تلوار چلاتا رہوں گا۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے اور ان حضرات کے لیے دعا فرمائی۔

فضیلت ۱۵ :

نہج الصادقین | (وھم) و در میان رمی بعد غلبھم) پس از مغلوب شدن ایشان (سیغلبون) زود باشد کہ غالب شوند۔ (فی بضع سنین) در اندک سال کہ میان سہ و نہ باشد ابوبکر اہل شرک را گفت شما بایں شاد شدہ اید۔ چشم شما روشن مباد۔ بخدا کہ اہل روم بر مردم فارس غالب خواہند شد و در بضع سنین گفتند ایں را از کجا میگوئی۔ گفت از رسول خدا ابی بن خلف گفت کذبت یا ابا الفضل ابوبکر گفت کذبت انت یا عدو اللہ ابی گفت اگر راست میگوئی وقتی معین کن تا گرو بندیم

اگر آں وقت منقضی شود چناں باشد کہ تو گفتی کہ من گرو بدھم و اگر نہ تو گرو دادا کنی پس گرو بستند بسر سال بدہ شتر چوں ابوبکر رسول را ازیں صورت حال اخبار نمود آنحضرت فرمود کہ خطا کردی۔ زیرا کہ بضع میاں ثلثہ و تسعہ است برو و در مال و مدت بیفزائی ابوبکر باز گشت و تا مدت نہ سال بر صد شتر مراہنہ کردند در یں صورت قبل از آں بود کہ گرو حرام شود۔ و چوں ابوبکر میخواست کہ از مکہ بیرون آید ابی گفت ترا ر ہا نکنم تا کہ ضامنی بدھی پسرش عبداللہ ضامنِ پدر شد۔ و چوں ابی قصد کرد کہ بجنگ احد رود عبداللہ بن ابی بکر گفت ترا نگذارم تا ضامنی برائے خود یقینی نکنی ابی ضامن بداشت و بجنگ احد رفت و بعد از آں واقعہ احد مجروح بمکہ آمد۔ و در آں جراحت بمرد۔ ابوسعید خدری روایت کردہ کہ در بدر چوں مسلمانان ظفر یافتند بر مشرکاں و در ہماں روز خبر آمد کہ رومیاں غلبہ کردند بر فارسیاں مسلماناں شاد شدند و ابوبکر نزد ورثہ ابی خلف رفتہ مال رہانت از ایشاں بستد۔ و نزد رسول آورد۔ آنحضرت فرمود کہ ایں را تصدق کن ابوبکر ہمہ را تصدق نمود۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۷، ص ۱۵۷-۱۵۸)

ترجمہ:

اور رومی شکست کھانے کے بعد عنقریب غلبہ حاصل کریں گے۔ یہ غلبہ تین سے نو سال کے عرصہ میں واقع ہو گا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مشرکین کو کہا۔ کہ رومیوں کی شکست پر تمہیں خوش نہ ہونا چاہیے۔ خدا کی قسم! بہت جلد ایرانی شکست سے دوچار ہوں گے۔ مشرکین نے پوچھا۔ آپ یہ بات کس بھروسہ پر کر رہے ہیں۔ ابوبکر صدیق نے جواب دیا۔ کہ ایسا میں نے رسول اللہ سے سنا ہے۔ ابی بن خلف کہنے لگا۔ اے ابو الفضل! تم نے جھوٹ کہا۔ ابوبکر نے جواب دیا۔ اے اللہ کے دشمن جھوٹ تم نے کہا ہے۔

ابی پھر کہنے لگا۔ اگر سچے ہو، تو شرط لگاؤ۔ وقت معین کرو۔ کب رومیوں کو فتح ہو گی۔ جب وقت مقررہ گزر گیا۔ اور رومی غالب نہ آئے۔ تو تم جرمانہ ادا کرنا۔ اور اگر انہیں غلبہ مل گیا۔ میں شرط ہار جاؤں گا۔ چنانچہ تین سال کا وقت مقرر ہوا۔ اور دس اونٹ شرط رکھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس بات کی اطلاع دی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ تم نے غلطی کھائی ہے۔ لفظ بضع تین سے نو تک پر بولا جاتا ہے۔ لہذا جاؤ۔ اور مدت میں بھی اور مال میں بھی زیادتی کرو۔ ابو بکر واپس لوٹے۔ پھر طے یہ ہوا۔ کہ ۹ سال مدت اور سو اونٹ شرط کی یہ صورت اس کی حرمت سے قبل تھی۔ اس کے بعد جب ایک مرتبہ ابو بکر مکہ سے باہر جانے لگے۔ تو ابی بن خلف نے کہا۔ کہ بغیر ضامن دیئے میں تمہیں جانے نہیں دوں گا۔ اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ ضامن بنے پھر جب ابی نے جنگ احد میں جانا چاہا۔ تو عبداللہ نے ضمانت دینے کو کہا۔ ابی ضامن دے کر جنگ احد کی طرف چلا گیا۔ اس واقعہ میں زخمی ہو کر واپس آیا۔ اور اسی زخم سے مر گیا۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ غزوہ بدر میں جب مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوئی۔ تو اسی دن اطلاع آئی۔ کہ رومیوں کو فتح حاصل ہو گئی۔ یہ سن کر مسلمان بہت خوش ہوئے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ابی بن خلف کے وارثوں کے پاس گئے۔ اور شرط باندھا۔ مال ان سے لے کر حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لے آئے۔ آپ نے اس کو صدقہ کر دینے کا ارشاد فرمایا۔ صدیق اکبر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق تمام مال صدقہ کر دیا۔

اس روایت سے مندرجہ ذیل فضائل صدیق اکبر ثابت ہوئے

۱۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو " وھو من بعد غلبھم سیغلبون الخ" آیت کریمہ پر اتنا یقین تھا، کہ مشرکین کو اعلان کر دیا، کہ تمہیں ایرانیوں کی فتح سے خوشی نہیں منانی چاہیے۔ کیوں کہ چند سالوں میں معاملہ الٹ ہو جائے گا۔

۲۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر اس قدر بھروسا اور یقین تھا، کہ پہلے سے لگی شرط کو آپ سے کہنے پر توڑ دیا۔ اور نو سال اور سو اونٹ شرط باندھی۔

۳۔ اس قدر قیمتی اونٹ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر بے چوں و چرا سب صدقہ کر دیئے۔

خلاصہ کلام :

رومی اہل کتاب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں سے قریب تھے۔ ادھر اہل فارس آگ پرست ہونے کی وجہ سے مسلمانوں سے بہت دور تھے۔ اسی لیے رومیوں کی شکست پر کفار و مشرکین کو خوشی ہوئی۔ اور پھر ایرانیوں کی شکست پر مسلمان خوش ہوئے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن کی خبر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر یقین کامل کا اظہار کرتے ہوئے شرط میں بہت زیادہ اضافہ کر دیا۔ اور شرط جیتنے پر آپ نے ابی بن خلف کے ورثاء سے کثیر مال لے کر اللہ کی راہ میں برضا و رغبت صدقہ کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایمان کامل تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات پر انہیں انتہائی درجہ کی صداقت تھی۔

فضیلت ۱۶ : نبی پاک علیہ السلام نے ابوبکرؓ کو تمام صحابہ کا امام بنایا

درۂ نجفیہ

فَلَمَّا اشْتَدَّ بِهِ الْمَرَضُ اَمَرَ اَبَا بَكْرٍ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ وَقَدِ اخْتُلِفَ فِيْ صَلٰوتِهٖ بِهِمْ فَالشِّيْعَةُ تَزْعَمُ اَنَّهٗ لَمْ يُصَلِّ بِهِمْ اِلَّا صَلٰوةً وَّاحِدَةً وَّهِيَ الصَّلٰوةُ الَّتِيْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا يَتَهَادٰى بَيْنَ عَلِيٍّ وَّالْفَضْلِ فَقَامَ فِي الْمِحْرَابِ مَقَامَهٗ وَتَاَخَّرَ اَبُوْبَكْرٍ وَالصَّحِيْحُ عِنْدِيْ وَهُوَ الْاَكْثَرُ الْاَشْهَرُ اَنَّهَا لَمْ تَكُنْ اٰخِرَ الصَّلٰوةِ فِيْ حَيٰوتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ جَمَاعَةً وَّاِنَّ اَبَا بَكْرٍ صَلّٰى بِالنَّاسِ بَعْدَ ذٰلِكَ يَوْمَيْنِ ثُمَّ مَاتَ (الدرۃ النجفیہ شرح نہج البلاغہ ص ۲۲۵ مطبوعہ تہران)

ترجمہ :

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض بڑھ گیا۔ تو آپ نے ابوبکرؓ کو حکم دیا۔ کہ لوگوں کو نماز پڑھاؤ۔ ابوبکرؓ نے کتنی نمازیں پڑھائیں۔ اس میں اختلاف ہے شیعہ کہتے ہیں۔ کہ صرف ایک نماز پڑھائی۔ اور وہ بھی وہ جس میں شرکت کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی اور الفضل کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر مسجد میں تشریف لائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم محراب میں اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے اور ابوبکرؓ وہاں سے پیچھے ہٹ گئے۔ لیکن میرے نزدیک صحیح یہ ہے۔ اور یہی اکثر کا قول اور مشہور ہے۔ کہ مذکورہ نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی آخری نماز نہ تھی۔ اور یقیناً صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد دو دن کی نمازیں لوگوں کو پڑھائیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔

اعزاز جسے خدا دے:

"نہج البلاغۃ" کی شرح سے جو اقتباس پیش کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ کو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلی امامت پر کھڑا ہونے کا حکم دیا۔ اور ابوبکر کا انتخاب
کرتے وقت حضرت علی اور حضرت عباس وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی موجود تھے۔ اور نماز
اسلام اہم رکن اسلام ہے۔ کہ اس کے تارک سے کتا اور خنزیر بھی پناہ مانگتا ہے۔ جیسا کہ اس سے
قبل ہم جامع الاخبار ص۸۴ کا حوالہ پیش کر چکے ہیں۔ تو اس سے ہر ذی عقل اور صاحب انصاف
سمجھ سکتا ہے کہ ابوبکر کا مقام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ پاک میں کتنا بلند تھا۔ آپ کا مصلی امامت
کے لیے ابوبکر کا انتخاب اس بات کا واضح اشارہ ہے۔ کہ آپ کی جانشینی بھی انہی کو
زیب دیتی ہے۔

فضیلت نمبر ۱۷: امام جعفر ابوبکر صدیق کے قول کو متقی اور عالم قرآن ہونے کی وجہ سے قابل حجت سمجھتے تھے۔

هذه احاديث رسول الله صلى الله عليه وسلم تصدقها
الكتب والكتب يصدقه اهله من المؤمنين وقال ابو
بكر عند موته حيث قيل له اوص فقال اوصي بالخمس
وقد جعل الله له الثلث عند موته ولو علم ان
الثلث خير له اوصى به ثم من علمتم بعده في
فضله وزهده رضي الله عنه وهو ابو ذر رضي الله عنه
فاما سلمان فكان اذا اخذ عطاءه دفع منه قوته
لسنة حتى يحضر عطاءه من قابل فقيل له يا
ابا عبد الله انت في زهدك تصنع هذا وانت
لا تدري لعلك تموت اليوم فكان جوابه
ان قال ما لكم لا ترجون لي البقاء كما خفتم

عَلَى الْفَنَاءِ اَمَا عَلِمْتُمْ يَا جَهَلَةُ اَنَّ النَّفْسَ قَدْ تَلْتَاثُ عَلٰى صَاحِبِهَا اِذَا لَمْ يَكُنْ مِنَ الْعَيْشِ مَا تَعْتَمِدُ عَلَيْهِ فَاِذَا هِيَ اَحْرَزَتْ مَعِيْشَتَهَا اَطْمَأَنَّتْ وَ اَمَّا اَبُوْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَانَ لَهُ نُوَيْقَاتٌ وَ شُوَيْهَاتٌ يَحْلِبُهَا وَ يَذْبَحُ مِنْهَا اِذَا اشْتَهٰى اَهْلُهُ اللَّحْمَ اَوْ نَزَلَ بِهٖ ضَيْفٌ اَوْ رَأٰى بِاَهْلِهِ الَّذِيْ مَعَهُ خَصَاصَةً نَحَرَ لَهُمُ الْجَزُوْرَ اَوْ مِنَ الشِّيَاهِ عَلٰى قَدْرِ مَا يَذْهَبُ عَنْهُمْ بِقَرَمِ اللَّحْمِ وَ يَاْخُذُ هُوَ نَصِيْبَ وَاحِدٍ مِنْهُمْ لَا يَتَفَضَّلُ عَلَيْهِمْ وَ مَنْ اَزْهَدُ مِنْ هٰؤُلَاءِ وَ قَدْ قَالَ فِيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ

(فروع کافی کتاب المعیشہ جلد دوم مطبوعہ نولکشور ص۱۰۲ - فروع کافی جلد نمبر ۵ کتاب المعیشہ ص ۶۸ مطبوعہ ایران)

ترجمہ :

یہ احادیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جن کی تصدیق کتاب اللہ کرتی ہے اور کتاب اللہ کی تصدیق ایمان والے کرتے ہیں۔ جو اس کے سمجھنے کے اہل ہوں۔ ابو بکر کو جب بوقت وفات وصیت کرنے کو کہا گیا۔ تو فرمایا میں مال کے پانچویں حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ حالانکہ خدا نے انہیں تیسرے حصہ کی وصیت کرنے کی اجازت دی تھی۔ آپ اگر نہ جانتے کہ تیسرے حصہ کی وصیت کرنے میں ثواب زیادہ ہوگا۔ تو تیسرا حصہ وصیت کر دیتے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد زہد و فضل میں تم ابو ذر اور سلمان فارسی کو سمجھتے ہو سلمان فارسی

کو کوئی عطیہ دیتا۔ تو وہ پورے سال کی خوراک کا ذخیرہ کر لیتے۔ حتیٰ کہ آئندہ سال پھر عطیہ ملے۔ لوگوں نے پوچھا۔ آپ زاہد ہو کر ایسا کیوں کرتے ہو۔ کیا آپ کو معلوم نہیں۔ کہ اگر آج ہی فوت ہو جاؤ۔ جواب دیا۔ تمہیں میرے زندہ رہنے کی امید نہیں ہے؟ جیسا کہ میرے مرنے کا اندیشہ ہے۔ اے جاہلو تمہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ نفس آدمی پر اس وقت سرکشی کرتا ہے جب تک آدمی اتنی قدر معیشت حاصل نہ کرے۔ جس پر اُسے بھروسہ ہو۔ اور جب اس قدر معیشت مل جاتی ہے۔ تو نفس مطمئن ہو جاتا ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس اونٹنیاں اور بکریاں ہوتی تھیں۔ جو دودھ بھی دیتی تھیں۔ اور اگر نہیں گھر والوں کے لیے یا مہمانوں کی خاطر تواضع کے لیے گوشت درکار ہوتا یا اپنے متعلقین کو ضرورت مند دیکھتے۔ تو ان میں سے بکری یا اونٹ ذبح کر لیتے۔ اور سب میں تقسیم فرما دیتے اور اپنے لیے ایک آدمی کی خوراک رکھ لیتے۔ جو دوسروں سے زائد نہ ہو۔ تم جانتے ہو۔ کہ ان تین زاہدوں سے بڑھ کر اور کون زاہد ہو سکتا ہے؟ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے فرمایا۔ جو کچھ فرمایا۔

امام جعفر رضی اللہ عنہ کی تقریر سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ کل مال کا صدقہ کرنے پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عمل کو بطور حجت اور دلیل پیش کیا۔

۲۔ اپنے اعمال سے کتاب اللہ کی تصدیق وہ مومن کرتے ہیں۔ جن کو اللہ کتاب کی سمجھ عطا فرمائے۔ ان سمجھنے والوں میں ابوبکر صدیق بھی ہیں۔ اسی لیے امام جعفر نے ابوبکر صدیق کے عمل کو بطور حجت پیش فرمایا۔

۳۔ سلمان فارسی اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہما اگرچہ بہت بڑے زاہد تھے۔ لیکن زہد میں ان کا مرتبہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کم ہی تھا۔

۴۔ ابوبکر صدیق، سلمان فارسی اور ذر غفاری رضی اللہ عنہم کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی ایک بار تعریفی کلمات ارشاد فرمائے۔

امام جعفر رضی اللہ عنہ کی نظر میں مقام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

اہل بیت کے سرتاج سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس قدر کامل الایمان سمجھتے تھے۔ کہ ان کے عمل کو بطور حجت پیش فرمایا۔ اور یہی امام ابوبکر صدیق کو ان حضرات میں سے گردانتے ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور مزید یہ کہ ابوبکر کا صرف عمل ہی نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے بارے تعریفی کلمات ادا فرمانا بھی امام موصوف کی نظر میں بہت اہمیت رکھتا تھا۔

فضیلت ۱۸:

روضۃ الصفا | ذکر اسلام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ در مبداء حال ایں خجستہ مآل کہ آفتاب عنایت ازلی بر باطن او پرتو افگند اقوال متعددہ بنظر رسیدہ از انجملہ یکی آنست کہ ابن حمران در تاریخ خویش آوردہ کہ بعد از اسلام زید بن حارث۔ صدیق در راہ پیش رسول اللہ آمدہ پرسید کہ آیا راستست آنچہ از شمار سانیدہ اند کہ نفی الٰہ ما کردہ وعقلاء ما را از سفہاء شمردہ و بر تکفیر آبا رواجداد ما اشتغال نمودہ حضرت مقدس نبوی فرمود کہ یا ابابکر من رسول خدا ام و نبی او مرا فرستادہ تا تبلیغ رسالت کنم من ترا میخوانم بخدائی کہ یکیست و شریک ندارد و بخدا سوگند کہ ایں سخن حق است آنگاہ آیتے چند از فرقان برزبان معجز بیان گزرانیدہ صدیق ایمان آورد و در مستقصے از قاسم بن محمد نقل کردہ اند کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما عرضت الاسلام علی احد الا کانت لہ عندہ

کبوۃ و تردد و نظر لہ الّا ابابکر فانہ لم یتلعثم ای ما ان تو قف فی قبول ایمانہ چوں صدیق بمکارم اخلاق و محاسن اعمال و فضائل پسندیدہ و صفات ستودہ معروف بود بلوازم مہمانداری و شرائط ضیافت در مکہ عدیل و نظیر نداشت و قریش باُو الفتی تمام داشتند و ہمت بمصاحبت او مصروف میداشتند و در عظائم امور از رائے صائب و فکر ثاقب او استعانت مینمودند و چوں اعلم ہمہ در فن انساب و تاریخ بود از یاران خلق بخدمت او ر مبادرت می نمودند و اخذ فوائد میکردند لاجرم بعد از شرف اسلام با ہر کہ یاران سابق و دوستان موافق صحبت می داشت او را براہ راست و طریق صواب دلالت کرد۔ و بامارات واضحہ و علامات صدق لائحہ قول حضرت نبوی را برائے ایشاں جلوہ داد تا جمعے از اکابر قریش صنادید عرب آمین ہمت مبارکش از بادیہ غوایت بسرچشمہ ہدایت رسیدند چنانچہ اسامی ایشاں درایں اوراق مثبت گشت۔

(تاریخ روضۃ الصفا جلد دوم ص ۲۲۲)

ترجمہ:

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا ذکر۔ وہ مبارک انجام ابوبکر جن کے قلب پر عنایات الٰہی کا آفتاب عکس انگن ہوا۔ ان کے ابتدائی حالات کے متعلق بہت سے اقوال نظر سے گزرے۔ من جملہ ایک قول "ابن حمدان" نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا۔ وہ یہ کہ زید بن حارث کے مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد ایک مرتبہ صدیق اکبر کی کسی راستہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہو گئی۔ دوران ملاقات صدیق اکبر نے پوچھا۔ کیا آپ کی طرف سے جو ہمیں اس قسم کی خبریں ملی ہیں۔ وہ درست ہیں یعنی آپ کہتے ہیں۔ کہ ہمارے خدا، خدا نہیں۔ اور ہمارے عقل مندوں کو آپ نے بے وقوف کہا۔ اور ہمارے آباو اجداد کو آپ نے کافر کہا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے یہ سن کر فرمایا۔ اے ابوبکر! میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں۔ اس نے مجھے اپنے احکامات کی تبلیغ کے لیے بھیجا ہے۔ میں تجھے خدا وحدہٗ لاشریک کی طرف بلاتا ہوں اور سنو! اللہ کی قسم! یہ حق ہے۔ اس کے بعد قرآن پاک کی چند آیات معجز بیان آپ نے سنائیں۔ تو صدیق اکبر ایمان لے آئے۔ قاسم بن محمد سے "المستقطی" میں منقول ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ میں نے جس کو بھی دعوت اسلام دی۔ اس نے فوری طور پر اسے قبول کرنے میں کچھ تردد اور غور و فکر سے کام لیا۔ ہاں مگر ایک ابوبکر ایسا ہے۔ جس نے اسلام کے فوری قبول کرنے میں کسی قسم کا تردد نہ کیا۔

جب کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اچھے اخلاق، نیک اعمال، پسندیدہ خصلتوں اور اچھی صفات کے ساتھ عوام میں معروف و مشہور تھے۔ اور مہمان نوازی اور مہمانداری کے اوصاف میں پورے مکہ میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ اور قریش کو ان کے ساتھ بے پناہ لگاؤ تھا۔ اور ان کی محبت کو غنیمت سمجھتے تھے۔ اور بڑے بڑے اہم کاموں میں ان کی درست رائے اور روشن اندازِ فکر سے مدد لیا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ علم انساب اور تاریخ میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ جس کی بنا پر ہم جیسے لوگ ان کی خدمت کو قابلِ فخر سمجھتے تھے۔ اور ان سے فائدہ کی باتیں حاصل کرتے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ اسلام قبول کر لینے کے بعد یہ اپنے قدیمی دوستوں اور دیرینہ ہمنشینوں کو سیدھی راہ اور اچھے طریقہ کی دعوت دیا کرتے تھے۔ اور واضح نشانات اور سچی علامات کے ساتھ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ان لوگوں تک پہنچاتے۔ یہاں تک کہ قریش کے بڑے اور عرب کے جانے پہچانے لوگ ان کی ہمت مبارکہ سے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ اور گمراہی کے گڑھوں سے نکل کر ہدایت

کے پیش تک جا پہنچے۔ جیسا کہ ان صفحات میں ان لوگوں کے اسماء گرامی لکھے گئے ہیں (یعنی عثمان بن عفان، طلحہ بن عبداللہ، زبیر بن العوام، سعد بن العوام، سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین)

مذکورہ حوالہ سے مندرجہ ذیل فضائل صدیق رضؓ ثابت ہوتے

۱ - صدیق اکبر کا دل اللہ نے ازلی طور پر نور عنایت کا خزینہ بنایا تھا۔

۲ - ہر اسلام لانے والے نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے بعد کچھ تردد اور دریافت کیا۔ لیکن فوری طور پر بلا حیل وحجت اسلام قبول کرنے والے صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

۳ - ابوبکر صدیق حسن عمل اعلےٰ اخلاق، اور مہمان نوازی میں مکہ کے اندر اپنی مثال آپ تھے۔

۴ - فن تاریخ اور علم الانساب میں ید طولےٰ رکھتے تھے۔ جس کی بنا پر قریش آپ کی صحبت کو غنیمت سمجھتے تھے۔

۵ - آپ کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ اور اسلام لانے کے بعد اسی وسعت کی بنا پر بہت سے اکابرین قریش اور عرب کے نامی لوگ آپ کی وجہ سے مشرف با سلام ہوئے۔

۶ - عشرہ مبشرہ میں سے عثمان بن عفان، طلحہ بن عبداللہ، زبیر بن العوام، سعد بن ابی الوقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف ایسے جلیل القدر حضرات صحابہ آپ کی کوشش و ہمت سے مسلمان ہوئے۔

فضیلت ۱۹

ایک یہودی سے جب حضرت علی کا بحث مباحثہ ہوا۔ وہ یہودی موسیٰ علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام کے فضائل بیان کرنے لگا۔ تو اس کے مقابلہ میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کرنے لگے۔ اس یہودی نے داؤد علیہ السلام کا جب یہ فضیلت بیان کی۔ کہ جب داؤد علیہ السلام اللہ کے خوف سے روتے۔ تو پہاڑ بھی حرکت میں آجاتے۔ تو اس کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

احتجاج طبرسی: لَقَدْ عَمِلَ بِمُحَمَّدٍ مَا هُوَ اَفْضَلُ مِنْ هٰذَا اِذَا كُنَّا مَعَهٗ عَلٰی جَبَلِ حِرَآءَ اِذْ تَحَرَّكَ الْجَبَلُ فَقَالَ لَهٗ قَرَّ فَاِنَّهٗ لَيْسَ عَلَيْكَ اِلَّا نَبِيٌّ وَّ صِدِّيْقٌ وَّ شَهِيْدٌ

(احتجاج طبرسی طبع جدید جلد اول ص ۲۲۶ مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:

حضرت داؤد علیہ السلام کی فضیلت درست ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بڑا اور افضل کام کر دکھایا۔ جب ہم آپ کے ساتھ حرا پہاڑ پر تھے تو اچانک پہاڑ نے حرکت کرنا شروع کر دی۔ آپ نے فرمایا۔ ٹھہر جا۔ تجھ پر اس وقت ایک نبی، دوسرا صدیق اور تیسرا شہید ہی تو ہے۔

مقام غور:

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حرکت کرتے پہاڑ کو ٹھہرنے کا حکم دیا۔ اور ساتھ ہی اپنے ساتھ صدیق کا ذکر کر کے اس طرف اشارہ کر دیا۔ کہ اگر کسی کا آپ کے بعد مرتبہ و مقام ہے۔ تو وہ صدیق اکبر کا ہے۔ قرآن پاک نے بھی آیت "انعم اللہ علیہم من النبیین و الصدیقین" میں یہی ترتیب ذکر فرمائی، جس سے اسی مفہوم کی مزید تائید ہوتی ہے۔

ضروری وضاحت:

احتجاج طبرسی کی مذکورہ عبارت کو کچھ لوگوں نے "الا نبی صدیق شہید" بغیر "واؤ عاطفہ" ذکر کیا ہے۔ جس سے اُن کا مقصد یہ ہے۔ کہ صدیق اور شہید کوئی دو افراد مراد نہیں، بلکہ صدیق و شہید صرف ایک ہی شخص تھا۔ یعنی اس کا مصداق صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی ہیں۔ صدیق اکبر کا اس روایت میں کوئی ذکر نہیں۔

لیکن جہاں تک کتب اہل سنت و جماعت کا معاملہ ہے۔ اُن میں یہ روایت "دو واؤ عاطفہ" کے ساتھ۔ یوں بھی منقول ہے۔ لیس علیك الا نبی وصدیق وشهیدان اس میں واؤ عاطفہ بھی ہے۔ اور شہید مفرد کی جگہ شہیدان آیا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر واؤ عاطفہ نہ بھی ہو۔ تو بھی مخالف کا مدعیٰ ثابت نہیں ہوتا۔ کیوں کہ اس روایت میں حضرت علی کے الفاظ یوں ہیں۔ "اِذَا كُنَّا مَعَهٗ" (جب ہم آپ کے ساتھ تھے) تو لفظ "کنا" جمع متکلم ہے۔ جس سے مراد کم از کم دو افراد ضرور ہوتے ہیں۔ گویا حضرت علی کے فرمان کا یہ خلاصہ ہوا۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم کم از کم دو آدمی ضرور تھے۔ اور زائد بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی خود حضرت علی، صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضوان اللہ علیہم اجمعین

فضیلت نمبر۲۰:

کشف الغمہ | عَنْ عَقْبَةَ بْنِ الْحَرْثِ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ بَعْدَ وَفَاةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِلَیَالٍ وَ عَلِیٌّ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَمْشِیْ اِلٰی جَنْبِهٖ فَمَرَّ بِحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ یَلْعَبُ مَعَ غِلْمَانٍ فَاحْتَمَلَهٗ عَلٰی رَقَبَتِهٖ وَ هُوَ یَقُوْلُ بِاَبِیْ شَبِیْهٌ بِالنَّبِیِّ لَیْسَ شَبِیْهًا بِعَلِیٍّ قَالَ وَ عَلِیٌّ یَضْحَكُ۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول ص ۵۵۰ مطبوعہ تبریز)

ترجمہ:

عقبہ بن حرث سے روایت کی گئی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے انتقال کے بعد ابو بکر صدیق کے ساتھ
ایک رات کو باہر نکلا حضرت علی بھی ان کے ساتھ چل رہے تھے۔
چلتے چلتے ابو بکر صدیق کا گزر امام حسن کے پاس سے ہوا اس وقت وہ بچوں
میں کھیل رہے تھے۔ ابو بکر صدیق نے انہیں اپنے کندھوں پر اٹھالیا۔ اور
کہتے تھے۔ میرے ماں باپ قربان۔ حسن (رضی اللہ عنہ) کی شباہت حضور
صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی جلتی ہے۔ اور حضرت علی سے ان کی مشابہت نہیں
ادھر یہ باتیں سن کر حضرت علی ہنس رہے تھے۔

اس روایت سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے اس قدر قلبی لگاؤ تھا۔ کہ جب امام حسن کی شکل کو حضور سے مشابہ دیکھا۔ تو فرط محبت سے
انہیں کندھوں پر بٹھالیا۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کی فراوانی میں یہاں تک کہ گزرے
کہ حسن کی شکل حضور کے مشابہ تو ہے۔ لیکن حضرت علی کے مشابہ نہیں۔ یہ سب کچھ محبت صادقہ
کی علامات ہی ہیں۔ اور ایسی باتیں سچے پکے دوست ہی کیا کرتے ہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

فضیلت ۲۱: ابو بکر صدیق اور سیدہ عائشہ نبی علیہ السلام کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔

روضۃ الصفا: آوردہ اند کہ چوں دراں سفر عمرو با جماعتی اجازت داشت کہ صدیق و فاروق داخل
ایشاں بود تدبر صحیفہ خاطرش منقش گشت کہ حضرت مقدس نبوی او را از آں
دوسعادت مند دوست تر می دارد و با امید آنکہ تصریحی دریں باب از آنسرور
اصحاب صادر گردد تو تی سوال کرد کہ یا رسول اللہ محبوب ترین خلائق نزد تو کیست
فرمود کہ عائشہ گفت سوال من از رجال است فرمود پدر او باز پرسید کہ بعد از وے

گیست فرمود کہ عمر۔

(تاریخ روضۃ الصفاء جلد دوم ص ۲۸۰)

ترجمہ:

بیان کرتے ہیں۔ کہ اس سفر میں جب عمرو بن العاص ایک جماعت کے سپہ سالار تھے۔ جس میں ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم بھی شامل تھے۔ عمرو بن عاص کے دل میں یہ خیال آیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ان دونوں سے زیادہ نیک بخت اور زیادہ دوست سمجھتے ہیں۔ پھر اس خیال سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صاف صاف الفاظ میں اس خیال کی تصدیق فرمادیں۔ پوچھا۔ یارسول اللہ آپ کس کو سب سے زیادہ محبوب سمجھتے ہیں۔ فرمایا۔ عائشہ کو۔ میں نے پوچھا۔ نہیں مردوں میں سے آپ کا محبوب ترین کون ہے؟ فرمایا اس کا باپ (صدیق اکبر) پھر پوچھا۔ اس کے بعد درجہ کس کا ہے فرمایا۔ عمر بن خطاب کا۔

وضاحت:

واقعہ یہ ہے۔ کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مسلمان ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی۔ یارسول اللہ! حالتِ کفر میں میں نے اسلام کے خلاف بہت کچھ کیا اب چاہتا ہوں۔ کہ اسلام میں کوئی اہم کام خدمت سرانجام دوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''غزوہ ذات السلاسل'' کے لشکر کا امیر انہیں مقرر فرمایا۔ جب بمعہ لشکر وہاں پہنچے۔ تو کفار کی بنات کو دیکھ کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے مزید فوج بھیجنے کی درخواست کی۔ آپ نے حضرت ''ابو عبیدہ بن الجراح'' کی سرکردگی میں ایک لشکر بھیجا۔ جس میں ابوبکر صدیق اور عمر فاروق بھی تھے۔ چنانچہ یہ سب لوگ حضرت عمرو بن العاص کے پیچھے امیر ہونے کی وجہ سے نمازیں پڑھتے رہے۔ اور بالآخر بہت سامالِ غنیمت لے کر فاتحانہ طور پر واپس آئے۔ تو ان باتوں سے حضرت عمرو بن العاص کو خیال ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اقدس میں

مجھ سے بڑھ کر کوئی بھی محبوب نہیں۔ صدیق و فاروق و دیگر صحابہ کا مجھے سردار و امام بنایا۔ اس بنا پر چاہا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ ہی لوں۔ کہ آپ کے نزدیک محبوب ترین کون ہے؟ تو ہو سکتا ہے۔ کہ آپ میرے نام کی صراحت فرمادیں۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ محبوب ترین عائشہ اور اس کا باپ پھر عمر بن خطاب ہیں۔

فضیلت ۲۲ ابوبکر صدیق کے گستاخوں پر خدا کی لعنت ہے

مروج الذہب دَخَلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَبَّاسِ عَلٰى مُعَاوِيَةَ وَعِنْدَهٗ وُجُوْهُ قُرَيْشٍ فَلَمَّا سَلَّمَ وَجَلَسَ قَالَ لَهٗ مُعَاوِيَةُ اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اَسْئَلَكَ عَنْ مَسَائِلَ قَالَ سَلْ عَمَّا بَدَالَكَ وَصِفْ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ مَا تَقُوْلُ فِيْ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ رَحِمَ اللّٰهُ اَبَا بَكْرٍ كَانَ وَاللّٰهِ لِلْقُرْاٰنِ تَالِيًا وَعَنِ الْمُنْكَرَاتِ نَاهِيًا وَبِذَنْبِهٖ عَارِفًا وَمِنَ اللّٰهِ خَائِفًا وَعَنِ الشُّبُهَاتِ زَاجِرًا وَبِالْمَعْرُوْفِ اٰمِرًا وَبِاللَّيْلِ قَائِمًا وَبِالنَّهَارِ صَائِمًا فَاقَ اَصْحَابَهٗ وَرَعًا وَكِفَافًا وَسَادَهُمْ زُهْدًا وَعَفَافًا فَغَضِبَ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ اَبْغَضَهٗ وَطَعَنَ عَلَيْهِ۔

(مروج الذہب للمسعودی جلد سوم ص ۵۵ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ کے پاس گئے۔ اس وقت قریش کے چیدہ چیدہ لوگ وہاں موجود تھے۔ سلام کہنے کے بعد بیٹھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تم سے اے عبداللہ کچھ مسائل دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو۔ پوچھو۔ پوچھا

ابو بکر صدیق کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ وہ کیسے تھے؟ فرمایا۔ اللہ رحم کرے ابو بکر پر۔ خدا کی قسم! وہ قرآن پڑھنے والے منکرات سے منع کرنے والے، اپنے گناہوں سے واقف، اللہ سے ڈرنے والے، شبہات سے ڈانٹنے والے، معروف کا حکم کرنے والے، شب بیدار اور دن کو روزہ رکھنے والے تھے۔ تقویٰ، پاکدامنی میں اپنے ساتھیوں سے فوقیت کے لیے۔ زہد و عفت میں اُن کے سردار تھے۔ اللہ اس پر غضب نازل کرے۔ جو ابو بکر سے ناراض ہوا۔ اور جس نے ابو بکر پر زبان طعن درازی کی۔

وضاحت:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور حضرت علی کے چچازاد بھائی تھے۔ اہل بیت میں حضرت علی کے بعد سب سے بلند مرتبہ والے تھے۔ "شیخ عباس قمی" نے "منتہی الآمال" میں ان کا ان الفاظ میں تذکرہ کیا۔

منتہی الآمال

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما از اصحاب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم و محبین، امیرالمومنین و تلمیذ آں جناب است علامہ در خلاصہ فرمود۔ کہ حال عبداللہ در جلالت و اخلاص با امیرالمومنین علیہ السلام اشہر از آنست کہ مخفی باشد۔ ....

و ابن عباس در علم فقہ و تفسیر و تاویل بلکہ انساب و شعر امتیاز می تمام داشت بسبب تلمذ امیرالمومنین (ع) و ہم بجہت دعائے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم در حق او زیرا وقتی از برائے غسل آنحضرت در خانۂ خالہ اش میمونہ زوجہ آنحضرت آب حاضر ساخت حضرت دعا کرد در حق او و گفت اَللّٰھُمَّ فَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ وَ عَلِّمْهُ التَّاوِیْلَ۔

(منتہی الآمال جلد اول ص ۱۴۲ مطبوعہ ایران)

ترجمہ :

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے۔ اور امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے محبین میں سے تھے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے شاگرد بھی تھے۔ علامہ نے خلاصہ میں بیان کیا۔ کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا جو تعلق اور خلوص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ علم فقہ تفسیر اور تاویل بلکہ انساب و شعر میں امتیازی خاصیت کے حامل تھے اس کی وجہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی، شاگردی تھی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں مخصوص دعا بھی فرمائی تھی۔ ایک وقت جب اپنی خالہ کے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل شریف کے لیے انہوں نے پانی کا بندوبست کیا۔ آپ کی خالہ کا نام میمونہ تھا۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ تھیں۔ پانی حاضر کرنے پر حضور نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ اے اللہ! عبداللہ بن عباس کو دین کی سمجھ عطا فرما۔ اور تاویل سکھا۔

یہ تھا مختصر تعارف اسی شخصیت کا جنہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں اُن کے عظیم اوصاف بیان کیے۔ جب اُن کا قول حضرت علی کا قول اور اس سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہو۔ تو انصاف کیجئے۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرنے والے کو حضرت عبداللہ نے کیا کہا؟ وہ شخص یقیناً خدا کا مغضوب اور ملعون ہے۔ اور جس پر اللہ کا غضب و لعنت ہو۔ اس کے بدبخت ہونے میں اور کیا کسر رہ جاتی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی زندگی کا نصب العین اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ناسخ التواریخ :

جیشِ اسامہ وہ لشکر تھا جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کے زیرِ امارت کفار سے جنگ کے لیے روانہ فرمایا تھا ابھی وہ کوچ نہ کر پایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دارِ فانی سے پردہ فرما گئے چنانچہ یہ لشکر رُک گیا۔ شیعہ مورخ مرزا محمد تقی اس کے بعد کے احوال لکھتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو سپردِ خاک کرنے سے تیسرے ہی روز بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں اعلان کروا دیا کہ جو لشکر نبی علیہ السلام نے روانہ فرمایا تھا۔ اسے آپ کی رحلت کے سبب رُکنا پڑا اب وہ لشکر فوراً روانہ ہو جائے کیونکہ نبی علیہ السلام کے حکم کی خلاف ورزی ناممکن ہے۔ لوگ آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے یہ درست نہیں جو آپ نے حکم دیا ہے۔ آخر آپ جانتے ہیں کہ کئی عرب قبائل دینِ اسلام سے برگشتہ ہو چکے ہیں بہت سے قبائل میں مدعیانِ نبوّت اٹھ کھڑے ہیں کئی قبائل نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا ہے ان حالات میں اگر یہ لشکر روانہ کر دیا گیا تو خلیفۃ المسلمین یعنی آپ کی ذات کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ اس کے جواب میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو کہا۔

من فرمانِ پیغمبر دیگرگوں نکنم و خداوند بیچوں را محافظ خویش دانم۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد اول ص ۱۸۷ طبع جدید تہران مصنفہ مرزا محمد تقی شیعہ)

ترجمہ۔ میں نبی کا فرمان بدل نہیں سکتا اور خدائے وحدہٗ کو اپنا محافظ سمجھتا ہوں۔

اسی صفحہ پر اس سے آگے شیعہ مورخ کہتا ہے کہ صدیق اکبر کا یہ جواب پا کر لوگوں

نے عمرؓ کے توسط سے آپ کے سامنے یہ بات رکھی کہ چلو کم از کم اسامہؓ کو لشکر کی امارت سے ہٹا دیا جائے کہ وہ ابھی بچہ ہے ابو بکرؓ نے جواب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیا۔

اے عمر سخن دیوانگاں گوئی آنرا کہ پیغمبر برداشتہ است من چگونہ توانم، پست کرد؟

ترجمہ۔ اے عمر دیوانوں کی سی باتیں نہ کرو جسے نبی علیہ السلام نے سرفراز کیا ہو میں ابوبکر اسے کس طرح پست کر سکتا ہوں؟

نتیجہ مذکورہ حوالہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوئی کہ ابو بکر صدیق رضؓ کو نبی علیہ السلام کا حکم اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے نہ اپنی جان کی پرواہ کی نہ صحابہ کا اجتماعی مشورہ قبول کیا بلکہ نبی علیہ السلام کا حکم پورا کرتے ہوئے آپ کے وصال کے تیسرے روز بعد لشکر اسامہؓ روانہ کر دیا۔

یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی بات میں خواہ کتنے مصالح ہوں اور وہ کتنی ہی سنجیدہ ہو اگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے خلاف ہے تو وہ صدیق اکبر کے نزدیک دیوانوں کی سی بات کا درجہ رکھتی ہے۔ اور یہ سارا کچھ اس لیے ہے کہ صدیق اکبر کا سینہ عشق رسول سے معمور اور زندگی کا نصب العین صرف اور صرف اتباع رسول تھا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خوفِ خدا و طاعتِ رسولؐ

ناسخ التواریخ:

آپ جیشِ اسامہؓ کو روانہ کرنے کے لیے لشکر کے ساتھ پا پیادہ روانہ ہوئے جبکہ سب لشکری سوار تھے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ نے اپنا گھوڑا پیش کیا کہ اس پر بیٹھیں۔ سارا لشکر اسامہؓ و دیگر صحابہ نے بھی کہا۔ اتنا فاصلہ آپ پا پیادہ چل سکیں گے؟ سوار

ہو جائیں۔

آگے شیعہ مؤرخ کے الفاظ میں صدیق اکبر کا جواب سنیئے۔

ابو بکر گفت چند از اینگونہ سخن کنید مگر نشنیدید کہ رسول خدا فرمود۔ مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيلِ اللهِ حَرَّمَ اللهُ بَدَنَهُ عَلَى النَّارِ (ترجمہ) پائے ہر کس در راہ خدا گرد آلود شود آتش دوزخ براو دست نیابد، ایں بگفت وہمچنے از بیرون مدینہ طی مسافت کرد۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء ص ۱۸۷)

ترجمہ۔ ابو بکر رضی نے فرمایا تم اس طرح کی کئی باتیں کہیں مگر تم نے سنا نہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے قدم اللہ کی راہ میں گرد آلود ہو گئے۔ اللہ نے اس کا بدن دوزخ پر حرام کر دیا۔ یہ کہا اور مدینہ سے ایک منزل دور تک لشکر کے ساتھ چلے۔

معلوم ہوا شیعہ مؤرخ کی اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ ابو بکر صدیق نبی علیہ السلام کے فرمان پر اس قدر فدا اور جان نثار تھے کہ باوجود امیر المؤمنین ہونے کے اسامہ رضی بن زید رضی کو گھوڑے پر سوار کرنے کے بعد ایک منزل تک پا پیادہ ساتھ چلتے رہے تاکہ لوگوں کو نبی علیہ السلام کی سنت واضح کر دیں۔ تاکہ دوسرے لوگ اس کی تقلید کریں۔

فرمانِ علی۔ حضور کی بشارت ہے کہ ہر حال میں صدیق کیلیے فتح ہی

ناسخ التواریخ:

مرزا تقی شیعہ کے بقول صدیق اکبر نے جب جنگ روم کا آغاز کیا اور آپ ابھی

کے دور میں رومی فتوحات کی ابتدا ہوئی۔ رومیوں سے جنگ کی ابتدا کرنے سے قبل صدیق اکبر نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا آگے مرزا تقی کی عبارت سنیں۔

ابوبکر روئے بعلی علیہ السلام کرد وگفت یا ابا الحسن تا تو چہ فرمائی علی فرمود چہ تو خود راہ برگیری و چہ سپاہ بتازی ظفر تراست۔ ابوبکر گفت بشرک اللہ یا ابا الحسن از کجا گوئی؟ فرمود از رسولِ خدا مین آمدہ

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاص ۲۹۵ جلد اول۔ طبع جدید تہران تصمیم ابوبکر بفتح بلاد روم)

ترجمہ۔ ابوبکر رضہ نے علی علیہ السلام کی طرف رخ کیا اور پوچھا کہ اس بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ علی علیہ السلام نے کہا خواہ آپ خود جنگ کے لیے جائیں خواہ لشکر بھیجیں کامیابی آپ کے لیے ہے۔ ابوبکر نے کہا ابو الحسن! اللہ آپ کو بشارت دے یہ آپ کہاں سے (کس دلیل سے) کہہ رہے ہیں۔ کہا یہ بات رسول خدا سے مجھے ملی ہے۔

الحاصل شیعہ مؤرخ کی مذکورہ عبارت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ ابوبکر صدیق اور علی المرتضیٰ کے درمیان غایت درجہ الفت و محبت تھی۔ اسی لیے روم جیسی عظیم سلطنت کے ساتھ جنگ کا وقت آنے پر صدیق اکبر نے علی مرتضیٰ سے مشورہ کیا۔ اس میں کیا شک ہے کہ ایسے نازک مراحل پر مخلص دوستوں سے ہی مشورہ کیا جاتا ہے۔

۲۔ صدیقی فتوحات کے متعلق نبی علیہ السلام نے پیش گوئی فرمائی جس کی تصدیق شیر خدا علی مرتضیٰ نے فرمادی۔

۳۔ یہی وہ فتوحات ہیں جن کی پیش گوئی قرآن کریم نے آیہ استخلاف پارہ ۱۸ رکوع ۱۳

یی فرمائی ہے جہاں قرآن نے واضح کر دیا ہے یہ فتوحات رسولِ خدا کے خلفاء برحق کے ادوار میں ہوں گی، ثابت ہوا صدیق اکبر رسولِ خدا کے ایسے سچے اور برحق جانشین ہیں جن کی سچی خلافت کا وعدہ قرآن نے کیا رسول کریم نے بشارت دی اور علی مرتضیٰ نے اس کی تصدیق کی۔ فالحمد للہ

صدیق اکبر کا لشکر بمدد الٰہی پیدل دریا عبور کر گیا۔

ناسخ التواریخ:

مرتدین کو دعوتِ اسلام دینے اور بصورت دیگر ان کا قلع قمع کرنے کے لیے صدیق اکبر نے صحابی رسول علاء بن الحضرمی رض کی امارت میں بحرین کی طرف لشکر بھیجا جیسا کہ ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء ص۲۵۵ جلد اول میں مرقوم ہے۔ لشکر نے بحرین میں زبردست جنگ کے بعد مرتدین پر فتح حاصل کی اور وہ بھاگ اٹھے مہاجرین وانصار کے لشکر نے ان کا تعاقب کیا۔ مقام هجر پر مرتدین ایک دریا کے کنارے جا پہنچے جہاں وہ بقدر حاجت کشتیوں پر سوار ہو کر دیگر باقی ماندہ کشتیوں کو جلا کر خاکستر کرتے ہوئے دریا عبور کر گئے۔ صدیق اکبر کا فرستادہ لشکر جب دریا کے کنارہ پہنچا اور یہ ماجریٰ دیکھا تو بارگاہ خدا میں مدد کے لیے دعا کی آگے شیعہ مؤرخ مرزا تقی سے سنیئے۔

ایں بگفت واسپ درآب بیراند واز کنار بحر آب عبر دہی کرد چناں افتاد کہ آب از زانوئے اسپ و پیادہ بالا نگرفت۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد اوّل ص۲۵۵ طبع جدید تہران)

ترجمہ۔ حضرت علاء رض نے یہ کہا اور گھوڑا پانی میں ڈال دیا یوں ماجرا ہوا کہ

دریا کا پانی گھوڑوں اور پیدل چلنے والوں کے گھٹنوں سے اوپر نہ گیا۔

غیب سے پانی مہیا کیا گیا یہی لشکر بحرین میں ایک جگہ وادی میں سے گذر رہا تھا۔ مسلسل تین دن اس وادی کو عبور کرتے گزر گئے مگر کہیں پانی نہ مل سکا۔ لشکری موت کا انتظار کرنے لگے اچانک انہوں نے دور سے پانی کی چمک دیکھی کہنے لگے سراب ہوگا۔ بعض نے کہا دیکھ تو لیں۔ جب وہاں پہنچے تو بہت سا پانی کھڑا تھا سب انسان اور جانور خوب سیراب ہوگئے حالانکہ وہاں کبھی لوگوں نے پانی نہیں دیکھا تھا اور پھر اس کے بعد انہوں نے یہاں وہاں پانی نہ دیکھا۔ یہی بات دیکھ کر بہت سے مرتد تائب ہو گئے۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد اوّل ص۲۵۵ طبع جدید)

الحاصل ثابت ہوا صدیق اکبر جس طرف لشکر بھیجیں رب العلمین اس کی حفاظت فرماتا اور غیب سے امداد کرتا ہے۔ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ صدیق اکبر رسول کریم ان برحق خلفاء میں سے ہیں جن کی خلافت کا اللہ تعالیٰ نے آیہ استخلاف میں وعدہ فرمایا اور یہ بھی وعدہ فرمایا کہ ان کے دور میں اسلام غالب ہوگا چنانچہ۔ خلفاء ثلاثہ کے ادوار میں ظاہر ہونے والی فتوحات اور تائیدات الٰہیہ نے اس کی تصدیق کر دی کہ آیہ استخلاف خلفاء راشدین ہی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

فضائل فاروق اعظم از قرآن پاک و کتب شیعہ

فضیلت نمبر ۱:

نہج البلاغہ | ومن کلام له علیه السلام وقد استشاره عمر بن الخطاب فی الشخوص لقتال الفرس بنفسه ان هذا الامر لم یکن نصره ولا خذلانه بکثرة ولا بقلة وهو دین الله الذی اظهره وجنده الذی اعده وامده حتی بلغ ما بلغ وطلع حیث طلع ونحن علی موعود من الله والله منجز وعده وناصر جنده ومکان القیم بالامر مکان النظام من الخرز یجمعه ویضمه فان انقطع النظام تفرق الخرز وذهب ثم لم یجتمع بحذافیره ابدا والعرب الیوم وان کانوا قلیلا فهم کثیرون بالاسلام عزیزون بالاجتماع فکن قطبا واستدر الرحا بالعرب واصلهم دونک نار الحرب فانک ان شخصت من هذه الارض انتقضت علیک العرب من اطرافها واقطارها حتی یکون ما تدع وراءک من العورات اهم الیک مما بین یدیک ان الاعاجم ان ینظروا الیک غدا یقولوا هذا اصل العرب فاذا اقتطعتموه استرحتم فیکون

ذَالِكَ اَشَدَّ لِكَلَبِهِمْ عَلَيْكَ وَطَمَعِهِمْ فِيْكَ فَلَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ مَيْسِرِ الْقَوْمِ اِلٰى قِتَالِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ هُوَ اَكْرَهُ لِمَيْسِرِهِمْ مِنْكَ وَهُوَ اَقْدَرُ عَلٰى تَغْيِيْرِ مَا يَكْرَهُ وَاَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ عَدَدِهِمْ فَاِنَّا لَمْ نَكُنْ نُقَاتِلُ فِيْمَا مَضٰى بِالْكَثْرَةِ وَاِنَّمَا كُنَّا نُقَاتِلُ بِالنَّصْرِ وَالْمَعُوْنَةِ (نہج البلاغہ خطبہ ۱۴۶ ص ۲۰۲ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

جب خلیفہ ثانی نے عجمی سپاہ کے مقابلے میں بنفس خود جانا چاہا۔ اور اس امر سے حضرت سے مشورہ لیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ دین اسلام کا غالب آنا اور مغلوب ہو جانا کچھ سپاہ کی کثرت و قلت پر منحصر نہیں۔ یہ اسلام اس خدا کا دین ہے۔ جس نے اس کو تمام ادیان و مذاہب پر غالب کیا ہے۔ اور سپاہ اسلام اس خدا کی فوج ہے۔ جس نے اس کی ہر جگہ مدد اور اعانت کی۔ اسے ایک بلند مرتبہ پر پہنچا دیا۔ ان کا آفتاب وہاں طلوع ہو گیا۔ جہاں طلوع ہونا لازم تھا۔ ہم لوگ اس وعدۂ خداوندی پر کامل یقین کے ساتھ ثابت ہیں۔ جو اس نے غلبۂ اسلام کے بارے میں فرمایا۔ بے شک وہ اپنے وعدوں کا وفا کرنے والا ہے۔ وہ اپنی سپاہ کا مددگار ہے۔ دین اسلام کے بزرگ اور صاحب اختیار کا مرتبہ رشتۂ مروارید کی مانند ہے۔ جو موتی کے دانوں کو ایک جگہ جمع کر کے باہم پیوست کر دیتا ہے۔ اگر یہ رشتہ ٹوٹ جائے۔ تو تمام دانے متفرق ہو کر کہیں کہیں بکھر جائیں گے۔ پھر اجتماع کامل نصیب نہ ہو گا۔ آج کے روز اہل عرب اگرچہ قلیل ہیں۔ لیکن اسلام کی شوکت انہیں کثیر ظاہر کر رہی ہے۔ یہ اپنے اجتماع کی وجہ سے یقیناً دشمن پر غالب ہوں گے۔ اب تو ان کے لیے قطب آسیا بن جا۔ اور

آسیائے جنگ کو گروہ عرب کے ساتھ گردش دے۔ اور اپنے سوا کسی دوسرے شخص کے ماتحت بنا کر انہیں لڑائی کی آنچ سے گرم کر۔ کیوں کہ اگر تو مدینہ سے باہر چلا گیا۔ تو عرب کے تمام قبیلے اطراف واکناف سے ٹوٹ پڑیں گے۔ اس وقت پیچھے رہ جانے والی عورت سپاہ کی حفاظت تجھ پر اس شئے سے مقدم ہو جائے گی۔ جو تیرے سامنے (جنگ فارس) موجود ہے۔ اور دوم یہ امر ہے۔ کہ جب ایرانی کل کو تجھے دیکھیں گے۔ تو آپس میں یہی کہیں گے۔ کہ بس یہی ان عربوں کا سردار ہے۔ اگر تم نے اسے کاٹ چھانٹ دیا۔ تو پھر راحت ہی راحت ہے۔ بے شک یہ اقوال تیری لڑائی پر انہیں حریص کر دیں گے۔ وہ تیری گرفتاری کی حد سے بڑھی ہوئی طمع کریں گے۔ اور یہ جو تو نے بیان کیا ہے۔ کہ ایرانی فوج مسلمانوں پر چڑھائی کر رہی ہے تو پروردگار عالم ان کی اس حرکت کو تجھ سے بھی زیادہ مکروہ سمجھتا ہے۔ اور بے شک وہ جس امر سے کراہت رکھتا ہے اس کے تغیر پر پورا پورا قادر ہے رہا تیرا یہ قول کہ حملہ آور قوم کا شمار بہت بڑھا ہوا ہے۔ ان کی تعداد بے اندازہ ہے۔ تو یوں خیال کر۔ کہ ہم گروہ صحابہ نے عہد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں کبھی دشمن کے ساتھ کثیر التعداد سپاہی لے کر جنگ نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ خداوند عالم کی، اعانت اور اس کی نصرت کے بھروسے پر کفار سے قتل وقتال کرتے رہے ہیں۔

(ترجمہ نیرنگِ فصاحت ص ۲۰۰-۲۰۱ مطبوعہ یوسفی دہلی)

فضیلت ۲:

نہج البلاغہ

وَقَدْ شَاوَرَهُ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ فِی الْخُرُوْجِ اِلٰی غَزْوَةِ الرُّوْمِ وَقَدْ تَوَكَّلَ اللهُ لِاَهْلِ هٰذَا الدِّيْنِ بِاِعْزَازِ الْحَوْزَةِ

وَ سَتْرِ الْعَوْرَةِ وَ الَّذِیْ نَصَرَهُمْ وَ هُمْ قَلِیْلٌ لَا یَنْتَصِرُوْنَ وَمَنَعَهُمْ وَهُمْ قَلِیْلٌ لَا یَمْتَنِعُوْنَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ اِنَّكَ مَتٰی تَسِرْ اِلٰی هٰذَا الْعَدُوِّ بِنَفْسِكَ فَتَلْقَهُمْ فَتُنْكَبْ لَا تَكُنْ لِلْمُسْلِمِیْنَ كَانِفَةٌ دُوْنَ اَقْصٰی بِلَادِهِمْ لَیْسَ بَعْدَكَ مَرْجِعٌ یَرْجِعُوْنَ اِلَیْهِ فَابْعَثْ اِلَیْهِمْ رَجُلًا مِحْرَبًا وَ احْفِزْ مَعَهٗ اَهْلَ الْبَلَاءِ وَ النَّصِیْحَةِ فَاِنْ اَظْهَرَ اللّٰهُ فَذَاكَ مَا تُحِبُّ وَ اِنْ تَكُنِ الْاُخْرٰی كُنْتَ رِدْاً لِلنَّاسِ وَمَثَابَةً لِلْمُسْلِمِیْنَ۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۱۳۲ ص ۱۹۲ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

جب خلیفہ ثانی نے روم پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ اور آپ سے بھی مشورہ لیا۔ تو آپ نے فرمایا: "نواحی اسلام کو غلبۂ دشمن سے بچانے اور مسلمانوں کی شرم رکھنے کا اللہ ہی ضامن اور کفیل ہے۔ وہ ایسا خدا ہے۔ جس نے انہیں اس وقت فتح دی ہے۔ جب ان کی مقدار نہایت قلیل تھی۔ اور کسی طرح فتح نہیں پاسکتے تھے انہیں اس وقت مغلوب ہونے سے روکا ہے۔ جب یہ کسی طرح رو کے نہ جاسکتے تھے۔ اور وہ خداوند عالم کی لایموت ہے۔ (جیسے اس وقت موجود تھا ویسے ہی اب بھی قائم ہے) اب اگر تو خود دشمن کی طرف کوچ کرے۔ اور منکوب و مخذول ہو جائے۔ تو یہ سمجھ لے۔ کہ پھر مسلمانوں کو ان کے انتہائے بلاد تک پناہ نہ ملے گی۔ اور تیرے بعد ایسا کوئی مرجع نہ ہوگا۔ جس کی طرف وہ رجوع کریں لہٰذا تو دشمنوں کی طرف اس شخص کو بھیج۔ جو آزمودہ کار ہو۔ اور اس کے ماتحت ان لوگوں کو روانہ کر۔ جو جنگ کی سختیوں کے متحمل ہوں۔ اپنے سردار کی نصیحت

کو قبول کریں۔ اب اگر خدا نے غلبہ نصیب کیا۔ تب تو یہ وہی چیز ہے۔ جسے تو دوست رکھتا ہے۔ اور اگر اس کے خلاف ظہور میں آیا۔ تو ان لوگوں کا مددگار اور مسلمانوں کا مرجع تو بن ہی جائے گا۔

(ترجمہ نیرنگ فصاحت ص۔ ۱۰۹ مطبوعہ یوسفی دہلی)

دونوں خطبوں سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس فصیح و بلیغ نصیحت آموز اور محبت سے لبریز مشورے سے معلوم ہو گیا۔ کہ ان کے اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے درمیان کسی قسم کی رنجش نہ تھی۔ نہ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے نزدیک ظالم، غاصب اور کافر خلیفہ تھے۔ (معاذ اللہ) کیوں کہ ایسا سمجھنا اور پھر ایسا مشورہ دینا کوئی ایمان کی علامت نہیں ہوتا۔ بلکہ حضرت علی کی ہر ممکن کوشش ہوتی۔ کہ میرے راستہ کا روڑا جتنا جلد ہو۔ ایسے راستہ سے ہٹنا چاہیئے۔

۲۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے نزدیک جناب فاروق اعظم کی اسلام اور مسلمانوں میں کچھ ایسی حیثیت تھی۔ جس طرح چکی میں کیلی کو ہوتی ہے۔ وہ ٹوٹے تو چکی بیکار۔ اور اگر وہ مضبوط ہو تو چکی کار آمد۔ تو کچھ ایسا ہی معاملہ حضرت فاروق اعظم کا حضرت علی کی نگاہ میں تھا۔ اگر آپ جنگ میں شہید ہو جاتے۔ تو امت مسلمہ کا شیرازہ بکھر جاتا۔ اور فتوحات کا دروازہ بند ہو جاتا۔ اور اسلام کی چمک ماند پڑ جاتی۔ اور اگر یہ زندہ رہیں۔ تو اسلام و مسلمان کی ان کے دم قدم سے رونق ہے۔ اور فتوحات ان کی منتظر ہیں۔ اسی لیے جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی داڑھی مبارک پکڑ کر روئے۔ اور اپنے ساتھیوں کے اوصاف بیان کر کے آبدیدہ ہو گئے۔ یعنی شیخین میں اسلام کی شان و شوکت اور اجتماع اور دبدبہ کو یاد کر کے روئے۔

۲۔ حضرت علی کے نزدیک فاروق اعظم مسلمانوں کا ماویٰ وملجا تھے۔ اسی لیے مشورہ میں فرمایا کہ اگر تم خود جنگ میں شرکت کرو۔ اور شہید ہو جاؤ۔ تو پھر مسلمانوں کو اقصائے بلاد تک کون پناہ دے گا۔ پھر ان کا تمہارے بغیر کون مرجع ہو گا۔ ہاں تمہارے بنفس خود شریک نہ ہونے سے اگر فتح ہو گئی تو مبارک۔ بصورت دیگر تم مسلمانوں کی ڈھارس اور مرجع تو بنو گے۔

۳۔ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا، کہ حضرت علی اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما آپس میں مشورہ کیا کرتے تھے۔ جو اس بات کی روشن دلیل ہے۔ کہ ان میں باہمی کوئی اختلاف نہ تھا۔ وہ ایک دوسرے کے مخلص اور معتمد ساتھی تھے۔ اگرچہ فاروق اعظم نے دیگر صحابہ کرام سے بھی مشورہ لیا۔ لیکن عمل صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مشورہ پر کر کے ثابت کر دیا۔ کہ انہیں اپنا وہ مخلص مشیر سمجھتے تھے۔ اور حضرت علی انہیں انتہائی خلوص کے ساتھ صائب مشورہ سے نوازتے تھے۔

فضیلت ۲۳: فاروق اعظم کے ایمان لانے سے اسلام مضبوط ہو گیا اور کفر کی جڑیں ہل گئیں۔

روضۃ الصفا در روایتی آنست۔ کہ حضرت مقدس نبوی بازوئے فاروق را گرفتہ بیفشرد۔ وفرمود اے عمر! اگر بصلح آمدہ بگو تا دست از تو بردارم واگر بجنگ آمدۂ مارا از زنہادت برآرم عمر ترساں ولرزاں گفت مسلمان شدم حضرت فرمود کہ بگو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ چوں عمر عرض کلمہ طیبہ کرد حضرت تکبیر گفت ویاراں از شوق وبشاشت باواز بلند تکبیر گفتند چنانچہ غلغلۂ تکبیر ایشاں بمحافل قریش رسید۔۔۔ بعد ازاں عمر گفت۔ یارسول اللہ مناسب نمی نماید کہ مشرکاں لات وعزی را پرستند واہل اسلام در نہاں خانہ بعبودیت مولیٰ قیام نمایند۔ اظہار دین حق وملت صدق بفرمائی۔ ایں سخن گفتہ بیروں آمدند وبطواف خانۂ کعبہ رواں شدند۔ وبرجانب راست حضرت پیغمبر صدیق بود وبر یسار حمزہ وعلی پیش پیش

حمزہ شمشیرہ حمائل کردہ عمر پیش پیش علی می رفت و سائر اصحاب رسول درعقب قدم میزدند۔ وروٴسائے قریش درحجرہ نشستہ انتظار عمر داشتند کہ ناگاہ اورا از دور دیدند۔ کہ غضبناک با رسول خدا و یاراں می آید۔ کفار گفتند بعمر درعقب تو کیست گفت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہرکس از شما حرکت کند بضرب شمشیر آبدار سرش از تن بردشتہ بدار البوار رسانم مشرکان تعجب نمودہ گفتند کہ عمر را فرستادیم کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کفایت کند۔ اکنوں می بینیم کہ متابعت او کردہ معاونت می نماید امرے عظیم و حادثہٴ قوی پیش آمدہ است کفار متوجہ عمر شدند عمر بدفع ایشاں مشغول شدہ جملہ را از حوالی کعبہ دور ساخت و حضرت رسول بہ بیت اللہ درآمدہ با اصحاب کرام باداے صلوة قیام نمودند و آیہ کریمہ یا ایها النبی حسبك الله و من اتبعك من المؤمنين۔ فرود آمدہ پوشیدہ نماند کہ درکیفیت اسلام عمر اقوال دیگر آمدہ وچوں اشارت بعدم اکثار صادر شدہ۔ بہمیں روایت اکتفا نمودہ آمد۔ وبعضے از مورخان گفتند۔ کہ فاروق بعد از سی و نہ [۳۹] مرد شرف اسلام دریافت وبرخی بعد از چہل [۴۰] کس گویند۔ وبعد از چہل و پنج [۴۵] نیز گفتہ اند۔ بالجملہ بازوے ملت بمعاونت او تقویت یافت۔ واہل توحید بموافقت او قوی خاطر و مستظہر گشتند۔

(تاریخ روضة الصفا جلد دوم ص ۲۸۴)

ترجمہ:

ایک روایت میں آیا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا۔ اگر صلح صفائی کے طور پر تو آیا ہے۔ تو میں ہاتھ روک لیتا ہوں۔ اور اگر جنگ کے ارادے سے آیا ہے۔ تو میں ابھی تیرا کام تمام کئے دیتا ہوں عمر کہنے لگے۔ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

پڑھو۔ جب عمر نے کلمہ پڑھا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی۔ صحابہ کرام نے انتہائی خوشی اور مسرت میں آکر اتنے زور سے تکبیر کہی۔ کہ قریش کی محفلوں تک اس کی آواز سنائی دی۔ حضرت عمر نے عرض کی حضور! مشرکین لات ومنات کی کھلے بندوں پوجا کریں اور ہم مسلمان چھپ کر اللہ کی عبادت کریں، یہ مناسب نہیں۔ آپ دین حق اور ملت صدیق کے اظہار کا ارشاد فرمائیں۔ یہ کہہ کر سب صحابہ کرام باہر نکلے۔ اور طواف کعبہ کے لیے چل پڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف ابوبکر صدیق اور بائیں طرف حضرت حمزہ تھے۔ اور حضرت علی آگے آگے تھے۔ حضرت حمزہ تلوار لٹکائے ہوئے تھے۔ اور حضرت عمر حضرت علی کے آگے آگے جا رہے تھے۔ باقی صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے آرہے تھے۔ قریش کے بڑے اپنے گھروں میں بیٹھے حضرت عمر کا انتظار کر رہے تھے۔ اچانک کیا دیکھتے ہیں۔ کہ دور سے حضرت عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے ساتھ ہنسی خوشی چلے آرہے ہیں۔ کافروں نے عمر سے پوچھا۔ تیرے پیچھے کون ہے۔ کہا۔ محمد رسول اللہ ہیں۔ خبردار۔ تم میں سے جس نے بھی کوئی غلط حرکت کی۔ تلوار آبدار سے اس کا سر قلم کر کے جہنم پہنچا دوں گا۔ مشرکین حیران رہ گئے۔ اور سوچنے لگے۔ ہم نے عمر کو بھیجا اس لیے تھا۔ کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کام تمام کر دے۔ لیکن ہوا الٹ۔ وہ تو ان کی فرمانبرداری میں چلا آرہا ہے۔ اور ان کی معاونت کے لیے کمر بستہ ہو گیا ہے۔ یہ تو بہت بڑا حادثہ ہو گیا ہے۔ کافر حضرت عمر کی طرف متوجہ ہوئے حضرت عمر نے ان تمام کو کعبہ کے اردگرد سے بھگا دیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بمعہ صحابہ کرام کعبہ میں تشریف لائے۔ اور باجماعت نماز پڑھی۔ اور آیۃ "یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ" نازل ہوئی۔

واضح ہو کر۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشرف باسلام ہونے کے متعلق اور بھی کئی اقوال آئے ہیں۔ لیکن جب میرا مقصد اختصار کا ہے۔ تو اسی لیے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ بعض مؤرخین نے کہا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ۳۹ مردوں کے بعد اسلام لائے۔ بعض نے چالیس اور بعض نے ۴۵ بھی کہا ہے۔ مختصر یہ کہ ملت اسلامیہ کو ان کے ایمان لانے سے بہت تقویت ہوئی۔ اور اہل توحید ان کی موافقت کی وجہ سے مضبوط دل ہو گئے۔ اور غالب آ گئے۔

فضیلت ۴:

حملہ حیدری

چناں بد کہ بوجہل زاں سرزنشت   یکی ہفتہ شد عداوت سرشت
کہ جز قتل پیغمبر ذوالجلال   بنودش دگر ہیچ فکر و خیال
یکے روز میگفت با اشقیاء   کہ آرد کسی گر سرِ مصطفےٰ
ہزار اشتر از خود بہ بخشم باو   دو کوہاں سیہ دیدہ و سرخ مو
زد یبائے مصری و برد یمن   دگر سیم و زر بخشش چند من
عمر چوں شنید ایں سخن گفتنش   بجنبید عرق طمع بر تنش
باو گفت سوگند اگر می خوری   کہ از گفتۂ خویشتن نگذری
من امروز خدمت رسانم بجا   بیارم بپشیت سرِ مصطفےٰ
گرفت از ابوجہل چوں آں قسم   پس آنگاہ زد بر در دین قدم
بآں کار چوں رفت بیروں عمر   یکے گفت باو نداری خبر
کہ ہمشیر وات نیز با جفت خویش   گرفتند دین محمد بپیش!
برآشفت ابا حفص ازیں گفتگو   بگفتا بریزم کنوں خون او
سوئے خانہ خواہر خویش رفت   چو آمد بنزدیک د و پیش رفت
بیامد بہ پیش درو وایستاد   صدائی شنید و باو گوش داد
شنید آنکہ می خواند مرد نکو!   کلامیکہ نشنیدہ بد مثل او

نهاد او قدم پیش و در باز کرد چو آمد درون شور آغاز کرد

در افتاد بر جفت خواهر بجنگ گرفتش ز حلق بیفشرد تنگ

گلوئش بہ تنگی فشرد آنچناں کہ نزدیک شد تا شود قبض جاں

بیامد درون دخترش نوحہ گر بگفتش چہ خواہی ز ما اے عمر

اگر شاد گردی ز ما ور ملول نمودیم دین محمد قبول

کنوں گر کشی سر بداریم پیش ولی بر نگردیم از دین خویش

چو بشنید از او وایں حکایت عمر بدانست کو بر نگردد دگر

بگفتش چہ دیدی تو از مصطفےٰ کہ گشتی بدینش چنیں مبتلا

بگفتا کلام خدائے جلیل کہ آرد باو حضرت جبرئیل

شنیدیم گردید بر ما یقیں کہ ہست آں کلام جہاں آفریں

عمر گفت ازاں حرف معجز اساس اگر یاد داری بخواں بے ہراس

برادر خواہرش آیہ چند خواند عمر گوش چوں کرد حیراں بماند

دلش زاں شنیدن بسے نرم شد ز سودائے اسلام سر گرم شد

وزاں پس بگشتند باہم رواں بنزد رسول خدائے جہاں

بدولت سرائے محمد شدند چو در بستہ بد حلقہ بر در زدند

یکے آمد و دید در پشت در کہ ایستادہ با تیغ بروے عمر

بنزد نبی رفت و احوال گفت بماندند اصحاب اندر شگفت

چنیں گفت پس عم خیر البشر کہ غم نیست بروے کشائید در

گر از راہ صدق آمدہ مرحبا دگر باشد او را بخاطر دغا

بہ تیغے کہ دارد حمائل عمر تنش را سبکسار سازم ز سر

چو در باز کردند بر روئے او درآمد عمر با لب عذر گو

گو فتش بہ سرور انبیاء — نشانندش بجائے کہ بودش سزا
بگفتند اصحاب ہم تہنیت — وزاں بیشتر یافت دیں تقویت
پس اصحاب دیں را شد ایں مدعا — کہ از خدمت سرور انبیاء
بسوئے حرم آشکارا روند — نماز جماعت بجا آورند
رسید ایں سخن چوں بعرض رسول — زخیر البشر یافت عز و قبول

(حملہ حیدری مطبوعہ تہران ص ۱۴۱)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ السلام کی سرزنش سے ابوجہل عداوت پر اُتر آیا۔ اب اُسے ایک ہی خیال رہتا۔ کہ کس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے۔ ایک دن بدبختوں سے اس نے کہا۔ کہ جو بھی تم میں سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی گردن، مارے گا۔ میں اُسے ایک سو اونٹ دوں گا۔ جن کی دو کوہانیں، آنکھیں سیاہ اور بال سُرخ ہوں گے۔ اس کے علاوہ مصری اور یمنی شالیں اور کئی سیر سونا چاندی بھی اُسے دوں گا۔ یہ سُن کر عمر نے از روئے طمع ابوجہل کو کہا۔ کہ اگر مقررہ انعام کی یقین دہانی کراؤ۔ تو میں یہ کام انجام دینے کو تیار ہوں۔ میں آج ہی یہ کام کر سکتا ہوں۔ ابوجہل نے جب یقین دلایا۔ تو عمر اپنے ارادہ کو پورا کرنے کے لیے نکلے۔ راستہ میں کسی نے کہا۔ کہ تمہاری بہن اور بہنوئی نے بھی نیا دین قبول کر لیا ہے۔ یہ سُن کر ابو حفص عمر بن خطاب کا خون کھولا۔ اور کہا۔ میں پہلے ان کی خبر لیتا ہوں۔ چنانچہ وہ اُن کے گھر گیا۔ دروازہ پر دستک دی اور اندر سے بے مثل کلام سننے میں آیا۔ دروازہ کھولا اور اندر شور و غوغا سے داخل ہوا۔ اپنے بہنوئی کا اس قدر سختی سے گلا دبایا۔ کہ وہ قریب المرگ ہو گیا۔ اتنے میں ان کی ہمشیرہ فریاد کرتی آئی۔ اور پوچھا عمر! آپ کیا چاہتے ہیں؟

تم خوش ہو یا ناراض اچھی طرح جان لو۔ ہم دین محمدی کو اب کبھی نہیں چھوڑ سکتے۔ اگرچہ اس کی خاطر ہمیں اپنے سر قربان کیوں نہ کرنے پڑیں۔ عمر نے جب ان کا یہ عزم دیکھا۔ تو پوچھا۔ چلو یہ بتاؤ۔ تمہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے کیا نظر آیا۔ جس کی وجہ سے اُن کے دین پر اس قدر فریفتہ ہو چکے ہو۔ کہا۔ وہ ایک کلام ہے جسے جبرئیل اللہ کی طرف سے ان کے پاس لائے ہیں۔ جسے سُن کر ہمیں یقین ہو گیا۔ کہ وہ واقعی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ عمر نے کہا۔ اچھا۔ اگر اس کا کچھ حصہ یاد ہو۔ تو مجھے بھی سناؤ۔ بہن نے چند آیات پڑھیں۔ انہیں سُن کر دل اسلام کی طرف مائل ہو گیا۔ پھر سب اکٹھے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اس وقت کچھ لوگ حضور کی خدمت میں تھے۔ ایک نے دیکھا۔ کہ عمر تلوار لیے دروازہ پر کھڑا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ حضور کے پاس گیا۔ اور حالات سے آگاہی کی۔ یہ سُن کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا نے کہا۔ فکر نہ کرو۔ دروازہ کھول دو۔ اگر نیک ارادے سے آیا ہے۔ تو بہتر۔ ورنہ اس کی تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا۔ دروازہ کھولا۔ اور عمر عذر خواہی کرتے ہوئے داخل ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بازوؤں میں لے کر ان کی شایان شان جگہ بٹھایا۔ تمام موجود صحابہ کرام نے مبارک باد دی۔ ان کے ذریعہ اللہ نے دین کو مضبوطی عطا کی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے آپ کے ساتھی مسجد الحرام کی طرف گئے۔ اور وہاں نماز باجماعت ادا کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں دعائے خیر فرمائی۔

مذکورہ حوالوں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل فضائل ثابت ہوئے

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشرف باسلام ہونے پر خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور آپ کی اقتدار میں صحابہ کرام نے اتنی بلند آواز سے اللہ کی تکبیر کہی کہ اس کا غلغلہ کفار کی محفلوں تک سنا گیا۔

۲۔ اسلام کو قوت اور غلبہ فاروق اعظم کے اسلام لانے کے سبب ملا ان کے اسلام لانے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے یہ دعا مانگی۔ اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب۔ اے اللہ! عمر بن خطاب کے سبب اسلام کو عزت و غلبہ عطا فرما۔

۳۔ کعبہ میں اولین نماز باجماعت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جرأت و شجاعت کی مرہون منت ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایسی جرأت اور رعب عطا فرمایا تھا کہ کفار کو للکار کر کہا۔ اگر تم میں سے کسی نے ایسی ویسی حرکت کی۔ تو اڑا دوں گا۔ بالآخر انہیں حدود حرم سے نکال دیا۔ لیکن کسی کو مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی۔

۵۔ طواف کعبہ کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے فاروق اعظم تھے۔ تاکہ کفار کو آپ کی طرف آنکھ اٹھانے کی ہمت نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ یاایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المؤمنین۔ یعنی حضرت عمر کے کامل الایمان ہونے اور ان کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔

۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمر بن خطاب کے ایمان لانے پر اس قدر خوش ہوئے۔

کرانہیں سینے سے لگا کر پھر ان کی شایان شان جگہ پر انہیں بٹھایا۔

لمحہ فکریہ:

ناظرین کرام ذرا غور فرمائیں۔ کہ جس شخصیت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کر کے اللہ سے مانگا ہو۔ اور پھر اس کے اسلام لانے پر تکبیرات بلند کی ہوں۔ اور پھر جس نے خداداد قوت و شجاعت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بمعہ دیگر صحابہ کرام طواف کعبہ بحفاظت کرایا ہو۔ اور مزید اس پر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جس کے بارے میں "یا ایھا النبی حسبک الله ومن اتبعك من المؤمنين" نازل فرمائی ہو۔ کیا ایسا شخص ایمان کامل نہیں رکھتا اور کیا کوئی یہ سمجھتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اللہ نے قبول تو کی۔ لیکن آدمی ایسا دیا جس کا ایمان ہی ناقص بلکہ سرے سے تھا ہی نہیں۔ (معاذ اللہ) اور کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تکبیر کہنا اور صحابہ کرام کا خوشی میں اللہ کی بڑائی بیان کرنا ایک ڈرامہ تھا۔ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ نہیں یہ سب کچھ غلط ہے۔ اور حقیقت یہی ہے۔ کہ فاروق اعظم کامل الایمان تھے۔ اور ان کی ایمانی پختگی کا مظاہرہ طواف کعبہ کی شکل میں رونما ہوا۔ شیعہ حضرات اس واقعہ کو غور سے پڑھیں۔ اور دعا ہے۔ کہ اللہ انہیں سمجھ بھی عطاء فرمائے۔ الیس منكم رجل رشيد۔

فضیلت ۵: عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا اُقْدِمَتْ
اصول کافی | بِنْتُ یَزْدَجَرْدَ عَلٰی عُمَرَ اَشْرَفَ لَهَا عَذَارَی
الْمَدِیْنَةِ وَ اَشْرَقَ الْمَسْجِدُ بِضَوْءِهَا لَمَّا دَخَلَتْهُ
فَلَمَّا نَظَرَ اِلَیْهَا عُمَرُ غَطَّتْ وَجْهَهَا وَ قَالَتْ اُفٍّ
بَیْرُوْجَ بَادَا هُرْمُزُ فَقَالَ عُمَرُ اَتَشْتُمُنِیْ
هٰذِهٖ وَهَمَّ بِهَا فَقَالَ لَهٗ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ

لَيْسَ ذَالِكَ لَكَ خَيِّرْهَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحْسِبْهَا بِغَنِيْمَتِهٖ فَخَيَّرَهَا فَجَاءَتْ حَتّٰى وَضَعَتْ يَدَهَا عَلٰى رَأْسِ الْحُسَيْنِ فَقَالَ لَهَا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَا اسْمُكِ فَقَالَتْ جِهَانْ شَاهْ فَقَالَ لَهَا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ بَلْ شَهْرَبَانُوْ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَيْنِ يَا اَبَا عَبْدَ اللّٰهِ لَيَلِدَنَّ لَكَ مِنْهَا خَيْرُ اَهْلِ الْاَرْضِ فَوَلَدَتْ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ابْنِ الْخَيْرَتَيْنِ فَخَيْرَةُ اللّٰهِ مِنَ الْعَرَبِ هَاشِمٌ وَمِنَ الْعَجَمِ فَارِسُ وَرُوِيَ اَنَّ اَبَا الْاَسْوَدَ الدُّئِلِيَّ قَالَ فِيْهِ

شعر

وَاِنَّ غُلَامًا بَيْنَ كِسْرٰى وَهَاشِمٍ
لَاَكْرَمُ مَنْ نِيْطَتْ عَلَيْهِ التَّمَائِمُ

(اصول کافی ترجمہ جلد اول ص ۵۰۹ مطبوعہ کراچی اصول کافی کتاب الحجۃ باب مولد علی ابن حسین ص ۴۶۷ طبع جدید تہران)

ترجمہ:

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب بنت یزد جرد حضرت عمر کے پاس آئیں تو مدینہ کی باکرہ لڑکیاں ان کا حسن وجمال دیکھنے بالائے بام آئیں جب مسجد میں داخل ہوئیں۔ تو چہرہ کی تابندگی سے مسجد روشن ہو گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ان کی طرف دیکھا۔ تو انہوں نے اپنا چہرہ چھپالیا۔ اور کہا۔ برا ہو ہرمز کا کہ اس کے سوئے تدبیر سے یہ روز بد نصیب ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ یہ مجھے گالی دیتی ہے۔ در کہ میرے دیکھنے کو روزِ بد کہا اور ان کی

اذیت کا ارادہ کیا۔ امیر المومنین نے کہا۔ ایسا نہیں ہے۔ اس کو اختیار دو۔ کہ مسلمانوں میں سے کسی کو اپنے لیے منتخب کرے۔ اس کے حصۂ غنیمت میں اس کو بھی لیا جائے۔ جب اختیار دیا گیا تو وہ لوگوں کو دیکھتی ہوئی چلیں۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ امیر المومنین نے پوچھا۔ تمہارا نام کیا ہے کہا جہاں شاہ۔ حضرت نے فرمایا نہیں بلکہ شہر بانو۔ پھر امام حسین سے فرمایا۔ اے ابو عبداللہ! تمہارا ایک بیٹا اس کے بطن سے پیدا ہوگا۔ جو اہل زمین میں سب سے بہتر ہوگا۔ چنانچہ علی بن الحسین پیدا ہوئے۔ پس وہ بہترین عرب ہاشمی ہونے کی وجہ سے اور بہترین عجم تھے ایرانی ہونے کی وجہ سے۔

اور مروی ہے کہ ابوالاسود دولی شاعر نے امام زین العابدین کی شان میں یہ شعر کہا وہ ایسے لڑکے ہیں جن کا تعلق کسریٰ اور ہاشم دونوں سے ہے۔ جن بچوں کے گلے میں تعویز ڈالے جاتے ہیں۔ ان میں وہ سب سے بہتر ہیں۔

لمحہ فکریہ:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اتنی محبت تھی۔ کہ ان کے فرزند ارجمند کو تمام صحابہ کرام کو چھوڑ کر ایک شاہی خاندان کی حسین و جمیل خاتون شہر بانو بخش دی۔ اس خاتون کے ساتھ وہ تمام زیورات اور شاہانہ پوشاک بھی تھی۔ جو کہ باغ فدک، سے کہیں زیادہ قیمتی تھی۔ یہی شہر بانو سلسلہ سادات کی جدۂ علیا ہیں۔ یہ اہل بیت کے ساتھ فاروق اعظم کی بے پناہ محبت کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ کیوں کہ اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دل میں کچھ رنج ہوتا تو اس صورت میں حضرت علی کی سفارش کوئی اثر نہ دکھاتی۔

اور اس سے یہ بھی پتہ چلا۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جناب فاروق اعظم کو خلیفہ برحق سمجھتے تھے۔ کیوں کہ اگر ناحق سمجھتے۔ تو ان کے دور خلافت میں حاصل ہونے والا مال غنیمت کبھی

بھی حضرت علی اپنی اولاد کے لیے لینا پسند نہ فرماتے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا۔ کہ نہ شہر بانو زوجہ حسین بنتیں۔ اور نہ اہل بیت وجود میں آتے۔

لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ اہل بیت کا پودا لگانے والے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ اور یہ بات مسلم ہے۔ کہ پودا لگانے والا پودے کی آبیاری تو کرتا ہے۔ لیکن برباد ہوتا نہیں دیکھ سکتا۔ تو کیسے ممکن کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اہل بیت کے مخالف ہوں۔ اور اہل بیت اپنے محسن کے کس طرح بدخواہ ہو سکتے ہیں۔

شیعو! غور کرو۔ اور ہوش کے ناخن لو۔ تمہاری بدعقیدگی کیسے کیسے ثمرات دکھا رہی ہے۔ جن کے تصور سے دل کانپ اٹھتا ہے۔

فضیلت ۲۶: ادب رسول سکھانے کے لیے حضرت عمر نے اپنی بیٹی کو مارا

مجمع البیان

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ جَالِسًا مَعَ حَفْصَةَ - فَتَشَاجَرَ بَيْنَهُمَا فَقَالَ لَهَا هَلْ لَكِ اَنْ اَجْعَلَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكِ رَجُلًا قَالَتْ نَعَمْ فَاَرْسَلَ اِلٰى عُمَرَ فَلَمَّا اَنْ دَخَلَ عَلَيْهِمَا قَالَ لَهَا تَكَلَّمِيْ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَكَلَّمْ وَلَا تَقُلْ اِلَّا حَقًّا فَرَفَعَ عُمَرُ يَدَهٗ فَوَجَا وَجْهَهَا ثُمَّ رَفَعَ يَدَهٗ فَوَجَا وَجْهَهَا فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفَّ فَقَالَ عُمَرُ يَا عَدُوَّةَ اللّٰهِ النَّبِيُّ لَا يَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا وَالَّذِيْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ لَوْ لَا مَجْلِسُهٗ مَا رَفَعْتُ يَدِيْ حَتّٰى تَمُوْتِيْ -

(تفسیر مجمع البیان جلد ۵ جزء ۸ ص ۳۵۳)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اپنی زوجہ حضرت حفصہ کے پاس بیٹھے تھے۔ تو دونوں میں کچھ اختلاف ہو گیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا میں اپنے اور تیرے درمیان بطور ثالث کسی شخص کا تقرر کروں حفصہ کہنے لگیں۔ جی کیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا۔ وہ آگئے۔ حضور نے حفصہ سے فرمایا۔ اب بات کرو حفصہ نے عرض کی آپ ارشاد فرمائیں۔ لیکن بات سچی ہو۔ (یہ سن کر) حضرت عمر نے حفصہ کے منہ پر طمانچہ مارا۔ پھر دوسرا طمانچہ مارا۔ حضور نے فرمایا۔ عمر رک جاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ اے اللہ کی دشمن! پیغمبر جو کہتا ہے حق ہے۔ اُس اللہ کی قسم جس نے حق کے ساتھ انہیں بھیجا۔ اگر حضور کا گھر نہ ہوتا تو تیری جان لیے بغیر میں ہاتھ نہ روکتا۔

مذکورہ روایت سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ الخ (پ ۲۱) کے شان نزول میں یہ روایت جو نقل کی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم عادل سمجھتے تھے

۲۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صائب الرائے سمجھتے تھے۔ کم از کم بیس مرتبہ قرآن کی تائید میں اللہ نے وحی بھی نازل فرمائی۔ جیسا کہ تلخیص الشافی جلد دوم ص ۲۴۲ اور احتجاج طبرسی جلد دوم ص ۲۴۲ کے حاشیہ آیا ہے۔ کہ "إِنَّ الْحَقَّ يَنْطِقُ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ"، یعنی اللہ تعالیٰ حضرت عمر کی زبان پر بولتا ہے۔

۳۔ "وَالَّذِيْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ"، یعنی اللہ کی قسم جس نے حق کے ساتھ آپ کو بھیجا۔ ان الفاظ سے ثابت ہوا۔ کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضور صلے اللہ علیہ وسلم

رسول برحق تھے۔ اس کی تائید ان الفاظ سے ہوتی ہے۔ النبی لا یقول الا حقا۔ اللہ کا پیغمبر حق ہی کہتا ہے۔

۴۔ فاروق اعظم نے تنبیہ کہا۔ اگر مجلس رسول نہ ہوتی۔ تو تیرا خاتمہ کر دیتا۔ کیوں کہ تو نے تعظیم و احترام مصطفےٰ کو ملحوظ خاطر نہ رکھا۔ لیکن میں مجلس مصطفےٰ اور عظمت مصطفےٰ کے پیش نظر حضور کے ارشاد کو مانتے ہوئے تمہیں چھوڑ رہا ہوں۔

نوٹ :

"طبرسی شیعی" نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے متعلق جو گستاخانہ الفاظ نقل کیے ہیں۔ یہ اس کی دیدہ دلیری اور گستاخی ہے۔ کیوں کہ کسی قابل اعتبار روایت میں یہ الفاظ نہ موجود اور نہ ہی منقول ہوئے۔ اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ الخ) اے نبی مکرم کی بیویو! تم جیسی دنیا میں کوئی دوسری عورت نہیں۔ پھر فرمایا۔ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ حضور کی ازواج مومنین کی مائیں ہیں۔ تو ان تصریحات کے ہوتے ہوئے کسی زوجۂ رسول کو یہ کہنے کی کب ہمت ہو سکتی ہے۔ کہ وہ یوں عرض کرے۔ حضور آپ سچ سچ بیان کریں۔ گویا پیغمبر کے بیان میں غلطی اور جھوٹ بھی ہوتا ہے۔ اس لیے تاکید کر رہی ہیں کہ اس واقعہ میں آپ معمول کی طرح نہیں بلکہ سنجیدہ ہو کر حق ہی بیان کرنا۔ جس پر حضرت فاروق غصہ میں آگئے۔

فضیلت ۷ : اللہ تعالیٰ نے فرمایا عمر میں غرض دنیاوی ہرگز نہیں تھی

مَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا وَ اللّٰهُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَةَ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ. لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِیْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔

(پ ۱۰ ع ۵)

ترجمہ:

نبی کے پاس جب تک کہ وہ ملک میں غالب نہ آ جائے۔ قیدیوں کا ہونا مناسب نہیں ہے۔ تم سامان دنیا کے خواستگار ہو۔ اور خدائے تعالیٰ آخرت چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست اور حکمت والا ہے۔

(ترجمہ مقبول احمد)

اس آیت کے شان نزول میں "علامہ طبرسی" نے ایک طویل روایت نقل کی ہے۔ جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

مجمع البیان فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا اَوَّلُ حَرْبٍ لَقِیْنَا فِیْهِ الْمُشْرِکِیْنَ وَالْاِثْخَانُ فِی الْقَتْلِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اِسْتِبْقَاءِ الرِّجَالِ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَذَّبُوْکَ وَ اَخْرَجُوْکَ فَقَدِّمْهُمْ وَاضْرِبْ اَعْنَاقَهُمْ وَ مَکِّنْ عَلِیًّا مِنْ عَقِیْلٍ فَیَضْرِبَ عُنُقَهٗ وَ مَکِّنِّیْ مِنْ فُلَانٍ اَضْرِبْ عُنُقَهٗ فَاِنَّ هٰؤُلَاءِ اَئِمَّةُ الْکُفْرِ وَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ اَهْلُکَ وَقَوْمُکَ اِسْتَاْنِ بِهِمْ وَ اَسْتَبْقِ بِهِمْ وَ خُذْ مِنْهُمْ فِدْیَةً فَیَکُوْنُ لَنَا قُوَّةٌ عَلَی الْکُفَّارِ قَالَ اَبُوْ زَیْدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ نَزَلَ عَذَابٌ مِّنَ السَّمَآءِ مَا نَجَا مِنْکُمْ غَیْرُ عُمَرَ وَسَعْدُ ابْنُ مَعَاذٍ (تفسیر مجمع البیان جلد دوم جز چہارم ص ۵۵۹)

ترجمہ:

بدر کے قیدیوں کے بارے میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احباب سے مشورہ طلب فرمایا۔ تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ حضور! مشرکین

سے ہمارا پہلا مسلح مقابلہ ہے۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے۔ کہ ان کے قتل و ضرب میں شدت اختیار کرنی چاہیے۔ اور ان کو چھوڑ دینا میں پسند نہیں کرتا۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بولے۔ یا رسول اللہ! انہوں نے آپ کو جھٹلایا۔ گھر سے ہجرت پر مجبور کیا۔ لہٰذا انہیں تہ تیغ کریں۔ علی کو فرمائیں۔ کہ وہ عقیل کی گردن اڑائے مجھے فلاں میرا رشتہ دار دے دیں۔ میں اس کا کام تمام کرتا ہوں۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے رشتہ دار اور خاندان والے ہیں۔ انہیں کچھ نہ کہیں۔ اور ان کی جان معاف کر دیں۔ اور ان سے فدیہ لے لیں۔ جس سے کفار کے مقابلہ میں ہماری قوت بڑھ سکتی ہے۔

حضرت ابو زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر آسمان سے اللہ کا آج غضب و عذاب نازل ہوتا۔ تو عمر بن الخطاب اور سعد بن معاذ کے بغیر کوئی نہ بچ سکتا۔

مذکورہ آیت اور اس کی تفسیر سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب اپنی رائے یہ دی۔ کہ ان جھٹلانے والوں اور گھر سے نکالنے والوں کو ضرور قتل کر دینا چاہیے۔ تو یہ رائے ان کے ایمان کامل اور محبت صادق کی علامت تھی۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف اور جھٹلانے والا چاہیے۔ آپ کا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ وہ واجب القتل ہے۔ ایمان کامل کا یہی تقاضا بھی ہے۔

۲ - فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کو "ائمۃ الکفر" کہا جس سے معلوم ہوا۔ کہ ان کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اگر معاذ اللہ حضرت فاروقِ اعظم بھی جھٹلانے والے ہوتے۔ جیساکہ شیعہ لوگوں کا خیال ہے۔ تو پھر آپ کی رائے کچھ اور ہوتی۔ قتل کرنے کی نہ ہوتی۔

۳ - آیت مذکورہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی درست رائے کی تائید میں نازل ہوئی۔ اس کی مزید وضاحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمادی۔ کہ اگر اللہ کا عذاب آسمان سے آج نازل ہوتا تو عمر بن خطاب اور سعد بن معاذ کے بغیر کوئی نہ بچ سکتا۔

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی اس بارے میں رائے "اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ" کی تصویر تھی یہی پسند تھا۔ کہ دشمنانِ مصطفےٰ کے ساتھ نرمی نہیں ہونی چاہیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان دو حضرات کی سخت رائے کو درست قرار دیا۔

وہ لوگ جو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر تبرّو بازی کرتے ہیں۔ انہیں شرم کرنی چاہیے۔ کہ جس شخصیت کی تائید میں اللہ وحی نازل کرے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی صائب رائے پر شکریہ ادا کریں۔ ان کے بارے میں ایسی گستاخانہ روش آخر کون سی اسلام وایمان کی علامت ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

فضیلت ۸ : حضرت عمر حسنین کریمین کو اپنی اولاد سے عزیز اور افضل سمجھتے تھے۔

فتح عظیم

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ الْمَدَائِنَ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَيَّامِ عُمَرَ اَمَرَ عُمَرُ بِالْاَنْطَاعِ تُبْسَطُ فِي الْمَسْجِدِ فَاَوَّلُ مَنْ بُدِءَ اِلَيْهِ الْحَسَنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ

اعطنی حقی مما افاء الله علی المسلمین فقال عمر بالحب و الکرامة فامر له بالف درهم ثم انصرف فبدء الیه عبد الله بن عمر فامر له بخمس مائة درهم فقال له یا امیر المؤمنین انا رجل مشتد الضرب بالسیف بین یدی رسول الله صلی الله علیه وسلم و الحسن و الحسین علیهما السلام طفلان یدرجان فی سکک المدینة تعطیهم الفا الفا درهم و تعطینی خمس مائة فقال عمر نعم اذهب فاتنی باب کابیهما و ام کامهما و جد کجدهما و جدة کجدتهما و عم کعمهما و عمة کعمتهما و خالة کخالتهما و خال کخالهما فانک لا تاتینی بهم اما ابوهما فعلی المرتضی علیه السلام و امهما فاطمة الزهراء و جدهما محمد المصطفی و جدتهما خدیجة الکبری و عمهما جعفر بن ابی طالب و عمتهما ام هانی بنت ابی طالب و خالتهما رقیة و ام کلثوم بنتا رسول الله (ص)

وخالهما ابراهیم ابن رسول الله (ذبح عظیم ص ۷۵ تا ۷۸ مصنفہ سید اولاد حیدر فوق بلگرامی مطبوعہ کتب خانہ اثنا عشری لاہور)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو "مدائن" کی فتح عطا کی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کے تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ مال مسجد میں بکھیر دیا گیا۔ سب سے پہلے امام حسن رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ اور کہا۔ امیر المومنین! اللہ نے مسلمانوں کو مال غنیمت عطا کیا

اسی میں سے مجھے میرا حق عطا کیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بڑی محبت اور عزت سے ادا کرتا ہوں۔ تو ایک ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ پھر یہ تشریف لے گئے۔ اور ان کے بعد حضرت عمر کے بیٹے "عبداللہ" آئے۔ تو انہیں پانچ سو درہم دینے کو کہا۔ تو انہوں نے عرض کی۔ امیرالمومنین! میں تلوار کا بہت ماہر سپاہی اور مجاہد ہوں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میں تلوار بازی کی خدمات سرانجام دے چکا ہوں۔ حالانکہ اس وقت حسن و حسین بچے تھے۔ اور مدینہ کی گلیوں میں کھیلا کرتے تھے۔ آپ نے انہیں تو ایک ایک ہزار درہم عطا فرمائے۔ اور مجھے صرف پانچ سو۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ ٹھیک کہتے ہو۔ جاؤ ان دونوں کے باپ جیسا کہیں سے باپ ماں جیسی ماں، نانے جیسا نانا، نانی جیسی نانی۔ چچا جیسا چچا۔ پھوپھی جیسی پھوپھی، خالہ جیسی خالہ اور ماموں جیسا ماموں تو لاکر دکھاؤ تم یہ ہرگز نہیں لا سکتے۔ دیکھو ان کا باپ علی المرتضیٰ ان کی والدہ فاطمۃ الزہراء ان کے نانا محمد مصطفیٰ ان کی نانی خدیجۃ الکبریٰ ان کا چچا جعفر بن ابو طالب ان کی پھوپھی ام ہانی بنت ابی طالب ان کی خالہ رقیہ اور ام کلثوم اور ان کے ماموں ابراہیم بن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہم ہیں۔

فضیلت ۹ :

ذبح عظیم

عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ قَالَ حَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ قَالَ أَتَيْتُ عُمَرَ وَهُوَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَصَعِدْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ انْزِلْ عَنْ مِنْبَرِ أَبِي وَاذْهَبْ إِلَى مِنْبَرِ أَبِيكَ فَقَالَ عُمَرُ لَمْ يَكُنْ لِأَبِي مِنْبَرٌ فَأَخَذَنِي فَأَجْلَسَنِي مَعَهُ أُقَلِّبُ الْحَصَى بِيَدَيَّ فَلَمَّا نَزَلَ انْطَلَقَ بِي إِلَى مَنْزِلِهِ فَقَالَ مَنْ عَلَّمَكَ فَقُلْتُ وَاللَّهِ مَا عَلَّمَنِي أَحَدٌ قَالَ فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ خَالٍ بِمُعَاوِيَةَ وَابْنُ

عُمَرَ فِی الْبَابِ فَرَجَعَ فَرَجَعْتُ مَعَهٗ فَلَقِیَنِیْ بَعْدَ ذَالِکَ فَقَالَ لَمْ اَرَاکَ قُلْتُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنِّیْ جِئْتُ وَاَنْتَ خَالٍ بِمُعَاوِیَةَ فَرَجَعْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ اَنْتَ اَحَقُّ مِنْ اِبْنِ عُمَرَ

(ذبح عظیم ص ۵۰)

ترجمہ :

عبید بن حنین سے روایت ہے۔ کہ وہ کہتے ہیں۔ مجھے امام حسین رضی اللہ عنہ نے بات سنائی۔ کہ میں (حسین) ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ اس وقت وہ منبر پر بیٹھے خطبہ دے رہے تھے۔ میں منبر پر چڑھ گیا۔ اور کہا میرے باپ کے منبر سے اتر جاؤ۔ اور جاؤ اپنے باپ کے منبر پر چڑھ کر خطبہ دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں۔ تو اس کے بعد مجھے پکڑ کر منبر کے اوپر بٹھا دیا۔ میں ان کے ساتھ منبر پر بیٹھا کنکریوں سے کھیلتا رہا۔ جب خطبہ دینے سے فارغ ہوئے۔ تو مجھے لے کر اپنے گھر چلے۔ اور مجھ سے پوچھا۔ تمہیں یہ باتیں کس نے سکھائی ہیں! میں نے کہا۔ خدا کی قسم کسی نے نہیں سکھائیں۔ پھر امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں ایک مرتبہ پھر گیا۔ تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ سے تنہائی میں گفتگو فرما رہے تھے۔ اور ان کے بیٹے عبداللہ دروازہ پر تھے۔ جب ابن عمر لوٹے تو میں بھی آگیا۔ پھر ایک مرتبہ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے۔ تو کہنے لگے۔ بہت عرصہ ہوا۔ تمہیں دیکھا نہیں۔ میں نے کہا آپ کے پاس آیا تھا۔ لیکن آپ اس وقت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تنہائی میں گفتگو فرما رہے تھے۔ تو میں آپ کے بیٹے عبداللہ کے ساتھ واپس آگیا۔ تو حضرت عمر نے فرمایا۔ تم میرے نزدیک میرے بیٹے سے زیادہ

حق دار تھے۔

نوٹ :

"سیدا ولاد حیدر" نے اس واقعہ کو نقل کرنے سے پہلے اپنی تصنیف "ذبح عظیم" میں لکھا ہے۔ کہ اس روایت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوئی بلکہ اہل بیت کو جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے فضائل ومناقب ودیعت ہوئے۔ اس کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن یہ اس مصنف کی اپنی اختراع ہے۔ اور بد باطنی کا اظہار ہے۔ ورنہ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا امام حسین رضی اللہ عنہ کو فرمانا۔ "انت احق من ابن عمر" اس بات کی واضح دلیل ہے۔ کہ ان کے نزدیک امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت وعزت اپنے حقیقی بیٹے سے زیادہ تھی۔ اور یہ اس طرف اشارہ ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو امام حسین کو اتنی اہمیت دی۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ ہونے کی وجہ سے تھی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی محبت وعقیدت تھی۔ اسی طرح آپ کی اولاد امجاد سے بھی انہیں پیار تھا۔ اور حبِ محمد وآل محمد سے آپ سرشار تھے۔

فضیلت ۱۱ : حضرت علی فاروقِ اعظم کو منبرِ رسول پر بیٹھنے کا مستحق سمجھتے تھے۔

کشف الغمہ

عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ اَتٰى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ لَهٗ اَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِ اَبِيْ فَبَكٰى عُمَرُ ثُمَّ قَالَ صَدَقْتَ يَا بُنَيَّ مِنْبَرُ اَبِيْكَ لَا مِنْبَرُ اَبِيْ فَقَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا هُوَ وَاللّٰهِ عَنْ رَاْيِيْ فَقُلْتُ صَدَقْتَ وَاللّٰهِ مَا اتَّهَمْتُكَ يَا اَبَا الْحَسَنِ ثُمَّ نَزَلَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَاَخَذَهٗ فَاَجْلَسَهٗ اِلٰى جَانِبِهٖ

عَلَى الْمِنْبَرِ فَخَطَبَ النَّاسَ وَهُوَ جَالِسٌ عَلَى الْمِنْبَرِ مَعَهُ ثُمَّ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ سَمِعْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ احْفَظُونِي فِي عِتْرَتِي وَ ذُرِّيَّتِي فَمَنْ حَفِظَنِي مِنْهُمْ حَفِظَهُ اللهُ اَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى مَنْ اٰذَانِي فِيهِمْ ثَلَاثًا۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد ۲ ص ۴۱۶)

ترجمہ:

زید بن علی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ جمعہ کے دن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت منبر پر (خطبہ دے رہے تھے) حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میرے باپ کے منبر سے اتر جائیے۔ یہ سن کر عمر رو پڑے۔ اور فرمایا۔ بیٹا تو نے ٹھیک کہا۔ کہ یہ تیرے باپ کا منبر ہے میرے باپ کا نہیں۔ اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ بولے۔ خدا کی قسم! حسین نے میری رائے سے نہیں کہا۔ عمر نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ اللہ کی قسم! ابوالحسن میں آپ کو تہمت نہیں دیتا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑا اور اپنے برابر منبر پر بٹھالیا۔ اور عوام سے خطاب کیا جبکہ امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ منبر پر رونق افروز تھے۔ اس کے بعد فرمایا لوگو! میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ تم میری اور میری خاطر میری اولاد کی عزت کرو۔ اور جس نے میری خاطر ان کی حفاظت کی۔ اللہ اس کی حفاظت کرے۔ خبردار! میری اولاد کے بارے میں جس نے مجھے اذیت پہنچائی۔ اس پر اللہ کی لعنت۔ یہ جملہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔

فضیلت ۱۱: حضور علیہ السلام کی پیشین گوئی فاروق اعظم کے حق میں پوری ہوئی

حیات القلوب و بروایت دیگر مشت خاک از برائے آنحضرت فرستاد حضرت فرمود کرامت بزودی مالک زمین او خواہد شد۔ چنانچہ خاک از برائے من فرستاد۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۸۹، نولکشور طبع قدیم باب چہلم دربیان نوشتن نامہ با پادشاہ و سائرہ و قائع)

ترجمہ:

ایک دوسری روایت کے مطابق کسریٰ (شاہ ایران) نے خاک کی ایک مٹھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیجی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میری امت بہت جلد اس کی زمین (ملک) کی مالک بن جائے گی۔ جیسا کہ اس نے خود اپنی زمین کی مٹی مجھے بھیج دی ہے۔

فضیلت ۱۲: حضرت عمرؓ کے اسلام کے لیے حضور علیہ السلام نے دعا فرمائی۔

ابن حدید ثُمَّ قَالَ هٰذَا عُمَرُ اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَكَبَّرَ اَهْلُ الدَّارِ وَمَنْ كَانَ عَلَى الْبَابِ تَكْبِيْرَةً سَمِعَهَا مَنْ كَانَ فِي الْمَسْجِدِ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۔

(شرح نہج البلاغۃ ابن حدید جلد سوم ص ۱۴۲ فی کیفیۃ اسلام عمرؓ)

ترجمہ:

جب عمر بن الخطاب برہنہ تلوار لیے بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا۔ یہ عمر ہے۔ اے اللہ عمر کے ذریعہ اسلام کو عزت

بخش۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ تو اس پر گھر میں موجود تمام لوگوں نے اور دروازے پر کھڑے لوگوں نے بلند آواز سے تکبیر کہی۔ جس کو مسجد میں موجود مشرکین نے بھی سنا۔

لمحۂ فکریہ:

"ابن حدید" کی مذکورہ روایت سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود نہیں بلکہ حضور کی دعا کے صدقے مشرف باسلام ہوئے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے۔ کہ تمام صحابہ مرید اور فاروق مراد ہیں۔ عمر برہنہ تلوار لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی نیت سے آئے۔ اُسے دیکھ کر آپ نے اللہ کی بارگاہ میں اس کے لیے دعا فرمائی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ عمر فوراً اسلام لائے۔ اور ان کے اسلام لانے پر حاضرین نے بلند آواز سے تکبیر کہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حاضرین کا اس طرح تکبیر بلند کرنا صرف اس بنا پر تھا۔ کہ عمر اسلام لے آئے۔ تو جس طرح تمام صحابہ کرام کو عمر کا اسلام محبوب تھا۔ اسی طرح خود حضرت عمر بھی تمام کے محبوب تھے۔ لہٰذا اے شیعو! تمہیں ہر قسم کی بدگمانیاں چھوڑ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غلام اور ان کا محب بن جانا چاہیئے۔

اگر تمہارے کہنے کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی تکبیر بے حقیقت تھی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول نہیں ہوئی۔ تو پھر تم خود ہی بتاؤ۔ تمہارا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تعلق ہے۔ سوچو! اور بار بار سوچو۔ کہ تمہاری اس قسم کی ہٹ دھرمیوں سے کیا کیا نتائج سامنے آرہے ہیں۔

(الیس منکم رجل رشید)

٭ ٭ ٭

فضیلت ۱۳۰: حضرت علی نے فرمایا میں شاہد ہوں کہ اللہ کا رسول عمر پر راضی گیا

ابن حدید | قَالَ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ قَالَ دَخَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَلٰى عُمَرَ حِيْنَ اُصِيْبَ فَقَالَ اَبْشِرْ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ كَانَ اِسْلَامُكَ عِزًّا وَلَقَدْ كَانَ هِجْرَتُكَ فَتْحًا وَوِلَايَتُكَ عَدْلًا وَلَقَدْ صَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تُوُفِّيَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ اَبَا بَكْرٍ فَتُوُفِّيَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ وَلَقَدْ وَلِيْتَ فَمَا اخْتَلَفَ فِيْ وِلَايَتِكَ اِثْنَانِ قَالَ عُمَرُ اَتَشْهَدُ بِذَالِكَ؟ قَالَ فَكَعَّ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ عَلِيٌّ نَعَمْ نَشْهَدُ بِذَالِكَ۔

(شرح نہج البلاغہ ابن حدید جلد سوم بحث فی الآثار التی وردت فی موت عمر والکلام الذی قالہ عند ذلک ص ۱۴۶ ج ۳ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان پر قاتلانہ حملہ ہونے کے بعد حاضر ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ اللہ کی قسم! تمہارا اسلام عزت والا، تمہاری ہجرت فتح کی پیش خیمہ اور تمہاری ولایت سراسر عدل تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک تک تمہیں آپ کی صحبت نصیب رہی۔ اور آپ دنیا سے رخصت ہوتے وقت تم سے راضی ہو گئے۔ پھر حضرت ابوبکر کی صحبت میں تم رہے۔ وہ بھی خوشی، راضی تم سے الوداع ہوئے۔ تم جب خلیفہ بنے۔ تو پوری خلافت میں دو آدمی بھی آپ سے ناراض نہ ہوئے۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کیا تم اس کی گواہی دیتے

ہو؟ ابن عباس نے کچھ خاموشی اختیار کی۔ لیکن حضرت علی کرم وجہہ نے فرمایا۔
ہاں! ہم اس کی گواہی دیتے ہیں۔

آگے چل کر علامہ ابن حدید لکھتا ہے۔

ابن حدید | وَفِیْ رِوَایَۃٍ اُخْرٰی لَمْ تَجْزَعْ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَوَاللّٰہِ لَقَدْ کَانَ اِسْلَامُکَ عِزًّا وَ اِمَارَتُکَ فَتْحًا وَلَقَدْ مَلَاْتَ الْاَرْضَ عَدْلًا فَقَالَ اَتَشْهَدُ لِیْ بِذَالِکَ یَا ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ فَکَاَنَّهٗ کَرِہَ الشَّهَادَۃَ فَتَوَقَّفَ فَقَالَ لَهٗ عَلِیٌّ عَلَیْهِ السَّلَامُ قُلْ نَعَمْ وَاَنَا مَعَکَ فَقَالَ نَعَمْ۔

ترجمہ:

دوسری روایت میں ہے ابن عباس نے فرمایا اے امیرالمومنین آپ نہ رو ئیں۔ آپ کا اسلام عزت والا حکومت فتح کی علامت تھی آپ نے اس کو عدل سے بھر دیا۔ عمر فاروق نے فرمایا اے ابن عباس کیا تو اپنی اس بات کی گواہی دیتا ہے۔ اس پر انہوں نے توقف کیا گویا گواہی دینا بہتر نہ سمجھا تو علی مرتضٰے رضی اللہ عنہ نے ابن عباس سے کہا کہو میں گواہی دیتا ہوں اور میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ گواہی دینے میں اس وقت ابن عباس نے کہا ہاں میں گواہی دیتا ہوں

اس روایت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما تشریف لائے۔

۲۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم کے عادل ہونے اور ان کے

اسلام لانے کو مسلمانوں کے لیے باعث عزت گردانتا ہے۔

۳۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس امر کی تصدیق فرمائی۔ کہ فاروق اعظم کے دورِ خلافت میں کوئی بھی آپ کا مخالف نہ تھا۔

۴۔ فاروق اعظم نے جب ابن عباس کے ارشادات پر انہیں گواہ بنانے کا اظہار فرمایا۔ تو ابن عباس نرم پڑ گئے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پرزور الفاظ میں اس کی شہادت دینے کا اظہار فرمایا۔

اسی شرح میں اسی واقعہ کے بارے میں دوسری جگہ ایک اور روایت مذکور ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔ فَضَرَبَ عَلِیٌّ عَلَیْهِ السَّلَامُ بَیْنَ کَتِفَیْ فَقَالَ اشْهَدْ حضرت علی نے ابن عباس کے کندھوں کے درمیان زور سے ہاتھ مارا۔ اور کہا۔ گواہ بن جاؤ۔ ایک اور جگہ یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔ فقال له علی علیه السلام قل نعم وانا معك فقال نعم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابن عباس کو فرمایا کہو ہاں۔ تو انہوں نے کہا۔ ہاں میں گواہ بنتا ہوں۔

فضیلت ۱۷۔ حضرت ابن عباس نے گستاخانِ عمر فاروق پر خدا کی لعنت کی۔

مروج الذہب قَالَ مُعَاوِیَةُ اَیُّهَا یَا ابْنَ عَبَّاسٍ فَمَا تَقُوْلُ فِیْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ قَالَ رَحِمَ اللّٰهُ اَبَا حَفْصٍ عُمَرَ کَانَ وَاللّٰهِ حَلِیْفَ الْاِسْلَامِ وَمَاْوَى الْاَیْتَامِ وَمُنْتَهَى الْاِحْسَانِ وَمَحَلَّ الْاِیْمَانِ وَکَهْفَ الضُّعَفَاءِ وَمَعْقِلَ الْحُنَفَاءِ قَامَ بِحَقِّ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ صَابِرًا مُحْتَسِبًا حَتّٰى اَوْضَحَ الدِّیْنَ وَفَتَحَ الْبِلَادَ وَاٰمَنَ الْعِبَادَ فَاَعْقَبَ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَنَقَّصَهُ اللَّعْنَةَ اِلٰى یَوْمِ الدِّیْنِ۔

(مروج الذہب للمسعودی جلد ۲ ص ۱۵ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

حضرت معاویہ نے کہا۔ اے ابن عباس! عمر بن خطاب کے بارے میں تو کیا کہتا ہے۔ فرمایا۔ ابو حفص عمر پر خدا کی رحمت ہو۔ اللہ کی قسم! وہ اسلام کے سچے خیر خواہ یتیموں کے ماوٰی، احسان کے منتہی، ایمان کے محل، ضعیفوں کی جائے پناہ اور سچے لوگوں کی پناہ گاہ تھے۔ اللہ کے دین کی سربلندی کی خاطر صبر اور استقامت سے قائم رہے۔ یہاں تک کہ دین واضح ہوا۔ شہر فتح کئے۔ بندوں کو چین نصیب ہوا۔ اس شخص پر اللہ کی تا قیامت لعنت جو فاروق اعظم میں نقص و خرابی لگائے۔

مقام غور:

پچھلے اوراق میں منتہی الآمال جلد اول باب سوم فصل ہفتم کے حوالہ سے مذکور ہوا۔ کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ کے شاگرد اور مخصوص محبین میں سے تھے تو ابن عباس کا تعریف کرنا گویا حضرت علی کا تعریف کرنا ٹھہرا۔ تو جب حضرت ابن عباس نے بد دعا کی۔ کہ اے اللہ۔ عمر کے نقص نکالنے والے پر تا قیامت تیری لعنت۔ تو یہی بد دعا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھی ہوئی۔ اور جس کے لیے ابن عباس اور حضرت علی اس قسم کی بد دعا کریں۔ اس کا ٹھکانہ جہنم کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ لہذا شیعو! حضرت علی کی بد دعا سے بچو۔ اور جہنم سے چھوٹو۔ اور ابن عباس و علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی طرح فاروق اعظم کے ثنا خواں اور نام لیوا بن جاؤ۔ ورنہ کل قیامت کو پچھتاؤ گے۔ اور اس وقت پچھتاوا کچھ کام نہ دے گا۔

فضیلت ۱۵: فاروق اعظم سادگی اور عجز و انکساری میں بے مثال تھے۔

اخبار الطوال ص ۱۲۳ میں احمد بن داؤد دینوری شیعی نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

کی سیرت کا ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اخبار الطوال

وَكَتَبَ سَعْدٌ إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِالْفَتْحِ وَكَانَ عُمَرُ يَخْرُجُ فِي كُلِّ يَوْمٍ مَاشِيًا وَحْدَهُ لَا يَدَعُ أَحَدًا يَخْرُجُ مَعَهُ فَيَمْشِي عَلَى طَرِيْقِ الْعِرَاقِ مِيْلَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً فَلَا يَطْلَعُ عَلَيْهِ رَاكِبٌ مِنْ جِهَةِ الْعِرَاقِ إِلَّا سَأَلَهُ عَنِ الْخَبَرِ فَبَيْنَ هُوَ ذَالِكَ يَوْمًا طَلَعَ عَلَيْهِ الْبَشِيْرُ بِالْفَتْحِ فَلَمَّا رَاٰهُ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نَادَاهُ مِنْ بَعِيْدٍ مَا الْخَبَرُ قَالَ فَتَحَ اللهُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَانْهَزَمَتِ الْعَجَمُ وَ جَعَلَ الرَّسُوْلُ يُخِبُّ نَاقَتَهُ وَعُمَرُ يَعْدُوْ مَعَهُ وَ يَسْأَلُهُ وَ يَسْتَخْبِرُهُ وَالرَّسُوْلُ لَا يَعْرِفُهُ حَتّٰى دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ كَذَالِكَ فَاسْتَقْبَلَ النَّاسُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُسَلِّمُوْنَ عَلَيْهِ بِالْخِلَافَةِ وَاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ فَقَالَ الرَّسُوْلُ وَ قَدْ تَحَيَّرَ سُبْحَانَ اللهِ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلَّا اَعْلَمْتَنِيْ فَقَالَ عُمَرُ لَا عَلَيْكَ ثُمَّ اَخَذَ الْكِتَابَ فَقَرَأَهُ عَلَى النَّاسِ -

(الاخبار الطوال ص ۱۲۳ تا ۱۲۴ مصنفہ احمد بن داؤد الدینوری مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم کو فتح کا پیغام تحریر کیا۔ ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا۔ کہ روزانہ بلا ناغہ اکیلے ہی عراق کی طرف جاتے

راستہ پر دو دو تین تین میل نکل جاتے۔ اور عراق کی طرف سے جب کوئی سوار آتا نظر پڑتا۔ تو اُسے جنگ کے بارے میں پوچھتے۔ اتفاقاً ایک دن عراق کی جانب سے فتح کی خوشخبری دینے والا بھی آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دور سے اُسے آواز دی۔ کوئی خبر لائے ہو؟ کہنے لگا۔ اللہ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور کفار (عجم) شکست کھا گئے۔ یہ کہا۔ اور اس پیغامبر نے اونٹنی دوڑائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی پیدل اس کے ساتھ دوڑتے چلے آ رہے تھے اور جنگ کے واقعات پوچھ رہے تھے۔ لیکن اس ایلچی کو اس بات کا قطعاً علم نہ تھا۔ کہ یہی خلیفہ وقت ہیں۔ یہاں تک کہ مدینہ میں داخل ہو گئے۔ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بڑھ کر سلام کرنے لگے۔ کیوں کہ آپ خلیفہ تھے۔ ایلچی نے حیران ہوتے ہوئے کہا سبحان اللہ! امیر المومنین! آپ نے مجھے اپنے متعلق بتایا ہی نہیں۔ تو حضرت عمر نے فرمایا۔ تمہیں کوئی سزا نہیں۔ یہ کہہ کر رقعہ لیا۔ اور مسلمانوں کو پڑھ کر سنایا۔

فضیلت ۱۶ محبوبانِ رسول حضرت عمر کے نزدیک اپنی اولاد سے بھی افضل و عزیز تھے۔

منتخب التواریخ

روایت نمودہ اند کہ عمر ابن خطاب بجہت اسامہ بن زید پنج ہزار دینار از بیت المال مقرر کردہ واز برائے پسر خود عبد اللہ دو ہزار دینار۔ عبد اللہ گفت اسامہ را برمن ترجیح دادی۔ وحال آنکہ من از غزوات حضرت پیغمبر دیدہ ام آنچہ را کہ او ندیدہ۔ عمر گفت بجہت آں کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم او را از پدر تو پیشتر دوست میداشت۔

(منتخب التواریخ مطبوعہ تہران فصل ہفتم ص ۹۶)

ترجمہ:

روایت ہے۔ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ بن زید کے لیے پانچ ہزار دینار بیت المال سے مقرر فرمائے۔ اور اپنے بیٹے

عبداللہ کے لیے صرف دو ہزار دینار عبداللہ نے کہا۔ ابا جان! آپ نے اسامہ کو مجھ پر فوقیت دی۔ حالانکہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شرکت کا موقعہ ملا۔ اور میں نے وہ کچھ دیکھا۔ جو اسامہ نے نہیں دیکھا۔ عمر بن خطاب نے فرمایا۔ وجہ یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ بن زید کو تمہارے باپ سے زیادہ دوست رکھتے تھے۔

فاعتبروا یا اولے الابصار

فضیلت ۱۷

المناقب | وَفِیْ رِوَایَۃِ یَحْیَی بْنِ عَقِیْلٍ اَنَّ عُمَرَ قَالَ لَا اَبْقَانِی اللہُ بَعْدَکَ یَا عَلِیُّ۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد دوم ص ۳۶۰ مطبوعہ قم طبع جدید باب فی قضایاہ علیہ السلام فی عہد الثانی)

ترجمہ:

یحیی بن عقیل کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے علی المرتضیٰ! اللہ تعالیٰ تمہارے بعد مجھے زندہ نہ رکھے۔

فضیلت ۱۸ حضرت علی عمر فاروق کے عمل کو مشعل راہ سمجھتے تھے

اخبار الطوال | قَالُوْا وَکَانَ مُقَدَّمَہٗ الْکُوْفَۃَ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ لِاثْنَتَیْ عَشَرَۃَ لَیْلَۃً خَلَتْ مِنْ رَجَبٍ سَنَۃَ سِتٍّ وَثَلَاثِیْنَ فَقِیْلَ لَہٗ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَتَنْزِلُ الْقَصْرَ قَالَ لَا حَاجَۃَ لِیْ فِیْ نُزُوْلِہٖ لِاَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کَانَ یُبْغِضُہٗ وَلٰکِنِّیْ نَازِلٌ

الرَّاحِبَةِ. ثُمَّ اَقبَلَ حَتّٰی دَخَلَ الْمَسْجِدَ الْاَعْظَمَ فَصَلَّیٰ رَکعَتَیْنِ ثُمَّ نَزَلَ الرَّحْبَۃَ۔

(اخبار الطوال ص ۱۵۲ مصنفہ احمد بن داؤد الدینوری مطبوعہ بغداد طبع جدید)

ترجمہ:

انہوں نے کہا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کوفہ میں تشریف لانا بارہ ۱۲ رجب بروز پیر ۳۶ھ کو ہوا۔ تو آپ سے عرض کی گئی۔ کہ قصر امارت میں قیام فرمائیں گے فرمایا۔ نہیں۔ کیوں کہ ایسی جگہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ٹھہرنا پسند نہیں فرمایا کرتے تھے۔ اس لیئے عام مکان میں قیام کروں گا۔ پھر آپ نے جامع مسجد کو زینت تشریف لا کر دو رکعت پڑھا۔ پھر ایک عام مکان میں قیام فرمایا۔

خلاصہ کلام:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت قابل اتباع تھی۔ اسی اتباع کا نتیجہ تھا۔ کہ کوفہ میں جا کر آپ نے قصر شاہی میں قیام کو مسترد فرما دیا۔ اور صاف صاف کہہ دیا۔ کہ میرے لیے سیرت فاروق مشعل راہ ہے۔ جب انہوں نے عام مکان میں قیام فرمایا تھا۔ تو میں بھی ان کے اتباع میں ادنیٰ اور عام مکان ہی میں سکونت رکھوں گا۔ اس سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زندگی تکلفات سے کوسوں دور تھی۔ وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت سے کتنا لگاؤ تھا۔ اور ایسا لگاؤ بغیر دلی محبت کے ناممکن ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضرات خلفاء راشدین باہم شیر و شکر تھے۔

٭ ٭ ٭

فضیلت ۱۹

ابن حدید | وَرَوَى الْمِسْوَرُ بْنُ مُخْرِمَةَ اَنَّ عُمَرَ لَمَّا طُعِنَ اُغْمِيَ عَلَيْهِ طَوِيْلًا فَقِيْلَ اِنَّكُمْ لَمْ تُوْقِظُوْهُ بِشَيْءٍ مِثْلَ الصَّلٰوةِ اِنْ كَانَتْ بِهٖ حَيَاةٌ فَقَالُوْا الصَّلٰوةُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الصَّلٰوةُ قَدْ صُلِّيَتْ فَانْتَبَهَ فَقَالَ الصَّلٰوةُ لَا وَاللّٰهِ لَا اَتْرُكُهَا لَاحَظَّ فِى الْاِسْلَامِ لِمَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ فَصَلّٰى وَاِنَّ جُرْحَهُ لَيَنْبَعِثُ دَمًا۔

(ابن حدید شرح نہج البلاغۃ جلد ۳ ص ۱۴۶ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

مسور بن مخرمہ سے روایت ہے۔ کہ جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے۔ تو انہیں طویل غشی آئی۔ تو کہا گیا۔ کہ تم لوگ فاروق اعظم کو نماز کے علاوہ کسی اور چیز سے ہوش میں نہیں لا سکتے۔ بشرطیکہ آپ زندہ ہوں۔ تو لوگوں نے کہا۔ الصلوٰۃ یا امیر المومنین یہ سن کر آپ کو ہوش آیا۔ اور نماز پڑھی۔ پھر فرمایا۔ اللہ کی قسم میں نماز کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ کیوں کہ جس نے نماز کو چھوڑ دیا۔ اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ آپ نے نماز پڑھی۔ اور زخموں سے خون بہہ رہا تھا۔

خلاصہ کلام:

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو احکام اسلام سے اتنا قلبی لگاؤ تھا اور خاص کر نماز کے بارے میں اس قدر محتاط تھے۔ کہ شدید تکلیف میں بھی اسے موخر کرنا گوارا نہ فرماتے۔ ایسے وقت صرف نماز ادا ہی نہیں فرمائی۔ بلکہ اس کی اہمیت کی تبلیغ بھی فرمائی۔ کہ بے نماز کا اسلام

میں کوئی حصہ اور مقام نہیں ۔ " ابن حدید شیعی " اس روایت سے خود تسلیم کرتا ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نماز کو اتنی اہمیت دیتے تھے ۔ جو محتاج بیان نہیں ۔ شدید اور طویل غشی سے افاقہ کی صورت " الصلوٰۃ " کی آواز تھی ۔

مقام غور ہے ۔ کہ جس شخصیت کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی ادائیگی سے اتنی محبت ہے ۔ کہ شدید تکلیف کے ہوتے ہوئے اس کی قضاء گوارا نہیں فرمائی ۔ تو اسی شخصیت کو حقوق العباد خصوصاً آل رسول کے حقوق کی پاسداری کا کتنا خیال ہوگا ۔ جب کہ یہ امر متفق علیہ ہے ۔ کہ " حقوق اللہ " کی معافی تو ہو جائے گی ۔ لیکن " حقوق العباد " بندے کے معاف کرنے کے بغیر معاف نہیں ہوں گے ۔ تو ایسے اہم حقوق کو ایسا شخص کب غصب کر سکتا ہے ؟ لہٰذا معلوم ہوا ۔ کہ فاروق اعظم کی ذات پر " باغ فدک " کے غصب کا الزام محض " باطل الزام " ہے ۔ جس کا کوئی تصور تک نہیں کر سکتا ۔

فضیلت نمبر ۲۰ : بقول علی اللہ کا رسول بوقت وصال عمر فاروق سے راضی گیا

ابن حدید | وَرَوَى الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ اَيْضًا قَالَ لَمَّا طُعِنَ عُمَرُ جَعَلَ يَأْلَمُ وَيَجْزَعُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَلَا كُلُّ ذَالِكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَقَدْ صَحِبْتَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَهٗ ثُمَّ فَارَقْتَهٗ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ وَصَحِبْتَ اَبَا بَكْرٍ وَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَهٗ وَفَارَقَكَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ الْمُسْلِمِيْنَ فَاَحْسَنْتَ اِلَيْهِمْ وَفَارَقْتَهُمْ وَهُمْ عَنْكَ رَاضُوْنَ ۔

(ابن حدید شرح نہج البلاغہ جلد ۳ ص ۱۴۶ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ :

مسور بن مخرمہ سے ہی یہ روایت ہے ۔ کہ حضرت عمر زخمی ہوئے ۔ تو آپ

تکلیف کی وجہ سے پریشان تھے۔ حضرت ابن عباس نے کہا۔ اے امیر المومنین آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی۔ اور اچھی صحبت کی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوئے۔ اور آپ تم سے راضی تھے۔ ابوبکر صدیق کی تمہیں صحبت میسر آئی۔ اس صحبت کا بھی آپ نے حق ادا کر دیا۔ حتیٰ کہ ابوبکر بوقتِ وصال تم سے خوش تھے۔ پھر تم نے دوسرے مسلمانوں کی صحبت کی۔ ان کے ساتھ صحبت اچھی رہی۔ آپ انہیں چھوڑے جا رہے ہیں۔ وہ سب آپ سے راضی ہیں۔

خلاصہ کلام:

"ابن حدید شیعی" نے اس روایت میں یہ بات واضح طور پر بیان کی۔ کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس دارِ فانی سے رخصت ہو رہے تھے۔ تو بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس وقت کے تمام مسلمان آپ سے خوش تھے۔ اور ابوبکر صدیق بھی راضی خوشی ان سے رخصت ہوئے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سے راضی خوشی گئے۔ تو جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی اس پر اللہ بھی راضی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب انتقال فرمایا۔ تو اس وقت موجود تمام مسلمان (بشمول اہلبیت) آپ سے راضی خوش تھے۔ اور صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ دیگر خلفاء اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ذات باری تعالےٰ سبھی راضی تھے۔

ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ

فضیلت ۲۱ حضرت عمر کے نزدیک گستاخِ علی گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

امالی طوسی | حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ لَهِيْعَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ وَقَعَ رَجُلٌ فِيْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِمَحْضَرِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ تَعْرِفُ صَاحِبَ

هٰذَا الْقَبْرِ اَمَا تَعْلَمُ اَنَّهٗ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَ عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَيْلَكَ لَا تَذْكُرَنَّ عَلِيًّا اِلَّا بِخَيْرٍ فَاِنَّكَ اِنْ تَنَقَّصْتَهٗ اٰذَيْتَ هٰذَا فِي قَبْرِهٖ ۔

(امالی شیخ طوسی ص ۴۵ - ۴۶ مصنفہ ابی جعفر محمد بن الحسن الطوسی مطبوعہ ایران)
(امالی شیخ صدوق المجلس الحاوی والتسعون ص ۲۲۴)

ترجمہ :

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق چند نازیبا الفاظ کہے۔ اس پر آپ سے حضرت عمر نے فرمایا۔ کیا تو اس قبر والے کو نہیں جانتا۔ یہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔ اور جس کو تو نے برا بھلا کہا۔ وہ علی بن ابو طالب بن عبدالمطلب ہیں۔ تیری تباہی ہو۔ علی کا بجز خیر ہرگز نام نہ لو۔ اگر تو نے ان کی شان میں کچھ نازیبا الفاظ کہے۔ تو یقیناً صاحب قبر کو تکلیف پہنچائی۔

خلاصہ کلام :

روایت مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اتنی گہری عقیدت تھی۔ کہ ان کی عدم موجودگی میں ان کے بارے نازیبا الفاظ سننے برداشت نہ کئے۔ اور آپ کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ گستاخِ علی دراصل گستاخِ رسولِ خدا ہے۔

فضیلت ۲۲ حضرت علی نے عمر فاروق کے نامۂ اعمال کیساتھ اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونیکی تمنا کی۔

معانی الاخبار | عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ مُفَضَّلِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ مَعْنٰى قَوْلِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ

صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ لَمَّا نَظَرَ اِلَى الثَّانِيْ وَهُوَ مُسَجّٰى بِثَوْبِهٖ مَا اَحَدٌ اَحَبُّ اِلَىَّ اَنْ اَلْقَى اللّٰهَ بِصَحِيْفَتِهٖ مِنْ هٰذَا الْمُسَجّٰى۔ (معانی الاخبار للشیخ الصدوق ص ۴۱۲ طبع جدید بیروت)

ترجمہ:

شیخ صدوق نے باسند ایک حدیث ذکر کی جس میں ذکر کیا گیا ہے۔ کہ ایک مرتبہ فضل بن عمر نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کفن دیا جا چکا تھا۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا تھا۔ اس کا کیا مطلب تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ مطلب تھا۔ کہ میرے نزدیک کوئی عمل اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں۔ کہ جب میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں۔ تو اس کفن پہنے ہوئے یعنی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اعمال نامے کے ساتھ ملاقات کروں۔

فضیلت ۲۲: حضرت عمرؓ حضرت علی کیساتھ ہی زندگی گزارنے کو پسند کرتے تھے

امالی طوسی | فَقَالَ عُمَرُ لَا عِشْتُ فِيْ اُمَّةٍ لَسْتَ فِيْهَا يَا اَبَا الْحَسَنِ۔

(امالی طوسی جلد دوم ص ۹۲ مطبوعہ قم طبع جدید الجزء السابع عشر)

ترجمہ:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے ابوالحسن! مجھے ایسی قوم میں رہنا اور زندگی گزارنا ہرگز پسند نہیں جس میں تم نہ ہو۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اتنی عقیدت و محبت تھی۔ کہ ان سے جدائی ناقابل برداشت سمجھتے تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فاروق اعظم کی عظمت شان کا اس قدر اقرار تھا۔ کہ ان کے اعمال نامے کو اپنے لیے

سب سے بہترین سرمایہ شمار کرتے تھے۔ ان دو مستند روایات کے پڑھ لینے کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ کہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی باہمی عداوت و دشمنی تھی۔ ایک دوسرے سے ناراض تھے۔ تو اس سے بڑھ کر انصاف و حق کا خون کرنا اور کیسے ہو سکتا ہے۔

فضیلت ۲۴:

زمانہ فاروقی میں اسلام ہر طرح کے فتنوں سے محفوظ ہو کر صراطِ مستقیم پر گامزن رہا

فیض الاسلام | امام علیہ السلام در حق عمر ابن خطاب فرمودہ است و (بعد از ابو بکر) فرمانروائے بر مردم فرمانداری (عمر بمقام خلافت نشست) پس (امر خلافت را) برپا داشت و ایستادگی نمود (بر ہمہ تسلط یافت) تا آں کہ دین قرار ہم گرفت (ہمچنانکہ شتر ہنگام استراحت پیش گردنِ خود را بر زمین نہد، اشارہ بانیکہ اسلام پس از فتنہ و ہیاہوی بسیار از او تمکین نمودہ زیر بارش رفتند۔

(فیض الاسلام شرح فارسی، نہج البلاغۃ ص ۱۰۳۰ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے کلام میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا۔ کہ عمر فاروق، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ مقرر ہوئے۔ پھر امر خلافت کو مستحکم کیا اور سب پر تسلط حاصل کر لیا۔ یہاں تک کہ دین اسلام مضبوط ہو گیا۔ جس طرح اونٹ اپنے آرام کرنے

کے وقت گردن کو زمین پر رکھ دیتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گویا اس طرف اشارہ تھا۔ کہ بہت سے شور و غل اور افراتفری کے بعد اسلام میں سکون آگیا۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اہل اسلام آپ کے احسان کے زیر سایہ پر سکون زندگی بسر کرنے لگے۔

فضیلت نمبر ۲۵: نبی علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق عمر رضی نے سراقہ کو کنگن پہنائے۔

المناقب: وَنَظَرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَىٰ ذِرَاعَيْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكٍ دَقِيقَتَيْنِ أَشْعَرَيْنِ فَقَالَ كَيْفَ بِكَ يَا سُرَاقَةَ إِذَا لَبِسْتَ بَعْدِي سِوَارَيْ كِسْرَىٰ فَلَمَّا فُتِحَتْ فَارِسُ دَعَاهُ عُمَرُ وَأَلْبَسَهُ سِوَارَيْ كِسْرَىٰ۔

(۱) مناقب ابن شہر آشوب جلد اول ص ۱۰۹ فی معجزات اقوالہ (ص) مطبوعہ قم طبع جدید)

(۲) حیات القلوب جلد دوم ص ۷۴۷ باب بست و دوم در بیان اخبار از مغیبات۔ مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ:

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سراقہ بن مالک کی پتلی اور بالوں سے بھری ہوئی کلائیوں کی طرف دیکھا تو فرمایا اے سراقہ! تیری کیا شان ہو گی جب تجھے میرے بعد کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے لہٰذا جب ایران فتح ہوا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سراقہ بن مالک کو طلب کیا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کو پورا کرتے ہوئے۔ سراقہ بن مالک کے ہاتھوں میں کنگن پہنا دیئے۔

حاصل کلام:

یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پوری ہوئی۔ جس سے ثابت ہوا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نائب رسول ہیں اس لیے آپ نے فتح فاروقی کو اپنی فتح قرار دیا۔ دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد الہی کو پورا کرنے میں بڑے حریص تھے۔ کہ آپ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کو پورا کرتے ہوئے فوراً سراقہ کو گراں قیمت سنہری کنگن پہنا دیے۔

فضیلت ۲۶

مناقب | وَ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِسَلْمَانَ اَنْ سَيُوْضَعُ عَلٰى رَاسِكَ تَاجُ كِسْرٰى فَوَضَعَ التَّاجُ عَلٰى رَاْسِهٖ عِنْدَ الْفَتْحِ۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد اول ص ۱۰۹ فی معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ قم طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب فارس فتح ہو گا۔ تو تیرے سر پر کسریٰ کا تاج رکھا جائے گا۔ چنانچہ جب فارس فتح ہوا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کے سر پر (کسریٰ کا) تاج رکھ دیا۔

فضیلت ۲۷ عمر رضی اللہ عنہ نہایت متقی تھے اور بقول علی رضی اللہ عنہ ان کی فتوحات اللہ کی فتوحات ہیں۔

نہج البلاغہ | لِلّٰهِ بِلَادُ فُلَانٍ فَلَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ وَ دَاوَى الْعَمَدَ وَ اَقَامَ السُّنَّةَ وَ خَلَّفَ الْفِتْنَةَ ذَهَبَ نَقِيَّ الثَّوْبِ قَلِيْلَ الْعَيْبِ اَصَابَ خَيْرَهَا وَ سَبَقَ شَرَّهَا اَدّٰى

اِلَی اللہِ طَاعَتَهٗ وَاتَّقَاهُ بِحَقِّهٖ۔

(نہج البلاغۃ خطبہ ۲۲۸ ص ۵۰۔۳ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے شہروں میں برکت دے۔ انہوں نے ٹیڑھی راہ کو سیدھا کیا اور بیماری کا علاج کیا (مختلف شہروں کے باشندوں کو دین اسلام کی طرف پھیرا) سنت کو قائم کیا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو جاری کیا۔ اور فتنے کو پس پشت ڈالا۔ (آپ کا زمانہ فتنہ و فساد سے پاک رہا) اور دنیا سے کم عیب اور پاک جامے کر رخصت ہو گئے۔ اور خلافت کی بھلائیوں کو پایا۔ اور اس کے شر سے پہلے چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حق ادا کیا۔ اور اس کی نافرمانی سے پرہیز کیا۔

حاصل کلام:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کلام سے ثابت ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب سے ایمان قبول کیا، آخری دم تک اپنے دامن نظیف کو معصیت (ظلم و ستم) سے آلودہ نہیں کیا۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے الفاظ ذہب نقی الثوب اس پر دلالت کرتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ آپ نے احکام شرع کو یوں نافذ کیا جیسا کہ نافذ کرنے کا حق ہے۔ جب کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ (فرمان علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے مطابق) اوصاف مذکورہ سے مزین اور موصوف تھے۔ اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے زمانہ کی اسلامی فتوحات کے ذریعے حاصل ہونے والے شہروں میں اضافہ و برکت کی دعا مانگی۔ اگر معاذ اللہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا زمانہ، جور و جفا کا زمانہ تھا تو پھر اس جور و جفا کے ذریعے حاصل ہونے والے شہروں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ خیر و برکت کی دعا کیوں مانگ رہے ہیں؟

ایک طرف تو حضرت علی رضی اللہ عنہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نعت گوئی اور اوصاف بیانی کر رہے ہیں اور دوسری طرف تمام نہاد شیعانِ علی اور بناوٹی محبان اہل بیت اُن کی ذات اقدس پر لعن طعن اور تبرہ بازی کرنا اپنا مین ایمان اور جزو مسلک سمجھتے ہیں۔

اب ہم قارئین کرام سے ہی انصاف طلب ہیں کہ آیا شیر خدا، حیدر کرار، باب مدینۃ العلم کی کلام گوہر بار سچی ہے یا ان کذابوں (شیعوں) اور صحابہ کرام، خصوصاً عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ازلی دشمنوں کی بکواسات قابل سماعت ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ جو کچھ اسد اللہ الغالب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمایا ہوا ہے حق ہے۔

(فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ)

فاروقی لشکر کی خدا نے مدد فرمائی

ناسخ التواریخ ،

خلافت عمر فاروق رض کے دوسرے سال میں مشہور جنگ قادسیہ ارض فارس میں لڑی گئی جس کے لیے عمر فاروق نے اولاً سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی کمان میں تیس ہزار کا لشکر دے کر بھیجا پھر جب آپ کو لشکر کفار کی کثرت کا علم ہوا تو امداد کے لیے تیس ہزار کا مزید لشکر ابو عبیدہ بن الجراح کی امارت میں بھیجا۔ جیساکہ شیعہ مؤرخ مرزا تقی نے ناسخ التواریخ تاریخ خلفا جلد دوم ص۲۸ اور ص۳۲ پر لکھا ہے۔ کفار کا لشکر رستم پہلوان کی کمان میں تھا۔ کئی دن گھمسان کی جنگ ہوئی پانچویں روز جو لڑائی چلی تو سورج غروب ہو جانے کے باوجود بند نہ ہوئی رات بھر خوفناک جنگ ہوتی رہی اس رات کا نام لیلۃ الہریر تاریخ میں آیا ہے اگلا روز آیا تو لڑتے لڑتے دوپہر ہو گئی۔ دونوں لشکر ایک دوسرے کو بالوں سے کھینچ کر مار رہے تھے۔ غبار اتنا بلند ہو چکا تھا۔ کہ ایک دوسرے کو پہچاننا مشکل تھا۔ کوئی کسی کی آواز نہیں سمجھ پا رہا تھا۔ اس وقت رب کریم نے کرم فرمایا اور سورج کے ڈھلتے ہی ہوا کے تیز جھکڑ چلنے سے شروع ہو گئے۔ اور سارا گرد و غبار لشکر کفار پہ پڑنا شروع ہو گیا جس کے آگے وہ عاجز آ گئے۔ اسلامی فوج نے انہیں کتوں کی طرح بھگانا شروع کیا ایک شخص نے بڑھ کر رستم کا سر کاٹ لیا۔ اور اسلام کو فتح ہو گئی۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفا جلد دوم ص۱۶ طبع جدید مطبوعہ تہران دوران خلافت عمر بن الخطاب)

فاروقی لشکر طغیانی میں آیا ہوا دریا پیدل عبور کر گیا

ناسخ التواریخ :

قادسیہ کی جنگ فتح کرنے پر لشکر اسلام نے بھاگنے والوں کا تعاقب شروع کیا کفار بھاگتے ہوئے مدائن کے قریب ایک بستی میں پہنچے جہاں انہوں نے اپنے پاس موجود کھانے پینے کی تمام چیزوں کو زہر آلود کر کے بستی میں رکھ دیا۔ آگے قریب ہی دریائے دجلہ تھا جسے کفار عبور کر گئے اور بعد میں پل توڑ دیا۔ اور مدائن میں آ داخل ہوئے۔ اسلامی لشکر جب اس بستی میں پہنچا۔ سخت بھوک اور پیاس تھی۔ مرزا تقی کی کلام سنیے۔

اما عرب چوں با ساباط رسید ہمہ گرسنہ و تشنہ آں طعامہائے زہر آلود و آبہائے ناگوار را نجور دند و بیاشامیدند عجب آنکہ ہیچگونہ زیاں ندیدند۔

ترجمہ۔

عرب فوج جب ساباط نامی گاؤں میں پہنچی تو سب بھوکے اور پیاسے تھے انہوں نے وہ زہر آلود کھانے کھائے اور مسموم پانی پیا۔ مگر تعجب ہے کہ کسی کا کچھ زیاں نہ ہوا۔

وہاں سے نکل کر اسلامی لشکر جب دریائے دجلہ کے کنارہ پہنچا تو کفار دریا پار کر چکے تھے اور کشتیاں خاکستر ہو گئی تھیں۔ اس وقت اسلامی لشکر نے دیکھا کہ دریائے دجلہ شدید طغیانی میں تھا۔ مگر انہوں نے خدا پر توکل کرتے ہوئے عجب فیصلہ کیا۔ مرزا تقی کہتا ہے۔

آنگاہ سرداراں و سرہنگاں و دیگر لشکر ہمدست و ہمگروہ بانگ بر

اسپہا زدندو در آب راندند و ہمی تکبیر و تہلیل گفتند و خدا را بدیں سخن یاد کردند
اَللّٰھُمَّ لَا اَجْرَ اِلَّا اَجْرُکَ سعد بن وقاص نیز فرس در دجلہ افگند
و خداوند چناں ایشاں را بکنار آورد کہ ہیچ کس را زیانے و زحمتے نرسید

ترجمہ۔

اس وقت سرداران و سالارانِ لشکر اور سارے لشکر نے مل کر گھوڑوں کو للکارا اور انہیں دریا میں ڈال دیا۔ تکبیر و تہلیل کہنی شروع کی اور اللہ کو ان الفاظ میں یاد کرنا شروع کیا۔ اے اللہ تو ہی اجر دینے والا ہے سعد بن ابی وقاص نے بھی دریا میں گھوڑا ڈال دیا۔ اللہ نے انہیں اس طرح دریا سے نکالا کہ کسی کا کچھ زیاں نہ ہوا۔

آگے جو کچھ ہوا وہ مختصراً یہ ہے کہ دریائے دجلہ کے قریب ہی آباد شہر مدائن میں چونکہ لشکر کفار داخل ہوا تھا وہاں حصار شہر پر کھڑے کفار نے لشکر اسلامی کا اس شان سے دریا عبور کرنا دیکھا تو یزدجرد پکار اٹھا یہ انسان نہیں دیو ہیں۔ اور یہ کہہ کر شہر خالی کر جانے کا حکم دے دیا۔ جب فاروقی لشکر مدائن میں داخل ہوا تو ایک فرد بھی وہاں نہ تھا۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد دوم ص ۶۲ و ص ۶۳)

معلوم ہوا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ رسول کریم کے انہی خلفاء میں سے ہیں۔ جن کی خلافت کا اللہ نے اپنے رسول سے وعدہ فرمایا اور یہ بھی وعدہ فرمایا کہ ان خلفاء کے دور میں اسلام کو زمین میں غلبہ حاصل ہو گا دیکھئے آیۂ استخلاف پارہ ۱۸ رکوع ۱۲

چنانچہ شیعہ مؤرخین نے ثابت کر دیا کہ وہ غلبہ اسلام دور فاروقی میں ظاہر ہوا اور اعتراف کر لیا کہ خلافتِ فاروقی وعدہ قرآنی کا صحیح مصداق ہے۔

فاروق اعظم خنجر کے زخموں سے تڑپتے رہے مگر لوگوں کو نماز مکمل کرنیکا حکم دیا

ناسخ التواریخ:

اینوقت ابو لؤلؤ از صف جدا شد و بر عمر در آمد و او را از چپ و راست شش ضربت بزد بر بازو و شکم و از آن زخمہا زخمے گراں بر زیر ناف آمد و از پائے در آفتاد و بانگ در داد کہ عبدالرحمان کجاست گفتند حاضر است گفت از پیش روئے صف شو و نماز را بپائے برد عبدالرحمٰن پیش شد و در رکعت اول فاتحہ و قل یا ایہا الکافرون قرأت کرد و در رکعت ثانی قل ہو اللہ احد بخواند۔

(ناسخ التواریخ خلفاء جلد سوم ص ۹۴ طبع جدید

ترجمہ۔

اس وقت (جب نماز شروع ہو گئی) ابو لؤلؤ صف میں سے آگے نکلا اور عمر فاروق (امام) پر حملہ آور ہوا اور دائیں بائیں سے بازو اور پیٹ پر چھ زخم لگائے ان میں سے زیادہ گہرا زخم ناف کے نیچے آیا۔ اور عمر فاروق گر پڑے اور باواز بلند کہا عبدالرحمٰن کہاں ہے کہا گیا حاضر ہے۔ فرمایا صف سے آگے آئے اور نماز مکمل کروائے عبدالرحمٰن آگے آئے اور پہلی رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور دوسری میں قل ہو اللہ احد پڑھی۔

نتیجہ:

قرآن کریم میں رب العالمین نے ارشاد فرمایا۔

وَلَيَنصُرَنَّ اللّٰهُ مَن يَنصُرُهُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ
الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ
وَآتَوُا الزَّكٰوةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَ
نَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ ۗ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ
الْأُمُورِ ۝۴۱

ترجمہ۔

اور اللہ ضرور مدد فرمائے گا۔ اس کی جو اس کے دین کی مدد کرے گا۔ وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قبضہ (حکومت) دیں تو وہ نماز قائم کریں زکوٰۃ دیں بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں اور اللہ کے لیے ہے۔ سب کاموں کا انجام یعنی جو اللہ کے دین کی مدد کرتے ہیں تو اللہ ان کی مدد کرتا ہے وہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر انہیں اللہ زمین میں حکومت دیدے تو نماز قائم کرتے زکوٰۃ دیتے نیکی کا حکم اور برائی سے نہی کرتے ہیں۔

اس آیہ مبارکہ کو پڑھنے کے بعد جب ہم ناسخ التواریخ کا ذکر کردہ مذکورہ واقعہ دیکھتے ہیں تو ہمیں عمر فاروق کی سیرت اس آیہ مبارکہ کی عملی تفسیر نظر آتی ہے۔ آخر اس سے بڑی امر بالمعروف اور نماز قائم کروانے کی اہم مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ زخموں سے عمر فاروق تڑپ رہے ہیں اور جاں بلب ہیں مگر ایسی حالت میں بھی اپنی کی مطلق پرواہ نہیں اور فریضہ نماز میں خلل آپ کو ناقابل برداشت ہے۔ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ عمر فاروق کی حکومت مین منشاء الٰہی کے مطابق ہے۔

فاروق اعظم جب بیت المقدس گئے تو بدن پر پیوند لگی گدڑی تھی، کبر پیدا ہونے کے خوف سے گھوڑے سے اتر آئے

ناسخ التواریخ:

جب ابو عبیدہ بن جراح کی امارت میں لشکر اسلام نے بیت المقدس شہر کا محاصرہ کیا تو شہر کے پادری اس شرط پر اہل اسلام کے لیے شہر کا دروازہ کھولنے پر بضد ہوئے کہ خلیفۃ المسلمین عمر رضی اللہ عنہ خود یہاں آئیں۔ چنانچہ آپ کو خط لکھا گیا آپ نے علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا اور ان کے کہنے پر بیت المقدس کے سفر پر روانہ ہوئے دیکھیے ناسخ التواریخ تاریخ خلفا جلد دوم ص ۱۸۶

جب آپ بیت المقدس کے قریب لشکر اسلام کی قیام گاہ میں پہنچے تو جو کچھ آپ کے احوال تھے معتبر شیعہ مؤرخ مرزا تقی کی زبانی سنیے۔

بر تن مرقعے از صوف داشت کہ چہاردہ رقعہ بر آں بستہ بود مسلماناں گفتند اگر ایں جامہ را بہ نیکو ترازیں بدل کنی واز شتر بزیر آمدہ بر اسپ سوار شوی خوف وہراس تو در دل اعدا افزوں افتد عمر بپذیرفت و جامہ سفید بپوشید و بر اسپے سوار شد۔ چوں گامے دو برفت و طبع اور ااز رفتار اسپ نشاطے وانبساطے حاصل گشت بے توانی از اسپ پیادہ گشت وگفت بلغزش من رضا مدہید بیم بود کہ امیر شما ہلاک گردد پیار از رسول خدا شنیدم کہ فرمود لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ فِي قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ كِبْرٍ وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ مَنْ فِي قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفا جلد دوم ص ۱۸۷ طبع جدید)

ترجمہ۔ اس وقت آپ کے بدن پر صوف کی پیوند لگی گدڑی تھی جس میں چودہ جگہ

(گدڑی کے پھٹ جانے پر) پیوند لگے ہوئے تھے مسلمانوں نے کہا۔
(آپ نے عیسائی سرداروں، پادریوں کے سامنے جانا ہے) اگر اس کی بجائے آپ اچھا لباس پہن لیں اور اونٹ سے اتر آئیں اور گھوڑے پر بیٹھ جائیں تو اس سے آپ کے دشمنوں کے دلوں میں آپ کا خوف اور رعب پڑے گا۔
عمر فاروق نے یہ بات پسند کی اور سفید لباس پہن کر گھوڑے پر سوار ہو گئے جب گھوڑا دو قدم چلا تو اس کی رفتار سے آپکے دل میں ایک سرور پیدا ہوا تو آپ فوراً گھوڑے سے نیچے اتر آئے اور پیدل چلنا شروع کر دیا اور فرمایا مجھے لغزش دینا چاہتے ہو خطرہ تھا کہ تمہارا امیر (خلیفہ) ہلاک ہو جاتا کیونکہ میں نے رسول خدا سے سنا ہے۔ کہ وہ شخص جنت میں نہ جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانہ برابر تکبر ہو اور وہ شخص جہنم میں نہ جائے گا کہ جس کے دل میں رائی برابر ایمان ہو۔

آگے صـ۱۸۸ پر مرزا تقی لکھتا ہے کہ اگلے روز جب آپ عیسائیوں کے پادریوں اور عظیم سرداروں کے سامنے پیش ہو گئے جو بیت المقدس کی فصیل پر چڑھے ہوئے تھے انہوں نے عمر فاروق کو دیکھتے ہی پکارا کھول دو دروازہ کھول دو۔

ناظرین یہ ہے وہ فاروقی عظمت و ہیبت جو رب ذوالجلال نے فاروق اعظم کو عطا فرمائی اور ساتھ ہی یہ ہے آپ کا خوف خدا کہ باوجود اتنی بڑی سلطنت کا عظیم فرمانروا ہونے کے جب عیسائی دنیا کے سامنے پیش ہونے گئے تو دل میں خوف خدا کے سوا کچھ نہ تھا۔ اور بدن پر پیوند پہ پیوند لگی گدڑی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اور یہ سب کچھ معتبر شیعہ مؤرخ کی زبانی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارہ میں رب فرماتا ہے۔ من اتبع الذکر وخشی الرحمٰن بالغیب فبشرہ بمغفرۃ واجر کریم۔ جس نے ذکر (قرآن) کی اتباع کی اور بن دیکھے رحمٰن سے ڈرا اسے بخشش اور بڑے اجر کی بشارت دے دیں۔

فضائل عثمان غنی رضی اللہ عنہ از کتب شیعہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ عثمان غنی کا ہاتھ قرار دے کر ان کی طرف سے بیعت کی۔ دیگر فرمایا عثمان میرے بغیر طواف کعبہ نہیں کرے گا

فضیلت نمبر ۱

فروع کافی

فَجَلَسَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحُبِسَ عُثْمَانُ فِيْ عَسْكَرِ الْمُشْرِكِيْنَ وَبَايَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَرَبَ بِإِحْدٰى يَدَيْهِ عَلَى الْأُخْرٰى بِعُثْمَانَ وَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ طُوْبٰى لِعُثْمَانَ قَدْ طَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعٰى مِنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَأَحَلَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا كَانَ لِيَفْعَلَ فَلَمَّا جَاءَ عُثْمَانُ قَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَطُفْتَ بِالْبَيْتِ فَقَالَ مَا كُنْتُ لِأَطُوْفَ بِالْبَيْتِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَطُفْ بِهٖ۔

(فروع کافی جلد نمبر ۸ کتاب الروضہ باب صلح حدیبیہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

(مشرکین کا سفیر) سہیل بن عمرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں بیٹھا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مشرکین کے لشکر میں قیدی بنا لیے گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مارا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے غائبانہ بیعت فرمائی۔ مسلمانوں نے کہا عثمان خوش قسمت ہے جس نے طواف کعبہ

کیا۔ صفا و مروہ کی سعی کی اور محل ہو گیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عثمان نے ایسا نہیں کیا ہوگا۔ جب حضرت عثمان حاضر ہوئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ کیا تو نے طواف بیت اللہ کیا؟ کہنے لگے۔ میں کس طرح طواف کر سکتا ہوں۔ جب کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے طواف نہیں کیا۔

فضیلت ۲ :

ارشاد نبی علیہ السلام۔ ہم دم عثمان کے بدلہ میں کفار سے جنگ کریں گے

حیات القلوب | وبروایت شیخ طبرسی چوں مشرکان عثمان را حبس کردند۔ و خبر بحضرت رسید کہ اُو را کشتند۔ حضرت فرمود۔ کہ ازیں جا حرکت نمیکنم تا با ایشاں قتال کنم۔ و مردم را بسوئے بیعت دعوت نمایم و برگشت و پشت مبارک بدرخت داد و تکیہ داد و صحابہ با آنحضرت بیعت کردند۔ کہ با مشرکان جہاد کنند و نگریزند۔ و بروایت کلینی حضرت یکدست خود را بر دست دیگر زد و برائے عثمان بیعت گرفت کہ چوں بیعت را بشکنند گناہش عظیم تر و عقابش شدید تر باشد۔ پس مسلمانان گفتند خوشا حال عثمان کہ طواف کرد و سعی میان صفا و مروہ کرد و محل شد۔ حضرت فرمود۔ نخواہد کرد۔ چوں عثمان آمد حضرت پرسید کہ طواف کردی گفت چوں طواف نکردہ بودی من نکردم۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۴۱۸ مطبوعہ نولکشور باب سی و ہشتم در بیان غزوہ حدیبیہ)

ترجمہ: طبرسی کی روایت کے مطابق جب مشرکین نے حضرت عثمان کو قید کر لیا۔ اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی۔ کہ مشرکین نے حضرت عثمان کو قتل کر دیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ ہم مشرکین کے ساتھ لڑائی کیے بغیر یہاں سے حرکت نہیں کریں گے۔ ہم لوگوں کو بیعت کرنے کو کہتے ہیں۔ آپ لوٹے اور پشت انور ایک درخت کے ساتھ لگا دی۔ اور صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ کہ ہم مشرکین کے ساتھ جہاد کریں گے۔ اور بھاگیں گے نہیں "کلینی" کی روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مار کر حضرت عثمان کی طرف سے بیعت کی۔ تاکہ اس بیعت کے توڑنے اور چھوڑنے پر بہت بڑا گناہ اور سخت سزا ہو۔ مسلمانوں نے کہا۔ حضرت عثمان خوش قسمت ہیں۔ کہ طواف بھی کیا۔ اور صفا مروہ کی سعی کرنے کے بعد محل بھی ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس نے ایسا نہیں کیا ہو گا۔ پھر جب عثمان حاضر خدمت ہوئے۔ تو آپ نے پوچھا۔ عثمان! کیا طواف کیا ہے؟ کہنے لگے۔ جب آپ نے طواف نہیں کیا۔ تو میں نے بھی نہیں کیا۔

فضیلت ۳

حملہ حیدری

بو سید عثمان زمین در ماں	بمقصد رواں شد چو تیر از کماں
چوں او رفت اصحاب روز دگر	بگفتند چندیں بہ خیر البشر
خوشا حال عثمان با احترام	کو شد قسمتش حج بیت الحرام
رسول خدا چوں شنید ایں سخن	بپاسخ چنیں گفت با انجمن
لعثمان نداریم ما ایں گماں	کو تنہا کند طواف آں آستاں

باب فرستادن رسول خدا عثمان بن عثمان نبز د ابو سفیان

(حملہ حیدری ص ۱۱۹ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہایت ادب و احترام کے ساتھ اپنے مقصد کی

طرف چل پڑے۔ جس طرح تیر کمان سے نکلتا ہے۔ ان کے چلے جانے کے بعد دوسرے دن صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ کہ عثمان بڑے خوش قسمت انسان ہیں۔ جن کی قسمت میں حج بیت اللہ لکھا گیا۔ جب اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا۔ تو فرمایا۔ ہمیں عثمان کے بارے میں یہ گمان نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ ہمارے بغیر خانہ کعبہ کا طواف کرے گا۔

ان تین حوالہ جات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عثمان غنی پر مکمل اعتماد تھا۔ اسی اعتماد کی وجہ سے آپ نے ان کو جانی دشمن کفار کے ساتھ گفت گو کرنے کے لیے، اپنا سفیر و نمائندہ بنا کر بھیجا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر اعتماد نہ تھا۔ تو پھر ان کا انتخاب نہ ہوتا۔

۲۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا چرچا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا۔ تو قسمیہ فرمایا۔ کہ میں بدلہ لیے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے قریب و محبوب تھے۔

۳۔ حضرت عثمان غنی کے لیے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی۔ تو سب سے پہلے بیعت کرنے والے حضرت علی المرتضیٰ تھے۔

(تفسیر صافی جلد دوم ص ۵۸۲ پر مذکور ہے۔ زیر آیت لقد رضی اللہ عن المؤمنین الخ)

تفسیر صافی

عَنْ صَادِقٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كَتَبَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى مُعَاوِيَةَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ بَايَعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔ یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت امیر معاویہ کو خط لکھا۔ اور اس میں آپ نے تحریر فرمایا کہ درخت

کے نیچے سب سے پہلے بیعت کرنے والا میں ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ کو حضرت عثمان سے بہت محبت تھی۔ یہ بیعت جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے ہوئی۔ اللہ کو اس قدر پسند آئی۔ اور تمام بیعت کرنے والوں کو اپنی رضامندی کا حق دار بنا دیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرما دیا۔ کہ جن لوگوں نے مقام حدیبیہ پر بیعت کی۔ ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ ملاحظہ ہو۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۸ ص ۲۶۵ زیر آیت من یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنات تجری الخ)

منہج الصادقین
از جابر مروی است کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ یک کس دوزخ نہ رود ازاں مومناں کہ در زیر درخت سمرہ بیعت کردند۔ یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جن مومنوں نے درخت کیکر کے نیچے بیعت کی تھی۔ ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بیعت اتنی پسند آئی۔ کہ اس میں شریک افراد کے لیے اس نے اپنی رضا کا اعلان فرمایا۔ اسی لیے اسے "بیعت رضوان" بھی کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اللہ کی رضا کے اعلان کو سنا۔ تو چاہا۔ کہ اس رضامندیٔ خدا میں حضرت عثمان بھی شریک ہو جائیں۔ لہٰذا اپنا ایک ہاتھ آں کا ہاتھ شمار کر کے ان کی طرف سے بھی بیعت کر لی۔ اور اس طرح آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھی "بیعت رضوان" میں داخل فرما لیا۔

لمحہ فکریہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کے لیے اپنا ہاتھ بطور بیعت مقرر فرمایا۔ یہ ایک ایسا اعزاز ہے۔ جو کسی دوسرے صحابی کو میسر نہ ہوا۔ اور اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ اور اللہ نے فرمایا۔ ان الذین

یبایعونك انما یبایعون اللہ الخ (جن لوگوں نے آپ سے بیعت کی۔ انہوں نے یقیناً اللہ سے بیعت کی۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے) تو ان دونوں مقدمات کو سامنے رکھ کر نتیجہ یہ نکلے گا۔ کہ عثمان غنی کا ہاتھ حضور کا ہاتھ اور حضور کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ۔ لہذا عثمان غنی کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہوا۔ جب عثمان غنی کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ٹھہرا۔ تو پھر کب ممکن کہ ان کے ہاتھ سے جو قرآن لکھا اور جمع کیا جائے۔ اس میں تحریف ہو۔

ایسی شخصیت جس کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہو اور جس کے بارے میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بیعت رضوان" میں شامل کوئی فرد دوزخی نہیں۔ تو ایسی شخصیت کے لیے اے شیعو! تم (معاذ اللہ) دوزخی ہونے کا عقیدہ رکھو۔ اور یہی گندہ اور باطل عقیدہ لکھتے پھرو۔ "شرم تم کو مگر نہیں آتی"

فضیلت ۴۲:

نہج البلاغہ | إِنَّ النَّاسَ وَرَائِي وَقَدِ اسْتَسْفَرُونِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُمْ وَاللهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لَكَ مَا أَعْرِفُ شَيْئًا تَجْهَلُهُ وَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَمْرٍ لَا تَعْرِفُهُ إِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نَعْلَمُ مَا سَبَقْنَاكَ إِلَى شَيْءٍ فَنُخْبِرَكَ عَنْهُ وَلَا خَلَوْنَا بِشَيْءٍ فَنُبَلِّغَكُمْ وَقَدْ رَأَيْتَ كَمَا رَأَيْنَا وَسَمِعْتَ كَمَا سَمِعْنَا وَصَحِبْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا صَحِبْنَا وَمَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ وَلَا ابْنُ الْخَطَّابِ أَوْلَى بِعَمَلِ الْحَقِّ مِنْكَ وَأَنْتَ أَقْرَبُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشِيجَةَ رَحِمٍ مِنْهُمَا وَقَدْ نِلْتَ مِنْ صِهْرِهِ مَا لَمْ يَنَالَا۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۱۶۴ ص ۲۳۴ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

جب خلیفہ ثالث کے عہد میں کھلم کھلا شرع کی مخالفت ہونے لگی۔ تو لوگ آپ کے پاس جمع ہوئے۔ اور خلیفہ صاحب کی ان ناپسندیدہ حرکات کی شکایت کی۔ اور درخواست کی۔ کہ آپ ہی ان حضرات کو سمجھائیں۔ تو آپ خلیفہ صاحب کے پاس گئے اور فرمایا "لوگ میرے پیچھے پیچھے آرہے ہیں۔ اور مجھے اپنے اور تیرے درمیان سفیر بنا کر بھیجا ہے۔ اب مجھے نہیں معلوم کہ تجھ سے کیا کہوں! میں اس چیز کو نہیں جانتا جس سے تو جاہل ہو۔ میں کسی ایسے امر پر تجھے رہنمائی نہیں کرتا۔ جسے تو نہ پہچانتا ہو۔ جو کچھ ہم جانتے ہیں۔ وہی تو بھی جانتا ہے۔ ہم نے کسی چیز میں تجھ پر سبقت نہیں کی۔ جس سے تجھے خبردار کریں۔ ہم تجھ سے کسی امر میں جدا نہیں جو اُسے تجھ تک پہنچائیں۔ بے شک جو کچھ ہم نے دیکھا ہے۔ وہی تو نے بھی دیکھا ہے۔ جو کچھ ہم نے سُنا ہے۔ وہی تو نے بھی سُنا ہے جیسا ہم نے رسول کی مصاحبت کی ہے۔ ویسی ہی تو نے بھی کی ہے۔ ابن خطاب اور ابن ابی قحافہ عمل حق میں تجھ سے افضل اور اولیٰ نہیں۔ تو رسول اللہ سے ازروئے وصلت خویشی بہ نسبت ان دونوں کے قریب تر ہے۔ تو دامادی پیغمبر کی اس مرتبہ پر پہنچا ہوا ہے۔ جس تک یہ دونوں نہیں پہنچے۔

(نیرنگ فصاحت ص ۲۳۶)

مذکورہ خطبہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ایک معتبر عالم سمجھتے تھے۔ اسی لیے آپ نے فرمایا۔ کہ میں ایسی کوئی بات نہیں جانتا۔ جو تجھے معلوم نہ ہو۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو کسی نیکی میں عثمان غنی پر سبقت نہیں دیتے تھے۔

لہذا فرمایا۔ میں تم سے کسی بات میں سبقت نہیں رکھتا۔

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی کو صحبت نبوی کے حصول میں اپنی مثل سمجھتے تھے جس کا واضح مطلب یہ ہے۔ کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کے نزدیک صحابی رسول اور کامل الایمان ہونے میں ان کے ہم مرتبہ ہیں۔ کیونکہ کافر یا منافق کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کرنا ایک کامل الایمان کی صحبت کی مثل ہرگز نہیں ہو سکتا۔

۴۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بہت سے فضائل میں ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم کی طرح تھے۔ لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دامادی کی نسبت کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو افضل سمجھتے تھے۔

لمحہ فکریہ:

اس روایت سے جہاں یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نزدیک حضرت عثمان غنی کامل الایمان تھے۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ دامادِ رسول ہونے کی جہت سے اِن کا مقام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے زیادہ قریب ہے۔

فضیلت ۵: آسمانوں سے ہر روز ندا آتی ہے کہ عثمان اور اس کے متبعین جنتی ہیں

فروع کافی

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ الْحَلَبِي قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ اِخْتِلَافُ بَنِي الْعَبَّاسِ مِنَ الْمَحْتُوْمِ وَالنِّدَاءُ مِنَ الْمَحْتُوْمِ قُلْتُ كَيْفَ النِّدَاءُ قَالَ يُنَادِيْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ اَوَّلَ النَّهَارِ اَلَا اِنَّ عَلِيًّا وَشِيْعَتَهٗ هُمُ الْفَائِزُوْنَ قَالَ يُنَادِيْ مُنَادٍ اٰخِرَ النَّهَارِ اَلَا اِنَّ عُثْمَانَ وَشِيْعَتَهٗ هُمُ الْفَائِزُوْنَ (فروع کافی جلد ۸ کتاب الروضہ ص ۳۱۰ طبع جدید مطبوعہ تہران باب علامات قیام القائم علیہ السلام)

ترجمہ:

محمد بن علی الحلبی سے روایت ہے۔ کہ میں نے ابو عبداللہ امام صادق رضی اللہ عنہ سے سنا۔ فرماتے ہیں۔ بنی عباس کا اختلاف بھی یقینی ہے۔ اور ندا بھی یقینی ہے میں نے پوچھا۔ ندا کیسی ہے؟ کہنے لگے۔ ایک آواز دینے والا دن کے شروع ہوتے آسمان سے ندا کرتا ہے۔ کہ آگاہ رہو۔ بے شک علی اور ان کے پیرو ہی کامیاب ہیں۔ پھر کہا۔ کہ دن کے آخر وقت بھی ایک ندا کرنے والا ندا کرتا ہے کہ خبردار! عثمان اور ان کے متبعین ہی کامیاب و کامران ہیں۔

لمحہ فکریہ:

روایت مذکورہ ایسی کتاب سے منقول کی گئی۔ جو امام غائب کی مصدقہ ہے۔ اور اسے امام جعفر صادق سے نقل کیا گیا ہے۔ اس لیے اس روایت کے سچا ہونے میں کوئی شک نہیں۔ امام صادق کے الفاظ بھی یہی بتاتے ہیں۔ کہ جو ندا ہے وہ بھی یقینی ہے۔ جب کہ امام غائب اور امام جعفر صادق کی روایت و تصدیق غلط نہیں ہو سکتی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ جس طرح حضرت علی المرتضیٰ اور ان کے پیروکار سچے ہیں۔ اسی طرح ایک ندا حضرت عثمان اور ان کے پیروؤں کی صداقت میں آتی ہے۔ یعنی دونوں بمعہ اپنے متبعین کے کامیاب و سرخرو ہیں۔ یہ ندا آسمانی ہے۔ جو یقیناً اللہ کی طرف سے ہوگی۔ تو ان کی کامیابی میں شک کرنے والا دراصل امام غائب اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کو جھٹلانے والا ہے۔ اور اس وجہ سے وہ بدبخت اور ملعون ہوگا۔

فضیلت ۶: رسولِ کریم نے متعدد داماد ہونے کے باعث عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی بیٹی کو ہجرت حبشہ میں بھیج دیا

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ

التَّدَمْعِ الآیۃ) کی تفسیر کرتے ہوئے "علامہ طبرسی" نے یوں نقل کیا ہے۔

مجمع البیان | نَزَلَتْ فِی النَّجَاشِیِّ وَاَصْحَابِہٖ قَالَ الْمُفَسِّرُوْنَ اِئْتَمَرَتْ قُرَیْشٌ اَنْ یُّفْتِنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ عَنْ دِیْنِھِمْ فَوَثَبَتْ کُلُّ قَبِیْلَۃٍ عَلٰی مَنْ فِیْھَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ یُؤْذُوْنَھُمْ وَیُعَذِّبُوْنَھُمْ فَافْتَتَنَ مَنْ اِفْتَتَنَ وَعَصَمَ اللّٰہُ مِنْھُمْ مَنْ شَاءَ وَمَنَعَ اللّٰہُ رَسُوْلَہٗ بِعَمِّہٖ اَبِیْ طَالِبٍ فَلَمَّا رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا بِاَصْحَابِہٖ وَلَمْ یَقْدِرْ عَلٰی مَنْعِھِمْ وَلَمْ یُؤْمَرْ بَعْدُ بِالْجِھَادِ اَمَرَھُمْ بِالْخُرُوْجِ اِلٰی اَرْضِ الْحَبْشَۃِ وَقَالَ اِنَّ بِھَا مَلِکًا صَالِحًا لَا یُظْلَمُ عِنْدَہٗ اَحَدٌ فَاخْرُجُوْا اِلَیْہِ حَتّٰی یَجْعَلَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ لِلْمُؤْمِنِیْنَ فَرَجًا وَاَرَادَ بِہِ النَّجَاشِیَّ وَاِسْمُہٗ اَصْحَمَۃُ وَھُوَ بِالْحَبْشِیَّۃِ عَطِیَّۃٌ وَاِنَّمَا النَّجَاشِیُّ اِسْمُ الْمَلِکِ کَقَوْلِھِمْ تُبَّعٌ وَکِسْرٰی وَقَیْصَرُ فَخَرَجَ اِلَیْھَا سِرًّا اَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا وَاَرْبَعُ نِسْوَۃٍ وَھُمْ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَاِمْرَاَتُہٗ رُقَیَّۃُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَالزُّبَیْرُ بْنُ الْعَوَّامِ وَعَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَاَبُوْ حُذَیْفَۃَ ابْنُ عُتْبَۃَ وَاِمْرَاَتُہٗ سَھْلَۃُ بِنْتُ سُھَیْلِ بْنِ عَمْرٍو وَمُصْعَبُ بْنُ عُمَیْرٍ وَاَبُوْ سَلَمَۃَ بْنُ عَبْدِ الْاَسَدِ وَاِمْرَاَتُہٗ اُمُّ سَلَمَۃَ بِنْتُ اَبِیْ اُمَیَّۃَ وَعُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ وَعَامِرُ بْنُ رَبِیْعَۃَ وَاِمْرَاَتُہٗ لَیْلٰی بِنْتُ اَبِیْ خَیْثَمَۃَ وَحَاطِبُ بْنُ عَمْرٍو وَسُھَیْلُ بْنُ الْبَیْضَاءِ (تفسیر مجمع البیان جلد ۲ جزء ۳ ص ۲۳۳)

ترجمہ:

آیت کریمہ "واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعینہم الخ" نجاشی اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں نازل کی گئی۔ مفسرین نے کہا کہ قریش

نے باہم مشورہ کیا کہ مومنین کو ان کے دین کی وجہ سے تنگ کیا جائے۔ لہٰذا ہر قبیلہ والوں نے اپنے قبیلے کے مسلمانوں کو اذیت اور تکلیف پہنچانا شروع کر دی۔ جو اس فتنہ کی زد میں آ گیا سو آ گیا۔ اور جسے ان میں سے اللہ نے بچایا وہ بچ گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے چچا ابو طالب کے ذریعہ محفوظ رکھا۔ تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے یہ سب کچھ اذیتناک سلوک دیکھا۔ تو ایسے میں ان کو روکنے کی قوت بھی نہ تھی۔ اور نہ ہی اللہ تعالےٰ نے ابھی جہاد کا حکم دیا تھا۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم دیا۔ اور فرمایا۔ حبشہ کا بادشاہ ایک نیک اور عادل حکمران ہے۔ خود بھی ظلم نہیں کرتا۔ اور کسی پر ظلم ہونے بھی نہیں دیتا۔ تم حبشہ کی طرف ہجرت کر جاؤ۔ حتیٰ کہ ایک وقت اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو قوت اور تائید سے نوازے گا۔ نجاشی کا اصل نام "اصحمہ" تھا۔ حبشی زبان میں اس کا معنی "عطیہ" ہے۔ جس طرح تبع و کسریٰ اور قیصر مختلف ممالک کے سربراہوں کے لقب ہوتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق گیارہ مرد اور چار عورتیں حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ وہ یہ ہیں۔ عثمان[1] بن عفان ان کی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ زبیر[2] بن عوام عبداللہ[3] بن مسعود عبدالرحمٰن[4] بن عوف ابو حذیفہ[5] بن عتبہ ان کی بیوی سہلہ[6] بنت سہیل بن عمرو مصعب[7] بن عمیر ابو سلمہ[8] بن عبدالاسود ان کی بیوی ام سلمہ[10] بنت ابی امیہ عثمان[11] بن مظعون عامر[12] بن ربیعہ ان کی عورت لیلیٰ[13] بنت ابی خیثمہ حاطب[14] بن عمرو اور سہیل[15] بن البیضاء رضی اللہ عنہم اجمعین۔

روایت مذکورہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل فضائل ثابت ہوئے

۱۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ہجرت صرف کفار کے مظالم کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر فرمائی۔ یہی بات تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جز ہفتم ص ۸۱ زیر آیت الذین اخرجوا من دیارھم سورہ حج آیت ۴۱ پر یوں مذکور ہے "حبشہ میں گئے والے مہاجرین کا اس کے سوا کوئی جرم نہیں۔ کہ وہ مسلمان ہیں"

۲۔ حضرت عثمان غنی کی ہجرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل تھی۔

۳۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایسے قابلِ اعتماد دامادِ رسول تھے۔ کہ آپ نے اپنی بیٹی، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو حبشہ کی طرف ہجرت کرتے وقت ان کے ساتھ بھیج دیا۔

مختصر یہ کہ:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ باوجود صاحبِ ثروت ہونے کے محض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر سب کچھ چھوڑ کر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ اور اسلام کی خاطر ہر طرح کی تکالیف برداشت کیں۔ تو یہ سب کچھ محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نتیجہ تھا۔ لہٰذا قرآن پاک میں مہاجرین کے جتنے فضائل بیان ہوئے۔ ان تمام کے بدرجہ اتم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مصداق تھے۔

فضیلت ۷: سیدہ فاطمہ کے حق مہر اور جہیز کا انتظام حضرت عثمان نے کیا

کشف الغمہ

قَالَ عَلِیٌّ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا اَبَا الْحَسَنِ اِنْطَلِقْ الْاٰنَ فَبِعْ دِرْعَکَ وَاْتِنِیْ بِثَمَنِہٖ حَتّٰی اُھَیِّئَ لَکَ وَلِاِبْنَتِیْ فَاطِمَۃَ مَا یُصْلِحُکُمَا قَالَ عَلِیٌّ فَانْطَلَقْتُ وَبِعْتُہٗ بِاَرْبَعِ مِائَۃِ دِرْھَمٍ سُوْدٍ ھِجْرِیَّۃٍ مِنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَلَمَّا

قَبَضْتُ الدَّرَاهِمَ مِنْهُ وَ قَبَضَ الدِّرْعَ مِنِّیْ قَالَ یَا اَبَا الْحَسَنِ
لَسْتُ اَوْلٰی بِالدِّرْعِ مِنْكَ وَ اَنْتَ اَوْلٰی بِالدَّرَاهِمِ مِنِّیْ؟ فَقُلْتُ
بَلٰی قَالَ فَاِنَّ الدِّرْعَ هَدِیَّةٌ مِّنِّیْ اِلَیْكَ فَاَخَذْتُ الدِّرْعَ وَ
الدَّرَاهِمَ وَ اَقْبَلْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
فَطَرَحْتُ الدِّرْعَ وَ الدَّرَاهِمَ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ اَخْبَرْتُهٗ بِمَا
كَانَ مِنْ اَمْرِ عُثْمَانَ فَدَعَا لَهٗ بِخَیْرٍ وَ قَبَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَبْضَةً مِّنَ الدَّرَاهِمِ وَ دَعَا بِاَبِیْ
بَكْرٍ فَدَفَعَهَا اِلَیْهِ وَ قَالَ یَا اَبَا بَكْرٍ اِشْتَرِ بِهٰذِهِ الدَّرَاهِمِ
لِاِبْنَتِیْ مَا یَصْلَحُ لَهَا فِیْ بَیْتِهَا وَ بَعَثَ مَعَهٗ سَلْمَانَ
الْفَارِسِیَّ وَ بِلَالًا لِیُعِیْنَاهُ عَلٰی حَمْلِ مَا یَشْتَرِیْهِ۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول ص ۳۵۹ مطبوعہ تبریز طبع جدید
باب تزویج فاطمہ)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے۔
اور کہا اے ابوالحسن! ابھی جاؤ اور اپنی زرہ بیچ کر جو قیمت ملے۔ میرے پاس
لے آؤ۔ تاکہ میں اُس سے تمہارے لیے اور اپنی بیٹی کے لیے شادی کا ضروری
سامان تیار کروں۔ میں گیا۔ اور چار سو درہم کے بدلے وہ زرہ حضرت عثمان کے
ہاتھ فروخت کردی۔ جب میں نے قیمت وصول کرلی۔ اور عثمان نے زرہ پر قبضہ کر
لیا۔ تو عثمان نے کہا۔ اے ابوالحسن۔ میں اس زرہ کا تم سے زیادہ مستحق نہیں۔
اور تم ان دراہم کے مجھ سے زیادہ مستحق ہو۔ تو میں نے کہا۔ ہاں ٹھیک کہتے ہو۔
تو عثمان غنی نے کہا۔ میں یہ زرہ تمہیں بطورِ ہدیہ دیتا ہوں۔ میں نے درہم اور

زرہ دونوں لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ دراہم اور زرہ آپ کے سامنے رکھ کر حضرت عثمان کا سارا واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ پھر آپ نے مٹھی بھر دراہم لے کر ابوبکر صدیق کو بُلا کر انہیں دے دیئے۔ اور فرمایا۔ اے ابوبکر! ان دراہم سے میری بیٹی کے لیے گھر کا ضروری سامان خرید لاؤ۔ ابوبکر صدیق کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی اور بلال رضی اللہ عنہما کو بھی بھیجا۔ تاکہ اس سامان کے اٹھانے میں یہ دونوں ابوبکر صدیق کی مدد کریں۔

عبارت مذکورہ سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی بوقت ضرورت نگاہ انتخاب حضرت عثمان غنی پر پڑی۔ اور ان کے ہاتھ زرہ بیچنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بعض قرائن سے جانتے تھے۔ کہ عثمان مجھ سے زرہ لے کر بعد قیمت واپس کر دیں گے۔

۲۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اتنی ہمدردی اور محبت تھی۔ کہ زرہ کے دام دے کر پھر بطور ہدیہ زرہ بھی واپس کر دی۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس ہمدردی اور معاونت کو دیکھ کر ان کے لیے غائبانہ دعائے خیر فرمائی۔

غور طلب بات:

مذکورہ روایت کے ضمن میں تحریر کردہ امور سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی اگرچہ داماد رسول تھے۔ لیکن اس رشتہ کے علاوہ انہیں اہل بیت سے گہری عقیدت اور محبت بھی تھی۔ جس کی وجہ سے دختر رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے جہیز کے لیے آپ نے بن مانگے امداد کی۔ زرہ تو عام قیمت کے حساب سے تیس دراہم کی تھی لیکن ضرورت

کے پیشِ نظر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پانچ سو درہم مانگے۔ تو انہوں نے بلا پس و پیش پانچ سو درہم قیمت چکائی۔ "ملاحظہ ہو" "بحار الانوار" کی عبارت۔

بحار الانوار: سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ زَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ عَلٰى دِرْعٍ حُطَمِيَّةٍ يَسْوِىْ ثَلَاثِيْنَ دِرْهَمًا

(باب کیفیہ معاشرتہا مع علی بحار الانوار جلد ۱۰ طبع قدیم ص ۴۵)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی ایک حطمی زرہ کے عوض کی۔ جو تیس درہم قیمت کی تھی۔

باقر مجلسی" آگے چل کر لکھتا ہے۔ جہاں اس نے اختلاف روایات کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ اَنْ يُّقَالَ اَنَّهٗ كَانَ يَسْوِىْ ثَلٰثِيْنَ دِرْهَمًا لٰكِنْ بِيْعَ بِخَمْسِ مِائَةِ دِرْهَمٍ۔

(بحار الانوار جلد ۱۰ طبع قدیم باب کیفیہ معاشرتہا مع علی)

یعنی مختلف روایاتِ قیمت میں تطبیق اس طرح ہو گی۔ کہ اصل بازاری قیمت تو اس زرہ کی تیس درہم ہی تھی۔ مگر فروخت پانچ سو دراہم میں ہوئی۔

مقام غور:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو عرب کے مشہور تاجر تھے۔ وہ بازاری قیمت سے بخوبی واقف تھے۔ اور یہ ناممکن تھا۔ کہ تیس درہم کی زرہ آپ پانچ سو کی خریدتے۔ صرف بات یہ تھی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ زرہ بیچنے عثمان غنی کے پاس گئے۔ ورنہ آپ جانتے تھے۔ کہ عثمان غنی یہ زرہ نہیں خریدیں گے۔ بلکہ جو ضرورت درپیش ہے۔ وہ بلا معاوضہ و احسان فوراً پوری کر دیں گے۔ اسی لیے پانچ سو درہم

قیمت بھی دے دی۔ اور زرہ بھی واپس کر دی۔

شیعہ لوگوں کو غور کرنا چاہیئے۔ کہ جس شخص نے تیس درہم کی زرہ پانچ سو درہم میں خریدی اور پھر زرہ بھی واپس کر دی۔ اس میں کیا راز تھا۔؟ یہی بات تھی۔ کہ حضرت عثمان غنی زیادہ سے زیادہ بنتِ رسول کے جہیز میں امداد کرنا چاہتے تھے۔ اسی جذبہ کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ اور تم ہو۔ کہ زبانِ طعن دراز کرتے ہو۔ کبھی عثمان غنی کو یہودی اور کبھی خارج از اسلام مرتد (معاذ اللہ) کہتے ہو۔ تم خود فیصلہ کرو۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمہارا کیا تعلق ہے؟ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شان میں اس قسم کے الفاظ استعمال کر کے تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنی ایذا پہنچائی۔!

فضیلت ۸: بدر میں عدم شرکت کے باوجود نبی علیہ السلام نے عثمان کو بدر کا حصہ دیا

التنبیہ والاشراف

عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ تَخَلَّفَ عَنْ بَدْرٍ لِمَرَضِ رُقَيَّةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبَ لَهٗ بِسَهْمِهٖ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاَجْرِيْ؟ قَالَ وَاَجْرُكَ الخ

(۱) (التنبیہ والاشراف للمسعودی ص ۲۰۵ طبع مصر القاہرہ، تحت السنۃ الثانیۃ)

(۲) اعلام الوری مصنفہ فضل ابن حسن طبرسی ص ۱۴۸ ذکر ازواج النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم واولادہ مطبوعہ بیروت طبع جدید۔

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ لیکن پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنائم میں سے حضرت عثمان کا حصہ مقرر فرمایا۔ اس پر حضرت عثمان نے عرض کی۔ یا رسول اللہ کیا غزوہ میں شرکت کا اجر و ثواب بھی ملے گا؟ فرمایا۔ اجر و ثواب بھی

ملے گا۔

خلاصہ: اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ اگرچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں شرکت نہ فرما سکے۔ لیکن باایں ہمہ آپ نے انہیں مال غنیمت بھی دیا اور اجر و ثواب میں شریک فرما کر انہیں "بدری صحابہ" میں شامل فرما لیا۔ لہٰذا جو لوگ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر اس موقعہ پر موت کے ڈر سے پیچھے رہ جانے کا الزام لگاتے ہیں۔ وہ سراسر لغو اور بے ہودہ الزام ہے۔ اگر واقعی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بدر سے فرار کا بہانہ تراشتے۔ اور موت کے ڈر سے شرکت نہ کرتے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ انہیں مال غنیمت کا حصہ دیتے۔ اور نہ ہی اجر و ثواب کا وعدہ بلکہ بات بالکل واضح ہے۔ کہ حضرت رقیہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تیمار داری کے لیے انہیں پیچھے رہ جانے کا حکم دیا گیا تھا۔ لہٰذا اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ جس طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانا کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے۔

فضیلت ۹: عثمان نے شاہِ فارس کی دو لڑکیوں میں سے ایک حسن اور ایک حسین کو عطا کی

تنقیح المقال عَنْ سُهَيْلِ بْنِ الْقَاسِمِ الْيُوشَجَانِيِّ قَالَ قَالَ لِي الرِّضَا بِخُرَاسَانَ إِنَّ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ نَسَبًا قُلْتُ وَ مَا هُوَ أَيُّهَا الْأَمِيرُ قَالَ إِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَامِرِ بْنِ كُرَيْزٍ لَمَّا افْتَتَحَ خُرَاسَانَ أَصَابَ ابْنَتَيْنِ لِيَزْدَجَرْدَ ابن شهريار ملك الاعاجم فبعث بهما إِلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَوَهَبَ إِحْدَاهُمَا لِلْحَسَنِ وَ الْأُخْرَى لِلْحُسَيْنِ فَمَاتَتَا عِنْدَهُمَا نُفَسَاوَيْنِ وَكَانَتْ صَاحِبَةُ الْحُسَيْنِ نُفِسَتْ بِعَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ الخ

(تنقیح المقال فی علم الرجال للشیخ عبداللہ المامقانی ص ۸۰ ج ۳ من فصل النساء باب السین والشین - تحت شہربانو مطبوعہ تہران آخر جلد ثالث)

ترجمہ :

سہیل بن قاسم بوشنجانی کہتے ہیں۔ کہ مجھے حضرت علی رضا نے خراسان میں بتایا۔ کہ ہمارے اور تمہارے درمیان رشتہ داری ہے۔ میں نے پوچھا۔ وہ کونسی تو علی رضا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ جب حضرت عثمان غنی کے مقررہ کردہ امیر فوج جناب عبداللہ بن عامر نے خراسان فتح کیا۔ تو عجمیوں کے بادشاہ یزدجرد بن شہریار کی دو لڑکیاں اس کے ہاتھ لگیں۔ ان دونوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا گیا۔ تو انہوں نے ایک لڑکی امام حسن اور دوسری امام حسین کو ہبہ کر دی۔ یہ دونوں صاحب اولاد ہو کر فوت ہوئیں۔ امام حسین کی زوجہ کے بطن سے علی بن حسین (زین العابدین) پیدا ہوئے۔

لمحہ فکریہ :

روایت مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اہل بیت کرام سے کتنی محبت تھی۔ دو حسن و جمال کی پیکر شاہزادیاں کسی بہادر جرنیل مسلمان کو نہ دیں۔ اور نہ ہی اپنی اولاد میں سے کسی کو بخشیں۔ بلکہ حسنین کریمین کو عطا فرما کر ثابت کر دکھایا۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے عزیز و اقارب سے کہیں زیادہ اہل بیت محبوب تھے۔

اعتراض :

اس سے پہلے مذکورہ روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یزدجرد کی بیٹیاں عہد فاروقی میں مال غنیمت کے طور پر آئیں۔ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے ان میں ایک امام حسین کو اور دوسری محمد بن ابوبکر کو دی۔ لیکن اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس یزدجرد کی بیٹیاں عہد عثمانی میں آئیں۔ اور وہ دونوں حسنین کریمین کو دے دی گئیں۔ تو ان دونوں روایتوں میں تناقض ہوا۔ لہٰذا اس کا جواب کیا ہو گا۔؟

جواب :

گزارش ہے۔ کہ ہم نے یہ دونوں روایتیں شیعہ کتب سے نقل کیں۔ تو اس تناقض کا جواب بھی وہی دیں گے۔ ہمیں اس کے تناقض سے کوئی غرض نہیں۔ ہم کہتے ہیں۔ یہ واقعہ عہد فاروقی میں ہوا یا عہد عثمانی میں۔ ہمارا مقصد دونوں طرح واضح ہے۔ کیوں کہ ہم تو ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں۔ کہ خلفائے ثلاثہ کو اہل بیت سے محبت اور ہمدردی تھی۔ اور اسی وجہ سے جانی اور مالی قربانیاں اہل بیت کی خاطر انہوں نے کیں۔ اہل بیت کے حقوق کا تحفظ کیا ہے۔ اور ان کے حقوق غصب نہیں کیے۔ لہٰذا اس مقصد کے لیے یہ واقعہ دلیل بن سکتا ہے۔ چاہے اس کا تعلق کسی دوسرے کے ساتھ ہو۔

فضیلت ۱۰: عثمان پر لعنت کرنے والے پر خدا کی تاقیامت لعنت ہے

تاریخ مسعودی

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَحِمَ اللّٰهُ اَبَا عَمْرٍو كَانَ وَاللّٰهِ اَكْرَمَ الْحَفَدَةِ وَاَفْضَلَ الْبَرَرَةِ هَجَّادًا بِالْاَسْحَارِ كَثِيْرَ الدُّمُوْعِ عِنْدَ ذِكْرِ النَّارِ نَهَّاضًا عِنْدَ كُلِّ مَكْرُمَةٍ سَبَّاقًا اِلٰى كُلِّ مِنْحَةٍ حَيِيًّا اَبِيًّا وَفِيًّا صَاحِبَ جَيْشِ الْعُسْرَةِ خَتَنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ فَاَعْقَبَ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَلْعَنُهُ لَعْنَةَ اللَّاعِنِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ

(۱۔ تاریخ مسعودی جلد سوم ص ۵۱ مطبوعہ بیروت ذکر الصحابۃ و مدحہم
۲۔ ناسخ التواریخ از مرزا محمد تقی لسان الملک کتاب نمبر ۲ جلد ۵ ص ۴۴۴ مطبوعہ تہران)

ترجمہ :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا۔ کہ عثمان رضی اللہ عنہ (ابو عمرو) پر اللہ رحمت نازل فرمائے۔ آپ اپنے خادموں اور غلاموں پر مہربان تھے۔

نیکی کرنے والوں میں افضل شب خیز و شب زندہ دار تھے۔ دوزخ کے ذکر پر نہایت گریہ کرنے والے، عزت و وقار کے امور میں اٹھ کھڑے ہونے والے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے۔ جو شخص عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں زبان لعن و طعن دراز کرے۔ اللہ تعالیٰ اس پر قیامت تک لعنت کرے سب لعنت کرنے والوں کی لعنت کے برابر۔

تنبیہ:

اس روایت کے راوی اہل بیت میں سے وہ شخص ہیں۔ جو تمام شیعہ اہل بیت کے معتمد اور حقیقی ہمدرد تھے۔ جنہوں نے تمام علوم بلا واسطہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حاصل کیے۔ جیسا کہ شیعہ کتاب "کشف الغمہ" میں مذکور ہے۔

کشف الغمہ

فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَلِيٌّ عَلَّمَنِيْ فَكَانَ عِلْمُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِلْمُهٗ مِنَ اللّٰهِ مِنْ فَوْقِ عَرْشِهٖ فَعِلْمُ النَّبِيِّ مِنَ اللّٰهِ وَعِلْمُ عَلِيٍّ مِنَ النَّبِيِّ وَعِلْمِيْ مِنْ عِلْمِ عَلِيٍّ۔

(۱) کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول ص ۷۰۵ مع ترجمہ فارسی المناقب طبع جدید طہرانی)

(۲) امالی شیخ طوسی جلد اول ص ۱۱ جزء اول مطبوعہ نجف اشرف عراق طبع جدید)

ترجمہ:

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے علم سکھایا

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کردہ تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم عرش کے اوپر سے اللہ کی طرف سے۔ تو علم نبی، اللہ سے اور علم علی، علم نبی سے اور میرا (حضرت ابن عباس کا) علم، علم علی رضی اللہ عنہ سے ہے۔

خلاصہ کلام:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وہ تمام اوصاف جو ایک کامل مومن کے ہو سکتے ہیں وہ سب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے وصف میں ذکر فرمائے۔ بلکہ یہاں تک فرما دیا کہ وہ داماد پیغمبر ہیں۔ اور ان پر لعنت کرنے والا اللہ تعالٰے کی لعنت دائمی کا سزاوار ہے۔

مقام غور:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب اہل بیت کے چشم و چراغ اور قابلِ اعتماد شخصیت ہیں، علاوہ ازیں علم و فضل میں بے مثال شخصیت کے مالک ہیں۔ تو ان جیسی شخصیت کے اقوال میں منافقت ہرگز نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا انہوں نے جو فضائل و مناقب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بیان فرمائے۔ وہ ایسے فضائل ہیں۔ جو انہیں باقی صحابہ کرام میں سے ممتاز کر دیتے ہیں ایسے ممتاز شخص پر جو لعنت کرے اس پر واقعی اللہ کی لعنت ہونی چاہیئے۔ اور یہی بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آخر میں ارشاد فرمائی۔

جب علم ابن عباس رضی اللہ عنہما، علم علی (رضی اللہ عنہ) ہوا۔ اور علم علی، علم نبی اور علم نبی، علم الٰہی قرار پایا تو نتیجہ یہ نکلا کہ مذکورہ اوصاف جو بظاہر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی زبان اقدس سے نکلے۔ دراصل حضرت علی کرم اللہ وجہہ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ، اللہ رب العزت کی طرف سے اوصاف بیان ہوئے اور جو بددعا حضرت ابن عباس،

رضی اللہ عنہ نے دی وہ بھی اسی طرح بالواسطہ اللہ تعالٰے کی طرف ہوئی۔ کیا ایسا باعظمت انسان جس کے اوصاف وفضائل حضرت ابن عباس، حضرت علی رضی اللہ عنہم، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ رب العزت بیان فرمائیں اور جس پر لعنت کرنے والے پر انہی حضرات کی طرف سے دائمی لعنت ہو۔ تو اس سے زیادہ بدبخت کوئی دوسرا ہو سکتا ہے؟ کیا اس کو اسلام سے دور کا بھی واسطہ ہو سکتا ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

تکملۂ بحث

آقائے سیدی و مرشدی قبلہ خواجہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب
زیب سجادہ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف (گوجراں والہ)
خلیفۂ مجاز شہنشاہِ ولایت قبلہ سید نور الحسن شاہ صاحب علیہ الرحمۃ
خلیفۂ مجاز اعلیٰ حضرت شیر ربانی حضرت قبلہ وکعبہ میاں شیر محمد صاحب
شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

کا

ایک نورانی اور قرآنی بیان

قبلہ سیدی و مرشدی دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا: کہ

نبیٔ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخین کریمین (سیدنا صدیق اکبر و سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما) کو اعلانِ نبوت کے بعد جو اپنے سسر ہونے کا شرف عطا فرمایا اور جامع القرآن حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو عزتِ دامادی بخشی۔ کیا یہ اعزاز و شرف ان حضرات کو جو مرحمت ہوا۔ وہ اللہ رب العزت کے امر و ارشاد سے ہوا یا صرف اور صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی مرضی اور پسند تھی؟

جب ہم اس معاملہ کے سلسلہ میں قرآن کریم کی اس آیت کو دیکھتے ہیں کہ جس میں

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (النجم)

"حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے بلکہ وہ تو ہوتا ہی وحی ہے جو آپ کی طرف کی جاتی ہے۔"

اس آیت کریمہ سے بالکل واضح اور صاف صاف معلوم ہوا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر صدیق و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو اپنے سُسر بنانے کا اعزاز اور حضرت عثمان غنی و مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ عنہما کو اپنی دامادی میں لینا ایک ایسا فیصلہ تھا جو اللہ کی طرف سے تھا۔ اوران قابلِ احترام و تقدیس حضرات کی مذکورہ رشتہ داری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی یہ نسبت بحکمِ خدا تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی کی نسبت اتنی بڑی عظمت کی آئینہ دار ہوتی ہے جس کے بارے میں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ :

"قیامت میں سب نسبتیں منقطع ہوجائیں گی۔ مگر وہ نسبت جو مجھ سے ہے۔ وہ ہرگز ٹوٹنے نہ پائے گی۔"

اسی ارشادِ نبوی کی تصدیق اور توثیق و تائید ایک شیعی مفسر "علامہ حائری" نے ان الفاظ سے کی ہے :

"مرویہ شیعہ و سُنی است کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمود مَنْ

لوامع التنزیل | زَوَّجَنِیْ اَوْ تَزَوَّجَ مِنِّیْ مِنَ الْاُمَّةِ اَحَدٌ لَا يَدْخُلُ النَّارَ لِاَنِّیْ سَاَلْتُ اللّٰهَ عَنْهُ وَ وَعَدَنِیْ بِذَالِكَ یعنی پیغمبر فرمود ہر کہ مرا دختر بدہد یا از من دختری از امت بگیرد او بجہنم نمی رود۔ چہ از آں خدا را مسئلہ کردم واو بمن وعدہ دادہ۔

(تفسیر لوامع التنزیل جلد دوم ص ۴۷۶)

ترجمہ:

شیعہ اور اہل سُنت کی متفقہ روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھ سے اپنی بیٹی بیاہی یا جس خوش نصیب کے گھر کی رونق میری بچی بنی۔ ان میں سے کوئی بھی جہنم کی آگ میں نہ جائے گا۔ کیوں کہ میں نے اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تھی اور رب کریم نے میری درخواست کو شرفِ قبولیت فرماتے ہوئے مجھ سے مطلوبہ وعدہ فرما لیا ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ خلفائے اربعہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قائم شدہ نسبت دنیا میں تو کجا قیامت میں بھی منقطع نہ ہوگی اور بموجب وعدہٗ رب العزت آپ سے ہرگز جدا نہ ہوں گے۔

جب یہ واضح ہوا تو ان حضراتِ عالیہ کے کامل الایمان اور جنتی ہونے میں کیا شک وشبہ رہ جاتا ہے۔ اس صراحت ووضاحت کے ہوتے ہوئے پھر بھی اگر کوئی اپنی بدبختی اور سیاہ روئی سے ان مقدس ہستیوں کو اپنی تبرہ بازیوں اور لعن طعن کا نشانہ بنائے تو ایسے شخص کا دائرہٗ اسلام سے خارج ہونے میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہ جاتا۔

تفسیر مظہری جلد ۲ بحوالہ بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، میں ہے کہ ایک منافق اور یہودی کے درمیان ایک تنازعہ ہوگیا اور دونوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا ثالث مقرر کیا۔ آپ نے اس مقدمہ میں یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ منافق کو یہ فیصلہ پسند نہ آیا۔ اس نے کہا کہ ہم اس فیصلے کے لیے حضرت عمرؓ فاروق کے پاس جاتے ہیں۔ پھر وہ ان کے پاس گئے۔ جب بات سنانے لگے تو یہودی نے کہا کہ ہم پہلے یہ فیصلہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کروا چکے ہیں لیکن اس نے اسے تسلیم نہیں کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے دریافت کیا کہ واقعی تم نے

رسول پاکؐ کا فیصلہ نہیں مانا۔ کیا تم مجھ سے فیصلہ چاہتے ہو۔ تو منافق نے کہا جی ہاں! مجھے آپ کا ہر فیصلہ منظور ہے۔ اس پر آپ غضبناک ہو گئے اور گھر سے تلوار لا کر منافق کا سر قلم کر دیا۔ اور فرمایا: "جس کو میرے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ منظور نہیں۔ عمرؓ کے پاس اس کا یہی فیصلہ ہے۔ اس پر مولا کریم کی طرف سے یہ آیۂ کریمہ نازل ہو گئی:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ	قسم ہے تیرے رب کی اس وقت
حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا	تک کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک
شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا	کہ اپنے ہر فیصلے میں رسول پاکؐ کو
يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا	اپنا حکم نہ مانے اور آپ کے ہر فیصلے
مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا	کو بخوشی تسلیم نہ کرے۔

(پارہ ۵ رکوع ۷ سورۃ نساء)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ عمر نے حق کو باطل سے جدا کر دیا۔ اسی لیے آپ کا نام فاروق ہو گیا۔

اب یہ امر قابلِ غور ہے کہ اگر دو آدمیوں کے درمیان کوئی جھگڑا ہو جائے اُن میں سے جو حضور پاکؐ کا حکم نہ مانے وہ تو قرآن پاک کی رو سے مسلمان نہیں رہ سکتا۔ اور جو فیصلے رسول پاکؐ نے اپنی ذات کے لیے صادر فرمائے جو ان کو تسلیم نہ کرے وہ کس طرح مسلمان رہ سکتا ہے۔

ظاہر ہے کہ ایک عام انسان بھی اپنا ہر فیصلہ کرنے سے پہلے سوچتا ہے اور پھر فیصلہ کرتا ہے جس طرح مولا کریم نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ میرا محبوب اپنی مرضی سے کوئی فیصلہ نہیں کرتا جو میں کہتا ہوں وہ فیصلہ کرتا ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ حضور پاک نے اپنے سسرال بنانے کا فیصلہ، اپنی ازواج بنانے کا فیصلہ اور اپنے داماد بنانے کا فیصلہ جو کیا ہے اس پر جو بد بخت اعتراض کرتا ہے

اور ان پر تبرّا بازی کرتا ہے، گالیاں بکتا ہے قرآن پاک کی روح سے کس طرح مومن رہ سکتا ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

جو آدمی کسی شخص کو گالی دیتا ہے، گالی دینے سے اس کا مقصد اس شخص کو اذیت دینا ہوتا ہے۔ گالی سے نہ صرف اس کو اذیت پہنچتی ہے بلکہ اس کے متعلقین کو بھی اذیت پہنچتی ہے۔ اسی اصول کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ذرا سوچیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سسرال، داماد، اولاد اور بیویوں کو جو شخص گالی دیتا ہے وہ نہ صرف ان مقدس حضرات کو اذیت دیتا ہے بلکہ ان کے تعلق کی وجہ سے حضور علیہ السلام کو بھی اذیت دیتا ہے۔ جو شخص حضور علیہ السّلام کی تین صاحبزادیوں کے متعلق کہتا ہے کہ وہ حضورؐ کی بیٹیاں نہیں ہیں وہ آپکو اذیت دیتا ہے۔

بہر صورت جو شخص حضور علیہ السلام کی آل پاک یا آپ کی ازواج مطہرات یا آپ کے سُسر یا آپ کے داماد کو اذیت پہنچاتا ہے وہ شخص اپنی ذلیل حرکت سے حضور پُر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی اذیت پہنچاتا ہے۔ اور جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائے اس کے متعلق قرآن مجید کا فرمان ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا۔	جو لوگ اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرمائی ہے اور ان کے لیے عذاب الیم ہے۔
(پارہ ۲۲، سورۂ احزاب)	

لہٰذا میں اپنے متعلقین کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ تمام صحابہ کرام اور خصوصاً خلفائے اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں تبرہ بازی کرنے والوں سے رشتہ، ناطہ اور باعتبارِ عقیدہ کے کسی قسم کا حسنِ تعلق پیدا نہ کریں ورنہ قیامت میں ان لوگوں کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ۔

ماخذومراجع (کتب اہل تشیع) برائے حصہ اول تحفہ جعفریہ

مطبع	نام مصنف	نام کتاب	نمبر شمار
اسلام پورہ لاہور	مقبول احمد	قرآن مجید مترجم	۱
لکھنؤ طبع قدیم	محمد بن خاوند شاہ	روضۃ الصفا	۲
نجف اشرف	ابو محمد بن موسیٰ نو بختی	فرق شیعہ	۳
ایران (تہران)	لسان الملک مرزا محمد تقی سپہر	ناسخ التواریخ	۴
" طبع قدیم	نعمۃ اللہ جزائری	انوار نعمانیہ	۵
کربلا (اعلمی)	محمد بن عمر الکشی	رجال کشی	۶
نجف اشرف قدیم وجدید	شیخ ابو منصور احمد بن علی طبرسی	احتجاج طبرسی	۷
تہران طبع جدید	ابو جعفر الصدوق محمد بن علی بن الحسین	جامع الاخبار	۸
لکھنؤ طبع قدیم	ملا باقر مجلسی	حیات القلوب	۹
تہران	ملا فتح اللہ کاشانی	تفسیر منہج الصادقین	۱۰
نجف اشرف	فرات بن ابراہیم	تفسیر فرات الکوفی	۱۱
قم (مکتبہ بصیرتی)	محمد بن محمد بن نعمان بغدادی	ارشاد شیخ مفید	۱۲
تہران طبع جدید	محمد بن المرتضیٰ المعروف فیض کاشانی	تفسیر صافی	۱۳
بیروت طبع جدید	سید شریف ابو الحسن محمد رضی بن الحسن	نہج البلاغہ	۱۴
مطبوعہ تہران	کمال الدین میثم بن علی بن میثم بحرانی	شرح نہج البلاغہ ابن میثم	۱۵
تہران	سید نور اللہ شوستری	مجالس المومنین	۱۶
"	" " "	احقاق الحق	۱۷

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	مطبع
۱۸-	تفسیر مجمع البیان	ابو علی الفضل بن الحسن طبرسی	تہران طبع جدید
۱۹-	اصول کافی وفروع کافی مکمل	محمد بن یعقوب کلینی رازی	تہران " "
۲۰	کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ	ابو الحسن علی بن عیسیٰ بن ابی الفتح اربلی	تبریز " "
۲۱	نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ	ذاکر حسین	دہلی طبع قدیم
۲۲	حملہ حیدری	مرزا محمد رفیع مشہدی	تہران طبع جدید
۲۳	تاریخ ائمہ	سید علی حیدر نقوی	موچی دروازہ لاہور
۲۴	حق الیقین	ملا باقر مجلسی	تہران طبع قدیم
۲۵	کتاب سلیم بن قیس ہلالی	الہلالی العامری	بیروت طبع جدید
۲۶	جلاء العیون	ملا باقر مجلسی	تہران " "
۲۷	تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین	سید منظر حسین سہارن پوری	دہلی
۲۸	مجمع الفضائل ترجمہ مناقب ابن شہر آشوب	سید ظفر حسن	کراچی
۲۹	انوار نعمانیہ	سید نعمت اللہ جزائری	تبریز طبع قدیم دو جلد
۳۰	آثار حیدری ترجمہ تفسیر امام حسن عسکری	سید شریف حسین بھربلوی	امامیہ کتب خانہ لاہور
۳۱	جلاء العیون مترجم	سید ظہور الحسن کوثر بھربلوی	انصاف پریس لاہور
۳۲	مظہر الغرائب	مولوی محمد جہانگیر خان	آگرہ (طبع اکبری)
۳۳	وقعۃ الصفین	ابن مزاحم	بیروت طبع قدیم
۳۴	کتاب الروضہ من الکافی	محمد بن یعقوب کلینی رازی	تہران طبع جدید
۳۵	مناقب آل ابی طالب	محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی	قم ایران
۳۶	درہ نجفیہ شرح نہج البلاغہ	شیخ ابراہیم بن حاجی حسین الانبلی	تہران طبع قدیم
۳۷	من لا یحضرہ الفقیہ	ابو جعفر الصدوق محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی	" " جدید

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	مطبع
۳۸	تفسیر قمی	ابوالحسن علی بن ابراہیم بن ہاشم قمی	ایران طبع قدیم
۳۹	منتہی الآمال	شیخ عباس قمی	تہران " جدید
۴۰	مروج الذہب للمسعودی	ابوالحسن علی بن حسین بن علی مسعودی	بیروت " "
۴۱	تلخیص الشافی	شیخ ابی جعفر محمد بن حسن شیخ الطائفۃ الطوسی	قم ایران " "
۴۲	ذبح عظیم	سید اولاد حیدر فوق بلگرامی	کتب خانہ اثنا عشری لاہور
۴۳	شرح نہج البلاغۃ ابن حدید	ابو حامد عبدالحمید بن ہبۃ اللہ المعروف ابن حدید	بیروت طبع جدید
۴۴	الاخبار الطوال	احمد بن داؤد الدینوری	" "
۴۵	منتخب التواریخ	حاجی محمد ہاشم بن محمد علی خراسانی	تہران " "
۴۶	بحار الانوار	ملا باقر مجلسی	ایران " قدیم
۴۷	التنبیہ والاشراف	ابوالحسن علی بن حسین بن علی مسعودی	مصر قاہرہ
۴۸	کتاب الخرائج والجرائح	قطب الدین راوندی	قم ایران طبع جدید
۴۹	تنقیح المقال وعلم الرجال	شیخ عبداللہ المامقانی	تہران
۵۰	تاریخ مسعودی	ابوالحسن علی مسعودی	مصر
۵۱	امالی شیخ طوسی	ابی جعفر محمد بن الحسن طوسی	قم - ایران
۵۲	معانی الاخبار	ابو جعفر الصدوق محمد بن علی	بیروت
۵۳	اعلام الوریٰ	الفضل ابی علی ابن الحسن الطبرسی	بیروت طبع جدید
۵۴	کتاب الخصال	الصدوق محمد بن علی بن الحسین	تہران طبع جدید
۵۵	شرح نہج البلاغۃ فیض الاسلام	حاجی سید علی نقی فیض الاسلام	تہران طبع جدید
۵۶	اصل الشیعۃ واصولہا	محمد حسین، آل کاشف الغطاء	قاہرہ طبع جدید
۵۷	ارشاد القلوب	شیخ ابی محمد حسین دیلمی	بیروت طبع جدید

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	مطبع
۵۸	امالی شیخ صدوق	الصدوق محمد بن علی	مطبوعہ قم طبع قدیم
۵۹	حلیتہ الابرار	سید ہاشم حسین بحرانی	قم ایران طبع جدید
۶۰	نفس الرحمن فی فضائل سلمان	مرزا حسین بن محمد تقی النوری طبرسی	ایران طبع قدیم
۶۱	تفسیر لوامع التنزیل	سید علی حائری رضوی لاہوری	لاہور طبع قدیم

ملنے کے پتے

۱۔ مولوی غلام رسول صاحب ۔ دربار شریف حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ

۲۔ جامعہ رسولیہ شیرازیہ ۔ بلال گنج ۔ امیر روڈ، لاہور

۳۔ حضرت قبلہ مطلوب رسول صاحب، سجادہ نشین للہ شریف، ضلع جہلم

۴۔ حضرت قبلہ غلام رسول صاحب، شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد

ردِ شیعہ میں ہماری مطبوعات کا مختصر تعارف

پہلی کتاب

تحفہ جعفریہ ــ ۵ جلدیں

از شیخ الحدیث مناظر اسلام علامہ مولانا محمد علی مدظلہ

اس کتاب کے تمام تر مضامین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ذوات کے گرد گھومتے ہیں

مضامین جلد اول

مقدمہ۔ اس بارہ میں کہ معتبر شیعہ مورخین کا اعتراف ہے کہ شیعہ مذہب کا بانی عبداللہ بن سبا یہودی ہے۔ باب اول (مسئلہ خلافت) اس باب میں اولاً شیعوں کے وہ دلائل پیش کیے ہیں جو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافتِ بلافصل پر قائم کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ شیعہ کتب کی روشنی میں ان کا نہایت ٹھوس اور محققانہ رد کیا گیا ہے۔ اس کے بعد خلفاء راشدین کی خلافتِ حقہ پر قرآن مجید اور شیعہ کتب سے وزنی دلائل درج کیے گئے ہیں۔ ہر دلیل اپنی جگہ ایک تحقیقی مقالہ ہے۔ باب دوم۔ اس میں دو فصلیں ہیں (۱) پہلی فصل (میں) شیعوں کے اس دعوے کی تردید کی گئی ہے کہ حضرت علی سے دست صدیق اکبر پر جبراً بیعت لی گئی تھی۔ اور (فصل دوم) میں شیعہ کی تضاد بیانی واضح کی گئی ہے۔ کہ ایک طرف شیعہ حضرت علی کی طاقت و قوت خدا تک پہنچاتے ہیں اور دوسری طرف انہیں بہت بڑا بزدل ثابت کرتے ہیں۔ باب سوم

اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کامل الایمان اور جنتی ہونے پر قرآن کریم اور کتب شیعہ سے نوں عدد فولادی دلائل ہیں۔ باب چہارم۔ یہ باب فضائل صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے متعلق ہے (فصل اول) میں فضائل جملہ صحابہ کرام از کتب شیعہ (فصل دوم) میں کتب شیعہ سے خلفاء ثلاثہ کے مشترکہ فضائل (فصل سوم) میں ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم تینوں صحابہ کے علیحدہ علیحدہ مناقب بیان کیے گئے ہیں جو مکمل طور پر کتب شیعہ سے لیے گئے ہیں۔ کوئی انصاف پسند انہیں پڑھ کر شیعہ نہیں رہ سکتا۔

مضامین جلد دوم

باب اول۔ خلفاء ثلاثہ کے نبی و آل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خاندانی اور نسبی تعلقات کے بارہ میں ہے (فصل اول) اس میں ابوبکر صدیق اور ان کے اہل بیت کے نبی و آل نبی سے سات رشتہ داریاں کتب شیعہ سے ثابت کی گئی ہیں۔ (فصل دوم) عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نبی و آل نبی سے رشتہ داریاں اس ضمن میں نکاح ام کلثوم کے بارے میں چار طویل و عریض تحقیقی ابحاث ہیں۔ (فصل سوم) عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نبی و آل نبی سے اٹھ رشتہ داریاں از کتب شیعہ۔ اس ضمن میں مسئلہ بناتِ رسول پر کتب شیعہ کی روشنی میں بے مثل تحقیق لائی گئی ہے جو اس موضوع پر شیعوں کو عاجز کر دینے کے لیے کافی ہے۔ باب دوم نبی علیہ السلام علی المرتضےٰ اور اہل بیت رسول سے خلفاء ثلاثہ کے خوشگوار تعلقات۔ یہ بات تین فصلوں پر مشتمل ہے۔ باب سوم۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور بنو امیہ کے اہل بیتِ رسول سے نسبی تعلقات فصل اول۔ شان امیر معاویہ کتب اہل سنت و اہل تشیع سے۔ فصل دوم۔

امیر معاویہ اور ان کے خاندان کے نبی علیہ السلام اور بنو ہاشم سے نسبی و خاندانی تعلقات۔ فصل سوم۔ دستِ امیر معاویہ پر حسنین کریمین کی بیعت، کا ثبوت از کتب شیعہ۔ باب چہارم۔ فضائل امہات المومنین ازواجِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فصل اول۔ قرآن کی روشنی میں ازواج رسول آپ کی اہلبیت میں داخل ہیں۔ فصل دوم۔ فضائل جملہ ازواج از قرآن و کتب شیعہ۔ فصل سوم۔ فضائل سیدہ عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما۔ از کتب شیعہ

مضامین جلد سوم

باب اول۔ (بحث فدک) اس میں آٹھ فصلیں ہیں۔ فصل اول۔ باغ فدک کی تحقیقی بحث جغرافیائی حدود۔ فصل دوم۔ شمولِ فدک در مال فئی اور فئی کا حکم از قرآن کتب شیعہ۔ فصل سوم۔ سیدہ فاطمہ کی ابوبکر صدیق سے ناراضگی کی تحقیق۔ فصل چہارم۔ بنتِ رسول کی ناراضگی استحقاقِ خلافت پر اثر انداز نہیں۔ فصل پنجم۔ ہبہ فدک کی سنی روایات کی جرح۔ فصل ششم۔ انبیاء کی مالی میراث نہیں ہوتی۔ ثبوت از کتب شیعہ۔ فصل ہفتم سیدہ فاطمہ رضو شیخین سے راضی تھیں۔ ثبوت از کتب شیعہ۔ فصل ہشتم جنازہ سیدہ فاطمہ میں صدیق و فاروق کی عدم شمولیت کے الزام کا جواب۔ باب دوم۔ سے باب ہفتم تک ابوبکر صدیق عمر فاروق عثمان غنی سیدہ عائشہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم پر شیعوں کے بعض اعتراضات کا نہایت ٹھوس اور منہ توڑ جواب ہے

مضامین جلد چہارم

جلد سوم کی طرح یہ بھی عظمتِ صحابہ پر کیے گئے اعتراضات کے جواب

میں ہے۔ جلد سوم اور جلد چہارم میں درج شدہ بعض اعتراضات یہ ہیں۔ ۱۔ صحابہ میدان احد سے بھاگ گئے۔ ۲۔ ابوبکر صدیق سے سورہ براءت کے اعلان کی ذمہ داری نبی علیہ السلام نے واپس لے کر علی المرتضیٰ کو دے دی تھی۔ ۳۔ حدیث قرطاس۔ ۴۔ عمر فاروق نے سیدہ فاطمہ کو زندہ جلا دینے کی دھمکی دی۔ ۵۔ اور سیدہ فاطمہ کے بطن پر دروازہ گرا کر حمل ضائع کر دیا۔ ۶۔ حضرت عمر فاروق کو حدیبیہ میں نبی کی رسالت میں شدید شک ہو گیا تھا۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر کیے گئے اعتراضات کی منہ توڑ تردید۔ بعض اعتراضات یہ ہیں ۱۔ مروان کو نبی علیہ السلام نے مدینہ سے نکالا اور عثمان نے واپس بلایا۔ ۲۔ عثمان نے بنتِ رسول ام کلثوم رض کو قتل کیا۔ اور اس کی لاش سے جماع کیا۔ (معاذ اللہ) ۳۔ ابوذر غفاری رض جیسے جلیل القدر صحابی کو جلاوطن کر دیا۔ ۴۔ عبداللہ بن مسعود کا وظیفہ بند کر دیا۔ ۵۔ مقتدر صحابہ کو معزول کر کے اپنے رشتہ داروں کو گورنریاں دے دیں۔ اس ضمن میں عثمانی گورنروں اور عمال کی فتوحات اور کارنامے شیعہ کتب سے مفصل پیش کیے گئے ہیں۔ ۶۔ اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے عطیات دیے ۷۔ نتیجۃً لوگ مخالف ہو گئے اور عثمان غنی کو قتل ہونا پڑا ۸۔ تین دن تک لاش کوڑے کرکٹ پر پڑی رہی۔ اسی طرح سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر اعتراضات کا جواب بھی قابل دید ہے۔ بعض یہ ہیں ۱۔ پردہ کے احکامات کی مخالفت۔ کی ۲۔ خلیفہ برحق سے بغاوت کی ۳۔ امام حسن کو روضہ رسول میں دفن نہ ہونے دیا اور لاش پر تیر پھینکے۔ اس ضمن میں جنگ جمل اور جنگ صفین کا پس منظر اور بعض شہادت کا قابل مطالعہ ازالہ جلد سوم میں ملاحظہ فرمائیں۔

٭

مضامین جلد پنجم

اس میں امیر معاویہ پر کیے گئے شیعوں اور بعض نادان سنیوں کے اعتراضات کی ایسی قلعی کھولی گئی ہے۔ جسے پڑھ کر ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً یہ کہ (۱) امیر معاویہ نے یزید کو خلیفہ کیوں بنایا۔ (۲) بعض صحابہ کو قتل کروایا (۳) سیدہ عائشہ رضؓ کو قتل کروایا (۴) اور منبروں پر حضرت علی پر لعنت کرنے کی رسم جاری کی۔ وغیرھا۔

اور اسی جلد میں کتب اہل سنت سے شانِ اہل بیت کے عجیب دلائل پیش کیے گئے ہیں۔ اور اہل سنت کو دشمنانِ اہل بیتِ رسول کہنے کی عملی تردید کی گئی ہے۔ نیز اسی جلد میں ایک تحقیقی بحث ہے۔ یعنی بعض شیعہ حضرات سیرت و تاریخ کی بعض کتب کو اہل سنت سے منسوب کر کے ان سے سنیوں کو الزامات و اعتراضات پیش کرتے ہیں جبکہ حقیقتاً وہ شیعوں کی اپنی لکھی ہوئی ہیں۔ اس بحث میں شیعہ کتب کی روشنی میں ایسی کتابوں کی قلعی کھولی گئی ہے۔

دوسری کتاب

عقائد جعفریہ ۳ جلد یں

شیخ الحدیث مناظر اسلام علامہ مولانا محمد علی مدظلہ

یہ کتاب شیعہ فرقہ کے عقائد کا حقیقت نما آئینہ ہے

مضامین جلد اوّل:

باب اوّل۔ شیعہ فرقہ کے گستاخانہ عقائد۔ (فصل اول) اللہ کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں۔ (فصل دوم) شانِ جملہ انبیاء میں گستاخیاں (فصل سوم)

شانِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں بے ادبیاں (فصل چہارم) شانِ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں شیعوں کی جسارتیں (فصل پنجم) شان حضرت علی رضی اللہ عنہ میں شیعوں کی گستاخیاں (فصل ششم) سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عظمت میں بے باکیاں (فصل ہفتم۔ شان امام حسن رضی اللہ عنہ میں گستاخیاں (فصل ہشتم) امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخیاں۔ اس ضمن میں کتبِ شیعہ سے بڑی شرح وبسط کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے کہ شیعہ فرقہ ہی امام حسین وآلِ نبی کا قاتل ہے۔

آگے فصل نہم سے سیزدہم تک امام زین العابدین سے لے کر امام مہدی تک اپنے مقرر کردہ اماموں کی شان میں شیعوں کی بے ادبیاں اور گستاخیاں درج کی گئی ہیں۔

باب دوم۔ ائمہ اہل بیت کی شیعوں سے بیزاری اور ان کے حق میں ان کی بددعاؤں کا مفصل تذکرہ۔ جو تعجب خیز بھی ہے اور عبرت انگیز بھی

باب سوم (بحث بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم) فصل اول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار حقیقی صاحبزادیاں تھیں۔ قرآن کریم اور کتبِ شیعہ سے ٹھوس دلائل (فصل دوم) چار عدد بناتِ رسول والی بعض شیعہ روایات کے راویوں پر شیعہ مولویوں کی ناجائز تنقید کا عاجز کن محاسبہ (فصل سوم) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کو ربیبہ یعنی محض پروردہ بیٹیاں ثابت کرنے پر شیعوں کے دلائل کا سخت ترین علمی محاسبہ۔

مضامین جلد دوم

باب اول۔ (بحث امامت) (فصل اول) مسئلہ امامت کے متعلق سنی عقائد کا خلاصہ۔ اور شیعوں کا یہ عقیدہ کہ بارہ اماموں میں سے کسی کی امامت

کا منکر یا ان کے مقابلہ میں دعویٰ امامت کرنے والا یا اسے امام ماننے والا کافر و مرتد ہے۔ یہ بارہ امام اللہ کی طرف سے منصوص ہیں (فصل دوم) شیعوں کے ہاں امامت کی شرط اول منصوص من اللہ ہونے کی تردید پر مفصل دلیل۔ (دلیل اول۔) آل رسول میں سے متعدد شخصیات نے ائمہ اہل بیت کے مقابلہ میں امامت کا دعویٰ کیا۔

چنانچہ اس دلیل میں ثابت کیا گیا کہ امام زین العابدین کے مقابلہ میں محمد بن حنفیہ فرزند علی المرتضیٰ نے دعویٰ امامت کیا۔ امام باقر کے مقابلہ میں حضرت زید بن امام زین العابدین نے۔ امام جعفر کے مقابلہ میں نفس زکیہ آل امام حسن نے اور اسی طرح دیگر ائمہ کی امامت کا انکار کرتے ہوئے ان کے مقابلہ میں آل رسول کی بزرگ تر شخصیات دعویٰ امامت کرتی رہیں۔ دلیل دوم۔ کسی خاص شخص کے لیے امامت و خلافت کے منصوص ہونے سے اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اور دیگر ائمہ اہل بیت کا انکار از کتب شیعہ (فصل سوم) شیعوں کے نزدیک امامت و خلافت کی دوسری شرط امام کے معصوم ہونے کی تردید اقوال ائمہ اہل بیت کی روشنی میں۔

باب دوم۔ شیعوں کی طرف سے اہل سنت پر امامت و خلافت سے متعلق بعض اعتراضات کا جواب۔

باب سوم۔ اس میں یزید کو اہل سنت کا امام قرار دینے پر شیعوں کے دلائل و اعتراضات۔ اور اہل سنت کے ہاں یزید کی پست ترین حیثیت کا بیان ہے۔ نیز اس ضمن میں شیعہ کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ یزید نے حسین پر منہ پیٹا۔ سب سے پہلے ماتم کیا۔ اور یزید سے بڑا محب اہل سنت کا کوئی نہ تھا۔

مضامین جلد سوم

اس جلد میں تین امور پر بحث کی گئی ہے۔

۱۔ کلمہ اسلام کیا اور کتنا ہے۔ اور لفظ علی ولی اللہ کلمہ کا جز بنانا جائز ہے یا نہیں۔

۲۔ تحریف قرآن کی طویل بحث۔ اس بحث میں شیعہ کتب سے شمار سے زائد نہایت وزنی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ شیعہ فرقہ کا موجودہ قرآن پر ایمان نہیں ہے۔

۳۔ بحث تقیہ۔ تقیہ کیا ہے۔ شیعوں کے ہاں اس کی کیا فضیلت ہے۔ اور اس کے بطلان کے دلائل۔

تیسری کتاب

فقہ جعفریہ ۳ جلدیں

شیخ الحدیث مناظر اسلام علامہ مولانا محمد علی مدظلہ

ہم نے اپنی اس تصنیف کی پہلی جلد میں طہارت اور وضوء کے مسائل سے لے کر معاملات و تعزیرات تک تمام فقہی مسائل سے متعلق شیعہ فرقہ کی فقہ جعفریہ کی جزئیات پیش کر کے انہیں عقل نقل سے باطل ثابت کیا ہے اور اس کے مقابلہ میں فقہ حنفیہ کی برتری ثابت کی ہے۔

دوسری جلد میں خصوصاً مسئلہ متعہ پر مفصل بحث کی گئی ہے اور تیسری جلد میں فقہ حنفی پر وارد اعتراضات کا منہ توڑ جواب ہے۔

شیخ الحدیث محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

کی قابل مطالعہ تصنیفات

مکتبہ نوریہ حسنیہ
جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور
0344-4203415, 0300-4798782